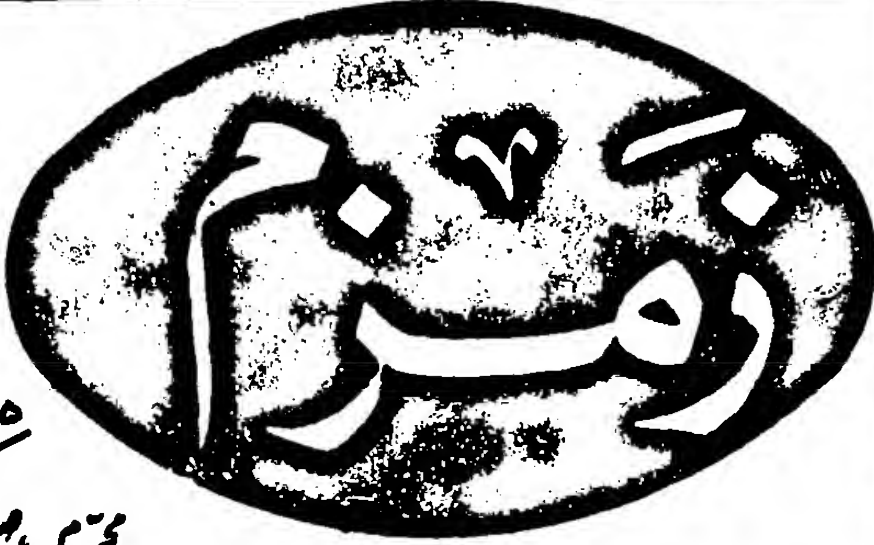


مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دواہی دینی و علمی مجلہ

جلد  
۷

شمارہ  
۱



۱۳۲۵ھ

محرم، ہجری

سالانہ چترہ ————— ہجری ۱۳۲۵ھ

پاکستان کیلئے

پاکستانی تھروپے سالانہ

پاکستان اور بھارت کے علاوہ

غیر ممالک و دکن ڈال امریکی

مذہب مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی  
چوری



مکتبہ اشرفیہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور — یونیٹ

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۳۳۵۳۳ ۷۲۲۲۵۷۵ ۷۲۲۲۱۷۵ ۷۲۲۲۸۰۵

محمد اجمال مفتاحی مٹو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

## فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۷	محمد ابوبکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۲	" "	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ
۲۷	نور الدین نور اللہ لاٹھی	ارشادات حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاٹوی
۳۳	محمد ابوبکر غازی پوری	کیا ابن تیمیہ تقلید کے مستحق تھے ؟
۳۹	ابن الحسن عباسی	امام نوویؒ
۴۰	مولانا عبدالناری پاکستان	مقام مصطفیٰ م
۴۱	محمد ابوبکر غازی پوری	مدیر زمزم کے نام اکابر کے کچھ خطوط
۴۶	ظہ اشیرازی	خمار سلفیت
۵۲	نور الدین نور اللہ لاٹھی	ایک خط
۵۵	محمد ابوبکر غازی پوری	جنوبی افریقہ کا سفر

# محمد اجمال مفتاحی مونا تھ بھنجن یوپی انڈیا



امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جب عراق پر وحشیانہ بمباری کر کے اور ہزاروں بے قصور انسانوں کی جان تلف کر کے عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور صدام حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو ہندوستان کے بعض دینی حلقوں میں خوشیاں منائی گئیں، اور آج جب کہ خبر مل رہی ہے کہ صدام کو امریکی فوجیوں نے گرفتار کر لیا تو ان خوشی منانے والوں کی خوشیاں دوبالا ہو گئی ہوں گی۔

صدام حسین سے ہمیں نہ کوئی عقیدت ہے اور نہ محبت نہ دل میں اس کا کوئی احترام ہے صدام کی جا بڑا نہ دظالمانہ کاروائیاں ہمارے علم میں ہیں، دینی فکرو مزاج رکھنے والوں پر اس نے کس طرح عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا اس سے بھی ہم واقف ہیں، جس زمانہ میں صدام نے کویت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا الکفاح عربی پرچہ کی فائلیں گواہ ہیں کہ میں نے اس کے خلاف اتنے مضامین لکھے ہیں کہ دوسرے کسی شخص نے اتنا نہ لکھا ہو گا۔

ان تمام حقیقتوں کے باوجود صدام کی امریکہ کے ہاتھوں گرفتاری سے ہمارے دل کو سخت صدمہ پہونچا ہے، اگر صدام اپنی موت آپ مر گیا ہوتا تو ہمیں افسوس نہ ہوتا، اگر صدام امریکہ کی بمباری میں ختم ہو گیا ہوتا تو ہمیں کوئی صدمہ لاحق نہ ہوتا، اگر صدام نے خودکشی کر لی ہوتی تو ہم اس کے اس اقدام پر کسی رنج و ملال کا اظہار نہ کرتے، لیکن صدام کی امریکہ کے ہاتھوں گرفتاری سے عالم اسلام کی ذلت و رسوائی میں اور بھی اضافہ ہوا ہے، مسلمانوں کی عزت نفس کو مزید ٹھیس پہونچی ہے، عالم اسلام کی بیچارگی اور نمایاں ہو گئی ہے، امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا حوصلہ بہت بلند ہو گیا ہے، صیہونیت کو مزید تقویت پہونچی ہے، اسرائیل میں خوشیوں کے شادیانے

(۱) یہ ادارہ اس وقت لکھا گیا تھا جب بھی صدام کی گرفتاری کے بارے میں شک شبہ تھا، اب اسکی گرفتاری کی ایک

بچ گئے ہیں، اور مسلمان قوم پر ادا بار کے بادل اور گہرے ہو گئے ہیں، ہمیں سچ ہے تو اس کا اور مدد ہے تو اس کا۔

امریکا اب اس کے بعد شام کو نشانہ بنائے گا، پھر ایران کی باری ہوگی اور پھر سعودیہ پر اپنا خنجر تانے کا اور یہ سارے ممالک امریکہ کے زیر نگیں ہو جائیں گے اور ان کی دولت پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا قبضہ ہوگا، اسرائیل کے خواب کو پورا کرنے کی امریکہ پوری کوشش کرے گا اسرائیل کا خواب ہے سرزمین حجاز پر قبضہ کرنا، اگرچہ اللہ کی ذات پر ہمیں بھروسہ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر ہمیں پورا اعتماد ہے کہ کفر و شرک سے سرزمین حجاز خصوصاً حرمین محترمین کی سرزمین آلودہ نہ ہوگی، مگر اپنا خواب پورا کرنے کیلئے اسرائیل امریکہ کو بھرپور استعمال کرنے کا اور پھر کیا ہوگا اس کا علم اللہ کو ہے۔

مسلمان حکمرانوں کا بھی عجیب حال ہے وہ اپنی آمریت کا سکہ اپنی عوام پر جھلتے ہیں، اور ان کو ظلم کی چکی میں پیس کر رکھ دیتے ہیں مگر دشمنوں سے مقابلہ کی ان میں نہ صلاحیت ہوتی ہے اور نہ اس کی ہمت اور نہ اس کیلئے کوئی تیاری بڑی آسانی سے دشمن جب چاہتا ہے انکو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیتا ہے، اور یہ بھیگی بلی بنے دشمن کے سامنے اپنا دم ہلاتے رہتے ہیں۔

ایران ہو، شام ہو، لیبیا ہو، انڈونیشیا ہو، الجزائر ہو، کویت ہو، قطر ہو، سعودیہ ہو سب کا حال یکساں ہے، سب کی زندگی بھیگی بلیوں کی ہے، کسی میں دم نہیں کہ مغربی طاقتوں اور یورپ اور امریکہ کے حکمرانوں سے آنکھ ملا کر بات کر سکیں، ان کی ساری اگر دھکڑ اپنی عوام کیلئے ہے، کتنی ہے بد نصیب وہ قوم جس کے حکمران ایسے بزدل اور ناکارہ ہوں۔  
مصر عراق کا ایک جابر حکمران تھا، اس نے ہمیشہ طاقت کے زور پر اپنی عوام کا گلا دبایا، اور جس نے اس کے خلاف آواز بلند کی اس کو اس نے موت کی نیند سلا دیا، جس نے اس کی بے راہ روی اور اس کا پرستی پر انگلی اٹھائی اس کو جیل کی ہوا کھانی پڑی اور پھر ان میں سے بہتوں کا انجام کیا ہوا کسی کو نہیں معلوم، ایسے حکمرانوں کی کوئی مقبولیت عوام کے دل میں نہیں ہوتی ہے اور جس حکمران کے ساتھ اس کے عوام نہ ہوں اس کا حشر وہی ہوتا ہے



جو صدام کا ہوا۔

اب بھی بہت سے ایسے ہی جابر حکمران مسلمانوں میں موجود ہیں ان کو صدام کی زندگی سے سبق لینے کی ضرورت ہے، اور آمریت اور شہنشاہیت کے بجائے جمہوریت کی راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے، عوام کا گلا گھونٹنے اور ان کے ضمیر پر قفل رکھنے کا زسانہ لگایا ہے، اگر ان حکمرانوں نے اپنا رویہ نہیں بدلا اور اپنی حکومتی پالیسی میں بنیادی تبدیلی نہیں کی اور عوام کو ساتھ لے کر چلنے کی راہ نہ اپنائی تو ان کا حشر بھی صدام ہی جیسا ہوگا، بلکہ شاید اس سے بھی برا ہو، صدام کی گرفتاری ان حکمرانوں کیلئے ایک وارننگ ہے، زبردست وارننگ اب آئندہ کے دن بتلائیں گے کہ اس وارننگ پر کس نے کتنا کان دھرا۔

## دو خبریں

ایک خبر جو ہم نے ۲۹ دسمبر ۲۰۰۳ء کے ساڑھے آٹھ بجے شب بی بی سی سے اردو نشریہ میں سنی تھی اور پھر وہ دوسرے روز اخبارات کی زینت بنی۔ خبر یہ ہے:

کویت ۲۹ دسمبر کویت سرکاری اسکولوں کی نصابی کتابوں میں سے ان چیزوں کو نکال رہا ہے جن سے مذہبی انتہا پسندی کی حوصلہ افزائی ہو سکتی ہے۔ . . . . وزیر تعلیم راشد السامد نے کل رائٹر کو بتایا کہ کتابوں میں تبدیلی کا مقصد رواداری کو فروغ دینا اور دیگر مذاہب اور نظریات کے احترام کو یقینی بنانا ہے۔

مقامی اخبارات نے حاد کے حوالہ سے کہا ہے کہ نئی کتابوں میں اس بات کا خیال رکھا جائیگا کہ ہم قرآن کی کون سی آیات پڑھائیں اور نوجوان نسل ایسی انتہا پسند ذہنیت کو نہ اپنائے جس سے وہ جارحانہ عمل کرتے لگیں۔

سعودی عرب نے بھی اپنی نصابی کتب کو نئی شکل دینے کا کام شروع کر دیا ہے، مغربی ممالک الزام لگاتے ہیں کہ ان کتابوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف نفرت کو فروغ

دیا جاتا ہے، حامی نے وزارت کے اس فیصلہ کو ٹھیک بتایا اور کہا کہ یہ کوسیت پر غیر ملکی دباؤ کا نتیجہ نہیں ہے۔ (راشٹریہ سہارا، ۲۲ دسمبر ۲۰۲۳ء)

یہ پہلی خبر ہے۔ دوسری خبر یہ ہے (خدا کرے وہ صحیح نہ ہو) کہ سعودیہ میں مجمع الملک ہند سے جو بڑے پیمانہ پر قرآن کی اشاعت ہوتی ہے، امریکہ نے اسے بند کر دینے کا سنگل دیدیا ہے، یہ خبر ان بعض دوستوں کے حوالہ سے ہے جو اس سال عمرہ کر کے واپس آئے ہیں۔

عالم اسلام کی حالت کتنی زبوں تر ہو چکی ہے اور وہ مغربی ممالک اور امریکہ کے کس حد تک غلام بن چکے ہیں، اس کا اندازہ ان دو خبروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ آج ہم غلامی و ذلت کے اس دور میں داخل ہو چکے ہیں کہ خدا کی کتاب پڑھنے اور پڑھانے سے بھی ہمیں روکا جا رہا ہے اور خدا کی کتاب پر جو انسانیت کیلئے نور اور ہدایت ہے ہمارے دشمن یہ الزام لگا رہے ہیں کہ اس میں انتہا پسندی کی تعلیم ہے، اس لئے قرآن کے ان حصوں کو اپنے بچوں کو نہ پڑھاؤ جس میں یہودیت اور عیسائیت کے بارے میں خدائی فرمان موجود ہے، اور ہمارے یہ بے غیرت اور بے ضمیر اور مغربی ممالک کے سامنے سرنگوں کئے نام کے مسلمان حکمران ان دشمنان اسلام کے حکم کی تعمیل نہایت فرماں برداری سے کرنے پر آمادہ ہیں، اور قرآن پر دشمنوں کے الزام کو اس طرح وہ سچ کر دکھانا چاہتے ہیں کہ قرآن انتہا پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔

جب حکمرانوں کے ضمیر مردہ ہو جائیں اور جن کی نگاہ میں صرف اپنی حکمرانی کے کچھ دنوں کو طول دینا ہی سب سے بڑی خواہش بن جائے جن کی نگاہ خدا سے ہٹ کر امریکہ اور مغربی طاقتوں پر جم جائے جن کو صرف اپنی خواہشات کی تکمیل ہی کی فکر ستائے رہتی ہو تو وہ حکمران اسلام دشمنوں کے سامنے اس سے بھی زیادہ ذلت و خواری کا مظاہرہ کریں گے، اور امت مسلمہ کو ان کے ان فیصلوں سے کتنا صدمہ پہنچ رہا ہے وہ دنیا کی نظر میں خدا کے دین کی کیا تصویر بن رہی ہے اور مسلمانوں کے بارے میں دنیا کے لوگ کیا سوچنے لگے ہیں ان بے غیرت اور ضمیر فروش حکمرانوں کو اس کی فکر نہ ہوگی۔

یہ حکمران تنکے کے سہارے اپنی خواہشات کا ملک بوس عمل باقی رکھنا چاہتے ہیں، انہیں یہ پتہ نہیں کہ تقدیر کا قلم ان کے بارے میں کیا فیصلہ کر چکا ہے۔

محمد اجمال مفتاحی مؤناتھ بھنجن یوپی انڈیا  
محمد ابو بکر غازی پوری

## نبوی ہدایات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی بلا ضرورت کتابت کرتا ہے تو اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط گھٹتا رہتا ہے، البتہ کھیت اور جانور کی حفاظت کیلئے جو کتابت ہو تو اس سے مستثنیٰ ہے۔ (بخاری)

آج مغربی اور یورپی قوموں کی تقلید میں مسلمانوں کا ذہن بھی بگڑتا جا رہا ہے اور ان گمراہ اور ملعون قوموں کی عادت و اطوار اور زندگی گزارنے کا طریقہ مسلمان بھی دھڑلے سے اپنا رہے ہیں، مغربی اور یورپی قوموں میں کتوں سے بہت انسیت پائی جاتی ہے اور وہ ان کے پالنے اور ان کی دیکھ ریکھ پر بے تحاشا پیسے خرچ کرتے ہیں اپنی سگی اولاد سے زیادہ ان کا خیال رکھتے ہیں، کتا ان اقوام کی زندگی کا لازمی جز بن گیا ہے، وہی ان کی سستی کا ذریعہ اور تنہائی کا ساتھی ہے، سفر کا رفیق ہے۔

آج مسلمانوں کے اونچے اور فیشن زدہ گھرانوں میں بھی یہ لعنت گھس گئی ہے، اور کتاب پالنے کو ماڈرن زندگی کا ایک حصہ سمجھا جانے لگا ہے۔

مگر اسلام کی تعلیم اس بارے میں وہ ہے جو حدیث پاک میں مذکور ہے کہ بلا ضرورت دعا جت کتابت پالنا ایسا منحوس کام ہے جس کی وجہ سے انسان کی ہر روز نیکیاں برباد ہوتی رہتی ہیں، گھر اور جانور کی حفاظت کا اگر کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہو تو ان کی حفاظت کے لئے کتاب پالنے کی اجازت ہے۔ ورنہ کتاب پالنا شریعت میں حرام اور ممنوع ہے۔

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امانت دار خازن جو پورے پورے طور پر دوسروں تک اس کا حصہ خوشی پہنچاتا ہے صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ (بخاری)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صدقہ اور زکوٰۃ کا مال لوگ کسی دوسرے کے سپرد کر دیتے ہیں کہ وہ جہاں ضرورت سمجھے اسے خرچ کرے، یہ شخص دوسروں کے مال کا خازن ہوتا ہے، اس کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ اگر یہ شخص امانتدار ہے، اور دوسروں پر خوشی خوشی خرچ کرتا ہے اور ان کا پورا حق دیتا ہے تو اس کا خود بھی صدقہ کرنے والوں میں سے شمار ہوگا اور جو ثواب صدقہ کرنے والوں کو ملتا ہے وہ اسے بھی ملے گا۔

اس حدیث پاک سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو زکوٰۃ اور صدقہ کے مال پر قابض ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مال ان کا ہے اور اس میں اپنی خواہش کے مطابق تصرف کرتے ہیں، ضرورت مندوں کا خیال کم ہوتا ہے اور اپنی خواہش کی اتباع زیادہ ہوتی ہے، یہ بات امانت داری اور دیانت داری کے سراسر خلاف ہے، ایسے لوگ نمازن شمار ہوتے ہیں۔

مدارس کے ذمہ داروں کے لئے اس حدیث پاک میں غور کرنے اور پھر اپنی حالت سدھارنے کی ضرورت ہے۔ آج مدرسہ والے زکوٰۃ اور صدقات کے مال کو اپنا مال سمجھنے لگے ہیں، اس میں طلبہ پر خرچ کرتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان پر احسان کر رہے ہیں، مدرسین پر خرچ کرتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے جیب سے دے رہے ہیں اور مدرس ان کا غلام ہے حالانکہ زکوٰۃ اور صدقہ دینے والوں نے ان ذمہ داران مدارس کو صرف خازن سمجھا ہے اپنے مال کا ان کو مالک نہیں بنایا ہے، اگر کوئی ہمت یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس مال کا مالک ہے تو وہ خائن اور بے ایمان ہے، زکوٰۃ اور صدقات کا مال مدارس میں صرف ان کیلئے ہے جو اس کا مستحق ہے، ہمت کو خوشی خوشی اور نہایت دیانتداری سے زکوٰۃ اور صدقات

کے پیسوں کو ان سختین پر خرچ کرنا چاہئے، اور اس بارے میں ذرا بھی بخل سے کام لینا انتہائی اور دیانتداری کے خلاف کام ہوگا۔

ہمیں یہاں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ بہت سے مدارس کے ذمہ دار اپنی اس ذمہ داری کو صحیح ڈھنگ سے پورا نہیں کر رہے ہیں، اور سختین کے مال کو اپنے اوپر خرچ کرنے میں ان کو ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی ہے، طلبہ اور مدرسین پر وہ جو خرچ کرتے ہیں ان کا رویہ بتلاتا ہے کہ وہ ان پر احسان کر رہے ہیں، یہ سراسر ایمانداری اور دیانتداری کے خلاف حرکت ہے، اور خدا کے یہاں اس کا حساب و کتاب بڑا سخت ہوگا۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز تین آدمیوں کی طرف اللہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا: جنہیں پاک کرے گا اور ان کیلئے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

اول وہ آدمی جس کے راستے میں ضرورت سے زیادہ پانی ہے، مگر وہ مسافروں اور راستہ چلنے والوں کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

دوسرا وہ شخص ہے جو کسی امام سے بیعت کرتا ہے مگر اس کی غرض دنیا ہوتی ہے اگر امام اسے کچھ دیتا ہے تو خوش رہتا ہے اور اگر نہیں دیتا ہے تو وہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ تیسرا وہ آدمی جو عصر کی نماز کے بعد اپنا بیچنے کا مال لگاتا ہے اور وہ خدا کی قسم کھا کر خریداروں سے یہ کہتا ہے کہ اس نے یہ مال اتنے کا خرید لیا ہے اور اس کی بات کو کوئی آدمی سچ سمجھ لیتا ہے (جب کہ فی الواقع اس نے جھوٹ قسم کھا کر یہ بات کہی ہے)

اس حدیث پاک میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئیں اور تین لوگوں کا ذکر کیا گیا، وہ تینوں باتیں عاقبت انجام کے اعتبار سے بڑی اہم ہیں اور وہ تین شخص اللہ کے یہاں ایسے بنوئے ہیں کہ اللہ ان کی طرف قیامت کے روز نگاہ اٹھا کر دیکھے گا بھی نہیں یعنی ان کے ساتھ کسی قسم کا رحم و کرم والا معاملہ نہیں ہوگا بلکہ ان کو عذاب الیم میں رہنا ہوگا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ پانی جو عام استعمال اور عام ضرورت کی چیز ہے اس کو بلاوجہ

اور بلا ضرورت دوسروں پر خرچ کرنے سے بخل کرنا۔ آپ کی زمین پر تالا ب ہے، کنواں ہے، نہر ہے اور آپ راہ گیروں اور مسافروں کو اس سے پانی نہ پینے دیں، نہانے نہ دیں کپڑا صاف نہ کرنے دیں، وضو نہ کرنے دیں، مسافروں اور راہ گیروں کی عام طور پر یہی ضرورت ہوتی ہے، ان کو اپنے پانی سے جب کہ آپ کے پاس پانی آپ کی ضرورت سے زیادہ ہے ان کی ضرورت نہ پوری کرنے دینا یہاں انتہائی درجہ گری ہوئی اور انسانیت اور مروت سے دور بات ہے، جو انسان بہت دنی اور قبیح الفطرت ہوتا ہے وہی یہ کام کرے گا دوسرا نہیں، یہ اتنی بری عادت اور اتنا برا کام ہے کہ اس کا اتنا بڑا عذاب ہے جو حدیث پاک میں مذکور ہے۔

دوسری بات جو حدیث پاک کی ہے وہ یہ ہے کہ کسی امام یا خلیفہ سے بیعت میں اللہ کی رضا اور مسلمانوں کی مدد اور دین کی سر بلندی کی نیت اور جذبہ کے بجائے محض اپنی دنیاوی غرض کا خیال رکھے اور اپنی دنیاوی غرض پوری ہونے کیلئے اس سے بیعت کرے۔ اگر وہ غرض پوری ہو رہی ہے تب تو وہ امام سے راضی اور خوش ہے، ورنہ ناراض، جو لوگ کسی حاکم کی تابعداری میں محض دنیا کی غرض سے شہاں ہوتے ہیں، وہ حاکم کے کبھی وفادار نہیں ہو سکتے اور نہ وہ قابلِ بھروسہ افراد شمار ہوتے ہیں، وہ حکومت اور حاکم کے لئے ہر وقت خطرہ بنے رہتے ہیں، اور کبھی ان میں بغاوت کا جراثیم پیدا ہو جاتا ہے جس سے نقصان عام اور ضررِ عظیم پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ایسے لوگوں کا انجام بھی آخرت میں بہت برا ہے۔

تیسری بات اس حدیث پاک کی یہ ہے کہ کوئی شخص جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان فروخت کرے اور دوسروں کو اپنی جھوٹی قسم سے دھوکہ میں ڈالے، اور دوسرا اس کی بات میں آ کر اور اس کو سچا سمجھ کر اگر ان قیمت پر مال خریدے، یہ بھی بڑے گناہ کی بات اور گندی حرکت ہے۔

ایسا شخص کئی گنا ہوں کا مرتکب ہوتا ہے، یہ شخص اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسم

کھارہا ہے، اس میں جھوٹ بھی ہے اور اللہ کے نام کی توہین بھی ہے، اللہ کے نام کو دوسروں کے پھنسانے اور دھوکہ دینے کا ذریعہ بنا رہا ہے، دوسروں کو دھوکہ دے رہا ہے، محض دنیا کمانے اور اپنا مال زائد نفع میں بیچنے کی خاطر ان تمام گناہوں کا وہ مرتکب ہے۔ اس میں سے ہر گناہ ہی بہت بڑا گناہ ہے، پھر جس کام میں اس طرح کے بہت سارے گناہ جمع ہو جائیں وہ کام کتنا منحوس اور بے برکت اور خدا کے یہاں عذاب والا ہوگا، سچائی اور راست بازی امانت داری کے ساتھ جو تجارت کی جاتی ہے اس میں خیر و برکت ہوتی ہے، دھوکہ اور فریب والی تجارت میں خیر و برکت نہیں ہوتی ہے۔

## فروشخبری

قارئین زمرم کو یہ خبر دیتے ہوئے ہمیں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ مکتبہ اترہ سے شائع ہونے والے تین رسالوں (۱) صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر (۲) حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد و قبول (۳) حکیم سادق سیالکوٹی کی کتاب "سبیل الرسول" پر ایک نظر چہار رنگ کے ٹائٹل اور نہایت عمدہ طباعت کے ساتھ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔

ہر صاحب ذوق کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

قیمت رعایت کے ساتھ ۳۵ روپے میں پورا سٹ

محمد اجمل مفتاحی مؤناتھ بھنجن یوپی انڈیا  
محمد ابو بکر خان یوپی

## نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ

اندور سے زمزم کے ایک قاری نے مجھ سے فون پر نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں سوال کیا کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، انھوں نے بتلایا کہ غیر مقلدین جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو مسنون بتلاتے ہیں یہی میں نے فون پر مختصر جواب دے سکتا تھا دے دیا تھا، پھر جب میں نے غیر مقلدین علماء کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو پتہ چلا کہ غیر مقلدین کے مذہب میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہی نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہے۔ بلا اس کے نماز جنازہ ہوتی ہی نہیں۔ پھر غیر مقلدین علماء میں سے بعض کے نزدیک نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ زور سے پڑھی جائے گی اور بعض کے نزدیک آہستہ۔

آج کی اس فرصت میں اس مسئلہ پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالنی مقصود ہے۔ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے سلسلہ میں سب سے مضبوط دلیل بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس کا اپنا عمل ہے، بخاری شریف میں ہے۔

(۱) عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف قال صلیت خلف ابن عباس رضی اللہ عنہما علی جنازۃ فقراُ بفاتحۃ الکتاب، قال لتعلموا انها سنۃ۔  
 حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ کی نماز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے پڑھی تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی پھر فرمایا کہ



میں نے سورہ فاتحہ اس لئے پڑھی ہے کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

لطف یہ ہے کہ یہی روایت سنن نسائی میں بھی ہے، مگر وہاں اس کے الفاظ یہ ہیں۔

(۲) عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال: صليت خلف ابن عباس على جنازة فقراُ بفاتحة الكتاب وسورة وجهه حتى اسمعنا فلما فرغ اخذت بيده فسالته فقال سنة وحق۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور ایک سورہ بھی اور بلند آواز سے پڑھی یہاں تک کہ ہم کو سنایا۔ پھر جب آپ نماز پڑھا چکے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور پھر اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ سنت اور حق ہے۔

(۳) نسائی شریف میں یہی روایت ان الفاظ میں بھی ہے۔

عن طلحة بن عبد الله قال: صليت خلف ابن عباس على جنازة سمعت يقرأ بفاتحة الكتاب فلما انصرف اخذت بيده فسالته فقلت له تقرا؟ قال نعم انما حق وسنة۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو میں نے سنا کہ وہ سورہ فاتحہ پڑھ رہے ہیں، جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ آپ جنازہ میں قرأت کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ حق اور سنت ہے۔

نسائی شریف میں حضرت ابوامامہ کی بھی اسی سلسلہ کی ایک روایت ہے جس کے الفاظ

یہ ہیں۔

(۴) عن ابي امامة قال: السنة في الصلوة على الجنازة ان يقرأ في التكبيرة الاولى بام القرآن فحافته ثم يكبر ثلاثا والتسليم عند الاخراة۔  
حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کی نماز میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ

آہستہ سے پڑھی جائے پھر تین تکبیر کہی جائے اور آخر میں سلام پھیرا جائے  
(۵) ترمذی شریف میں اسی سلسلہ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ایک  
روایت یہ ہے -

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی الجنائزۃ بقائمتھا  
الکتاب -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی -

مگر یہ روایت ناقابل اعتبار ہے، خود امام ترمذی نے اس کا فیصلہ فرما دیا کرتے ہیں:

حدیث ابن عباس حدیث لیس اسنادہ بذات القوی

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث قوی نہیں ہے۔

اور کیوں قوی نہیں ہے؟ تو ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم

بن عثمان ہے اور وہ مسکرا کھیت ہے، حافظ ابن حجر اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

متروک الحدیث کہ اس کی حدیث کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے، (تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۱۳۲)

(۶) ابن ماجہ میں حضرت ام شریک سے ایک حدیث ان الفاظ سے مروی ہے -

ام شریک الانصاریۃ قالت : امرنا رسول اللہ ان نقرا علی

الجنائزۃ بقائمتھا الکتاب -

حضرت ام شریک انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے حکم دیا کہ ہم جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھیں۔

لیکن یہ روایت بھی قوی نہیں ہے، مولانا مبارکپوری تحفۃ الاحوذی میں حافظ ابن حجر

سے نقل کر کے فرماتے ہیں فی اسنادہ ضعف یسیر یعنی اس کی سندیں کچھ ضعیف ہیں۔

یہ ہیں وہ روایتیں جن کی بنیاد پر غیر مقلدوں نے نماز جنازہ میں بطور تلاوت سورہ

فاتحہ پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے اور جمہور اہل اسلام کی مخالفت کی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم

نسائی اور بخاری کی روایت اور دیگر روایتوں پر تحقیقی نظر ڈالیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ بتلا دیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اس بارے میں جو روایتیں ہیں سب کی سب ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ سینے اس بارے میں غیر مقلدوں کے بڑوں میں سے حافظ ابن قیم حافظ ابن تیمیہ کے شاگرد کا فیصلہ، ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں :

وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ إِذَا قِيلَ لَهُ  
الْجَنَازَةُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَلَا يَصِحُّ اسْتِذَاكَ -

یعنی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا تھا (جن روایتوں میں یہ ہے) اس کی سند صحیح نہیں ہے ابن قیم کا یہ بیان سونی صحیح ہے کوئی شخص صحیح سند سے یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آنحضور نے صحابہ کرام کو نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا تھا، اس سلسلہ میں جو کچھ صحیح طور پر ثابت ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوامامہ کا اپنا عمل اور قول ہے، صحابہ کرام میں سے ان دو کے علاوہ کسی اور سے صحیح سند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو اس نے آنحضور کی سنت بتلایا ہو، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں خلفائے راشدین کا جو مقام ہے اس سے کون ناواقف ہے، مگر کسی ایک بھی خلیفہ راشد سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھا ہو یا اس کو آنحضور کی سنت بتلایا ہو، بلکہ جیسا کہ آئندہ چل کر معلوم ہو گا کہ بعض خلفائے راشدین سے بطور صراحت ثابت ہے کہ وہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

پورے ذخیرہ احادیث میں صرف حضرت ابن عباس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما ہی سے صحیح سند سے یہ مروی ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے، اسلئے ہم اپنی گفتگو کا مرکز انہیں دونوں صحابہ کی دونوں حدیثوں کو بناتے ہیں اور ان حضرات کی حدیث سے فی الاصل کیا ثابت ہوتا ہے وہاں تک پہنچنے کی ہم کوشش کریں گے۔

بخاری شریف میں امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عوف سے جو کچھ نقل کیا ہے اسے آپ ایک بار اور پڑھ لیں۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ مہلبت خلف ابن عباس رضی اللہ عنہما علی جنازۃ فقراً بفاتحتہ الكتاب، قال: لتعلموا انها سنة۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ تاکہ تم لوگ جان لو کہ یہ سنت ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایسے جلیل القدر محدث ہیں کہ ان کے بارے میں زیادہ لب کشائی کرنے کی میں اپنے اندر جرأت نہیں پاتا، تاہم اس حقیقت کا اظہار صورت واقعہ کو بیان کرنے اور اظہار حق اور مسئلہ کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے کیلئے ضروری ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کبھی حدیث کا ایسا اختصار کرتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ اور مسئلہ کی اصل حقیقت واضح نہیں ہو پاتی، حدیث کا مفہوم کچھ ہوتا ہے اور امام بخاری کے اختصار سے اس کا مفہوم بالکل دوسرا ہو جاتا ہے (۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث ذکر کی ہے

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث میں حذف و اختصار کی ایک بہت ہی عجیب و غریب مثال مزید ملاحظہ فرمائیے: مسلم شریف میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حضرت عطار کی روایت سے قرأت خلف الامام کے سلسلہ کی یہ حدیث ہے۔ سألت زید بن ثابت عن القراءة مع الامام؟ فقال: لا قراءة مع الامام في شيء ذنعم انه قرأ على رسول الله وانجم اذا هو فلم يسجد، یعنی حضرت عطار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ مقتدی کو قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا تو حضرت زید نے فرمایا کہ امام کے ساتھ کچھ پڑھنا نہیں ہے، اور حضرت زید نے یہ بھی کہا کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ والنجم کی تلاوت کی تو اس میں انھوں نے سجدہ نہیں کیا۔ حضرت زید کی یہ روایت اس بات میں صریح تھی کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنا درست نہیں ہے، چونکہ یہ بات امام بخاری کے مذہب کے خلاف تھی اس وجہ سے جب انھوں نے اس حدیث کو مسلم ہی والی سند سے اپنی کتاب بخاری شریف میں ذکر کیا تو انھوں نے قرأت خلف الامام والی بات کو حدیث

وہی حدیث نسائی میں پوری مذکور ہے، مضمون کے شروع میں تیسری حدیث دیکھئے طلحہ بن عبد اللہ بن حوث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو میں نے سنا کہ وہ سورہ فاتحہ پڑھ رہے ہیں تو جب انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا کہ آپ جنازہ میں قرأت کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ہاں یہ حق ہے اور

سے بالکل اڑا دیا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو سجدہ تلاوت کے بیان میں ذکر کیا ہے اور ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے عن عطاء بن یسار عنہ عن ابنہ عن زید بن ثابت عنہ رضی اللہ عنہ فزعم انہ قرأ علی النبی والنجم فلم یسجد فیہما۔ دیکھئے امام بخاری نے حضرت عطاء بن زید بن ثابت سے جس مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں سوال کیا تھا اس کو بالکل حذف کر دیا، اور جو بات حضرت عطاء نے پوچھی نہیں تھی اس کو ذکر کیا، امام بخاری کی حدیث میں قطع برید سے حدیث کی عبارت بھی غلط سلط ہو گئی۔ مسلم میں جو پوری روایت ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور امام بخاری نے حدیث کی جو عبارت ذکر کی ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرما کر آپ خود اندازہ لگالیں کہ حدیث کا کیا یہی مفہوم تھا۔ ترجمہ یہ ہے۔

ابن قبیط عطاء بن یسار سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عطاء نے ان کو بتلایا کہ انھوں نے زید بن ثابت سے پوچھا تھا پس زید بن ثابت نے کہا کہ انھوں نے آنحضور سورہ والنجم کی تلاوت کی تھی تو آپ نے سجدہ نہیں کیا۔

حضرت عطاء نے جس بات کو پوچھا تھا اس کو امام بخاری نے حذف کر کے حدیث کا مفہوم ہی کچھ سے کچھ کر دیا۔

ماظ بن حجر جو امام بخاری کے بڑے مداح ہیں وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت کے اثر کو جن سے ان کو غرض نہیں تھی حذف کر دیا اور اس وجہ سے بھی حذف کر دیا کہ امام بخاری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ (فتح الباری ص ۵۵۵)

سنت ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ اس پوری اور مکمل حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کا جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا ایک اجنبی اور غیر معروف عمل تھا، جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا صحابہ کرام کا معمول نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ طلحہ بن عبد اللہ کو حضرت ابن عباس کا یہ عمل باعث تعجب معلوم ہوا اور ان کو اس بارے میں سوال کرنا پڑا، اگر صحابہ کرام میں یہ سنت رائج ہوتی تو حضرت طلحہ کو اس پر تعجب کیوں ہوتا اور حضرت عبد اللہ بن عباس سے سوال کرنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی، نیز یہ معلوم ہوا کہ خود حضرت طلحہ بن عبد اللہ نے وہاں کے عام مردان کے مطابق جنازہ کی نمازیں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تھی۔ اگر انھوں نے سورہ فاتحہ کو پڑھا ہوتا تو وہ اس بارے میں حضرت ابن عباس سے سوال کیوں کرتے اور انھیں حضرت ابن عباس کے سورہ فاتحہ پڑھنے پر تعجب کیوں ہوتا؟

غرض حضرت طلحہ والی یہ حدیث خود بانگ دہل بتلا رہی ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی تھی، اگر آنحضور کا یہ کوئی دائمی عمل ہوتا اور سورہ فاتحہ پڑھنا بطور قرأت مشروع ہوتا تو ناممکن تھا کہ صحابہ کرام سے یہ سنت پوشیدہ رہتی اور حضرت ابن عباس کو یہ بتلانے کی ضرورت پڑتی کہ یہ سنت ہے جب کہ جنازہ کا معاملہ کبھی کبھار کا معاملہ نہیں ہے وہ تو عموماً پیش آنے والا معاملہ ہے اور جنازہ کا سنت طریقہ کیسے اور کیا نہیں ہے ہر عام و خاص کو معلوم ہوتا ہے خصوصاً صحابہ کرام کا زمانہ ایسا نہیں تھا کہ عموماً پیش آنی والا جنازہ کا صحیح اور سنون طریقہ بھی انھیں معلوم نہ ہو۔ بہر حال حضرت ابن عباس جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا خود اجنبی فعل تھا اور صحابہ میں یہ فعل غیر معمول بہ اور غیر معروف تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک کو یہ کہنا پڑا کہ لیس ذالک بمعمول بہ انما هو السعاء ادرکت اہل بلادنا علیٰ ہذا (المسنونۃ ص ۱۴۲) یعنی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے پر عمل نہیں ہے، جنازہ میں تو صرف میت کیلئے دعا ہے، میں نے اہل مدینہ کو اسی پر پایا ہے۔

غرض اگر امام بخاری کی مختصر حدیث کو نہیں بلکہ نسائی میں جس طرح یہ پوری حدیث ہے

اس کو سامنے رکھا جائے تو خود اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ میں سورۃ فاتحہ کا بطور قرأت کے پڑھنا نماز جنازہ میں متعارف عمل نہیں تھا، اور نہ اس سنت پر عام صحابہ کرام کا عمل تھا۔ اور صحابہ کرام کے درمیان جو چیز غیر متعارف ہو اس کو آنحضورؐ کی سنت نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ صحابہ کرام پر الزام عائد ہوگا کہ انہوں نے آنحضورؐ کی سنت سے لاپرواہی برتی۔ میں زمر میں بار بار یہ بتلا چکا ہوں کہ آنحضورؐ کی متعارف سنت وہی عمل ہوگا جسے عام صحابہ کرام نے اپنی زندگی کا دائمی یا اکثری معمول بنایا ہو، اور وہ عمل آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی یا اکثری معمول بہ رہا ہو، گاہے گاہے عمل کو سنت ستمو کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اس مسئلہ کی صورت حال یہی ہے کہ آنحضورؐ سے یا خلفائے راشدین یا عام صحابہ کرام سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا بطور قرأت کے ثبوت نہیں ہے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یا حضرت ابوامامہ نے یہ کیوں فرمایا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے؟ تو گزارش ہے کہ حضرت ابن عباس یا حضرت ابوامامہ نے سورہ فاتحہ پڑھنے کو بطور قرأت سنت نہیں فرمایا ہے بلکہ ان حضرات کا مقصود یہ تھا کہ جس طرح نماز جنازہ میں تکبیر اولیٰ کے بعد ثنا اپنے مخصوص متعارف الفاظ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسی طرح یہ بھی سنت ہے کہ سورہ فاتحہ کو بھی نماز جنازہ میں بطور ثنا پڑھا جائے، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ فاتحہ کا بطور ثنا پڑھنا ثابت ہے۔ مگر چونکہ یہ طریقہ صحابہ کرام کا عام طور پر معمول یہ نہیں تھا، اس لئے حضرت ابن عباس نے ایک دفعہ نماز جنازہ میں زور سے ثنا کی جگہ سورہ فاتحہ پڑھ کر بتلا دیا کہ نماز جنازہ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی حمد و ثنا سورہ فاتحہ سے کی جائے۔ حضرت ابوامامہ کی حدیث کا بھی یہی مطلب ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس یا حضرت ابوامامہ کی حدیث میں ثنا کا الگ سے کہیں ذکر نہیں ہے اگر سورہ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا بطور تلاوت ہوتا جیسا کہ عام نمازوں میں ہوتا ہے تو پھر الگ سے ثنا پڑھنے کا ذکر بھی تکبیر اولیٰ کے بعد ہونا چاہئے تھا، مگر کسی حدیث میں اس کا

ذکر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کو حضرت ابن عباس نے ثنا کی جگہ پڑھا تھا اور چونکہ یہ مسلمانوں کے عام معمول کے خلاف تھا اس وجہ سے حضرت طلحہ کو اس پر تعجب ہوا اور انھوں نے اس پر اعتراض کیا، تب حضرت ابن عباس نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی آنحضور کا ایک طریقہ تھا۔

سورہ فاتحہ کا نمازِ جازہ میں پڑھنا بطور تلاوت نہیں تھا بلکہ ثنا کی جگہ تھا اس کی وضاحت حضرت ابوامامہ والی روایت میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ آہستہ سے پڑھی جائے پھر تین تکبیر کہی جائے اور آخر میں سلام پھیرا جائے۔ اس حدیث میں غور فرمائیں کہ پہلی تکبیر کے بعد صرف سورہ فاتحہ کا ذکر ہے جو ثنا کی جگہ ہے، پھر جو تین تکبیریں ہیں ان میں دوسری میں درود شریف پڑھی جاتی ہے، تیسری تکبیر میں میت کیلئے دعا پڑھی جاتی ہے، اور چوتھی تکبیر کہنے کے بعد سلام پھیر کر نماز ختم کر دی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوامامہ کی حدیث کا یہی مطلب ہے، اس مطلب کو اختیار کرنے پر کسی قسم کا کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ جہودِ مسلمین کی مخالفت کا الزام عائد ہوتا ہے۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک سورہ فاتحہ کو اگر ثنا کی جگہ پڑھا جائے تو جائز ہے، اور یقیناً یہ طریقہ بھی آنحضور سے ثابت ہے ورنہ حضرت ابن عباس یا حضرت ابوامامہ جیسے اجلہ صحابہ اس کو آنحضور کی سنت نہ بتاتے۔ اور جو میں نے یہ کہا کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا بطور تلاوت نہیں بلکہ بطور ثنا پڑھنا بعض صحابہ کرام کا معمول تھا، اس کی تائید مزید حضرت حافظ ابن عبد البر کے اس بیان سے ہوتی ہے جس کو انھوں نے اپنی مشہور کتاب الکافی میں ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ ولیں فی الصلوٰۃ علی الجنائزۃ قراءۃ عند مالک واصحابہ وجماعۃ من اهل المدینۃ وقال جماعۃ من کبراء اهل المدینۃ یقرأ بعد التکبیرۃ الاولیٰ بام القرآن وبعد الثانیۃ



یصلیٰ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یدعو للمیت بعد الثالثۃ  
یعنی نماز جنازہ میں قرآن کا پڑھنا امام مالک اور ان کے اصحاب اور اہل مدینہ کی ایک جماعت  
کے نزدیک نہیں ہے، اور اہل مدینہ کے بڑوں کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ تکبیر اولیٰ کے بعد  
سورہ فاتحہ پڑھا جائے گا، اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری کے بعد میت  
کیلئے دعا کی جائے گی۔

دیکھئے حافظ ابن عبد البر کے اس بیان سے بھی معلوم ہوا کہ اہل مدینہ سے جن لوگوں  
کے نزدیک سورہ فاتحہ کا پڑھنا مشروع ہے اس کی جگہ ثنا کی جگہ ہے نہ کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا  
بطور تلاوت مسنون ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورہ فاتحہ کو بطور دعا  
پڑھا جائے گا۔ وہ حجتہ الشریعہ میں فرماتے ہیں۔

ومن السنۃ قراءۃ فاتحۃ الكتاب لانہا خیر الادعیۃ واجمعہا (۲)  
یعنی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہے اس وجہ سے کہ وہ بہترین  
اور جامع ترین دعا ہے۔

یعنی شاہ صاحب بھی بطور تلاوت نہیں بلکہ سورہ فاتحہ کو نماز جنازہ میں بطور دعا  
پڑھنے کو مسنون قرار دیتے ہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ میں کوئی متعین دعا  
نہیں ہے کہ اسی کو پڑھا جائے گا دوسری دعا کو نہیں پڑھا جاسکتا۔  
حضرت عبد الشرحین سعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لم یوقت لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولاً ولا قرأۃً واخبر  
من الدعاء ما اطیب۔

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے نماز جنازہ میں کوئی متعین دعا اور متعین قرآن  
کا پڑھنا مخصوص نہیں کیا ہے، اچھی سے اچھی جو دعا ہے اس کو پڑھو۔  
اس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کو بطور دعا بھی پڑھا جاسکتا ہے اسلئے کہ بقول حضرت

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بہترین اور جامع ترین دعا ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔

اب تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کرنا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا بطور تلاوت مسنون ہے حقائق کی روشنی میں صحیح نہیں ہے، اور بخاری شریف اور نسائی شریف کی اس بارے میں جن روایتوں کو انھوں نے اپنا استدلال قرار دیا ہے ان کا قطعاً وہ مطلب نہیں ہے جو انھوں نے سمجھا ہے اور حتیٰ اور صحیح بات یہی ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو بطور تلاوت کرنا آنحضور سے یا خلفاء راشدین سے یا کبار صحابہ اور جمہور مسلمین سے ثابت نہیں ہے، ہاں سورہ فاتحہ کو ثنا کی جگہ پر بطور حمد و ثنا یا بطور دعا پڑھا جاسکتا ہے اس کا کوئی سنکر نہیں ہے اور یہی احادیث کا بھی مسلک ہے۔ (۱)

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا جو یہ مسلک ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ بطور تلاوت پڑھنا مسنون نہیں ہے تو اس کے دلائل کیا ہیں، تو پہلے یہ معلوم کر لیجئے

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت پر غل میں ایک اشکال یہ بھی ہے کہ ان کی روایات میں الگ الگ بات ہے، بخاری کی روایت میں صرف سورہ فاتحہ کا ذکر ہے کسی اور سورہ کا ذکر نہیں ہے، نیز اس میں جہر کا لفظ بھی نہیں ہے، نسائی شریف کی انھیں کی روایت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ایک مزید سورہ کا بھی ذکر ہے، اور اس میں جہر و اسمعنا کا لفظ بھی ہے کہ زور سے پڑھا اور ہم کو سنایا، نسائی شریف کی دوسری روایت میں صرف سورہ فاتحہ کا ذکر ہے اس میں جہر و اسمعنا کا لفظ بھی نہیں ہے، یہ سب روایتیں حضرت عبداللہ بن عوف ہی کے طریق سے ہیں، اب واللہ اعلم اس میں سے کون سی روایت صحیح ہے اس کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ محدثین کی اصطلاح میں اس طرح کی روایت مضطرب کہلاتی ہے جو قابل حجت و استدلال نہیں ہوتی ہے۔

نور الدین نور اللہ غفلی

کہ نماز جنازہ عام غاروں کی طرح سے کوئی نماز نہیں ہے کہ اس میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنون یا واجب ہو، حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کا مقصود میت کیلئے دعا کرنا ہے، فرماتے ہیں و مقصود الصلوٰۃ علی الجنائزۃ هو الدعاء للمیت۔ یعنی نماز جنازہ کا مقصود میت کیلئے دعا کرنا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ و انہما اشترعت الصلوٰۃ علی المیت لان اجتماع امتہ من المومنین شافعین للمیت لما تاتین بلیغ فی نزول الرحمتہ علیہ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۲)۔ یعنی میت پر نماز اسلئے مشروع ہوئی ہے کہ اہل ایمان کی ایک جماعت کا میت کی شفاعت کیلئے جمع ہونا اللہ کی اس پر رحمت کے نازل ہونے کیلئے بڑا موثر ذریعہ ہے۔

غرض نماز جنازہ میت کی شفاعت کی دعا اور اس کی بخشش کی دعا کیلئے ہے، جب کہ نماز پنجگانہ کا مقصود اللہ سے مناجات اور اس کے دربار میں پانچ وقت کی حاضری اپنی تجدیت کا اظہار ہے، اور یہی وجہ ہے کہ نماز پنجگانہ تو ہر عاقل بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے اور مردوں کیلئے نماز باجماعت مسجد میں پڑھنے کی تاکید ہے جبکہ نماز جنازہ سب پر پڑھنا فرض نہیں ہے۔ یہ نماز فرض کفایہ ہے کچھ لوگوں نے پڑھ لیا تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جاتا ہے، اور چونکہ دونوں نمازیں الگ الگ اور ان کا مقصود بھی الگ الگ ہے اس وجہ سے ان کے احکام بھی الگ الگ ہیں اور ان کا طریقہ بھی الگ الگ ہے، نماز جنازہ کس طرح سے پڑھی جائیگی تو اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ملاحظہ ہو جس کو امام مالک نے اپنی کتاب مؤطایں ذکر کیا ہے۔

حضرت سعید اپنے والد حضرت ابوسعید سے ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ بخدا میں تم کو اس کا طریقہ بتلاؤں گا۔ میں گھر والوں کے ساتھ جنازہ میں شریک ہوتا ہوں، جب جنازہ نماز کیلئے رکھا جاتا ہے تو میں بکیر کہتا ہوں اور اللہ کی حمد

و ثنا کرتا ہوں، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں، پھر میں یہ دعا،  
پڑھتا ہوں اللہم انما عبدک و ابن عبدک الخ

اس روایت میں جو بالکل صحیح روایت ہے اور نماز جنازہ کا حضرت ابو ہریرہؓ نے  
طریقہ بتلایا ہے ناظرین دیکھ لیں اس میں کہیں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔  
موطا ہی میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بارے میں ان کے شاگرد حضرت نافعؓ فرماتے  
ہیں۔ ان عبد اللہ کان لا یقرأ فی الصلوة علی الجنائزۃ یعنی نماز جنازہ میں  
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔

بدائع صنائع میں ہے۔ دوی عن عبد الرحمن و ابن عمر انہما  
قال لیس فیہا قرأۃ شئی من القرآن (ص ۲۱۳) یعنی حضرت عبد الرحمن بن عوف  
رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں قرآن سے کچھ پڑھنا نہیں ہے۔  
مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ سے یہ روایت ہے۔

عن علیؓ انما کان اذا صلی علی میت یبدأ بحمد اللہ ویصلی علی  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقول اللہم اغفر لایہائنا و امواتنا و  
الغائبین قلوبنا و اصلح ذات بینتنا و اجعل قلوبنا علی قلوب خیارنا۔  
(ص ۱۹۵) یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا کرتے  
پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر یہ دعا پڑھتے اللہم اغفر لایہائنا  
وامواتنا الخ

دونتہ میں ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ  
و حضرت عبید بن قیسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت انازل  
بن اسقعؓ، حضرت قاسمؓ، حضرت سالم بن عبد اللہؓ، حضرت ابن مسیبؓ، حضرت ربیعہ  
حضرت عطاءؓ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ یہ تمام اجلار و کبار صحابہ و تابعین  
لم یکنوا یقرأون فی الصلوة علی المیت نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھا

کرتے تھے۔ (ص ۱۶۱-۱۶۲)

حضرت امام شعبی جن کی ملاقات پانچ مہابی سے ثابت ہے ان کے بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ وہ نماز جنازہ کے بارے میں فرماتے تھے۔

پہلی تکبیر میں اللہ کی حمد اور ثنا کی جائیگی، دوسری میں درود شریف اور تیسری تکبیر میں میت کیلئے دعا کی جائیگی اور چوتھی تکبیر سلام کیلئے ہوگی۔

حضرت ابراہیم نخعی حضرت حماد حضرت عطار حضرت طاؤس حضرت بکر بن عبد اللہ، حضرت ابوالعالیہ وغیرہ جلیل القدر تابعین میں سے کوئی ایک بھی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا قائل نہیں تھا جس کی پوری تفصیل مصنف ابن ابی شیبہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اس تفصیل سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا قرآن کا کچھ حصہ پڑھنے کا عموماً رواج نہیں تھا اور نہ قرآن کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعارف سنت تھی ورنہ غیر ممکن تھا کہ یہ سنت حضرت عمر حضرت علی جیسے اہلار صحابہ اور خلفاء راشدین میں سے مخفی رہتی اور حضرت ابن عمر جیسا سنت کا شدید دشمن یہ کہتا کہ نماز جنازہ میں قرآن کی قرأت و تلاوت نہیں ہے۔

انہیں دلائل کی روشنی اور انہیں اکابر صحابہ و کبار تابعین کی تقلید و اتباع میں حضرت مالکیہ اور حضرات اخلاف کا عمل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا قرآن کا کوئی حصہ بطور تلاوت مشروع و مسنون طریقہ نہیں ہے، ہاں سورہ فاتحہ یا قرآن کا کوئی اور حصہ بطور ثناء دعا کے پڑھا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابو امامہ کی روایت کا تقاضا ہے۔

البتہ زور سے نمازیں نہ دعا پڑھنی ثابت ہے اور نہ سورہ فاتحہ یہ غیر متقلدین کا بالکل تنازعہ ہے اور شیعوں کی اقتدار اور ان کی تقلید ہے، تمام اہلسنت نماز جنازہ میں جو کچھ پڑھتے ہیں آہستہ پڑھتے ہیں اور اسی کا ثبوت صحیح حدیث سے ہے، نماز جنازہ زور سے پڑھنا یہ شیعوں کا مذہب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ

جو ایک دفعہ زور سے پڑھا تھا اس کی وجہ انھوں نے خود حدیث میں بتلادی تھی کہ لتعلموا  
 انتھاسنتہ تاکہ تم لوگ جان لو کہ سورہ فاتحہ کا بطور حمد و ثنا پڑھنا بھی نماز جنازہ کا ایک  
 طریقہ ہے نہ یہ کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا دعا یا کوئی اور چیز کا زور سے پڑھنا مسنون  
 ہے، بطور تعلیم خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض ان چیزوں کا جن کا سرّاً پڑھنا  
 مسنون ہے کبھی ان کا جہراً پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اب اگر ان احادیث کے پیش نظر  
 کوئی ان کو سرّاً کی جگہ جہراً ہی پڑھنا شروع کر دے تو حدود شرع سے تجاوز کرے یہ تو  
 ہوگا۔

۳۹ کا بقیہ :

لکھتے لکھتے جب قلم کا مسافر تھک جاتا تو قلم رکھ کر یہ شعر پڑھتے

لئن کان هذا الدمع یجری صبا بآ

علی غیر سعدی فہود مع مضیع

۶۷۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ بعد میں اندازہ لگایا گیا تو چار کاپیاں روزانہ کے

حساب سے تالیفی رفتار پر ہی

محمد اجمل مفتاحی مونس ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

پیش کردہ

نور الدین نور اللہ الاعظمی

ارشادات

حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی

اعترض کرنا آسان ہوتا ہے، کام مشکل ہوتا ہے

(۱) ایک دوست مجھ سے کہنے لگے امام ابو حنیفہ چالیس سال تک عبادت کرتے رہے تو وہ بیوی کے حقوق کیسے ادا کئے ہوں گے؟

میں نے کہا کہ آپ امام ابو حنیفہ کی بیوی ہیں یا انکی بیوی کے وکیل ہیں، آپ کو اس کی فکر کیوں ستا رہی ہے، امام ابو حنیفہ پر اعتراض تو وہ کرے جس کا حق ضائع ہوا ہو، کیا امام صاحب کی بیوی نے کبھی یہ فرمایا تھا کہ میرا حق پورا نہیں ہوتا ہے، تو بیوی کو تو اعتراض نہیں ہوا، اور آپ کو بیوی کا حق ضائع ہونے کا خیال ستا رہا ہے۔

اچھا بتائیے کہ امام صاحب کی اولاد ہوئی تھی یا نہیں؟ اگر امام صاحب کی اولاد ہوئی تھی تو یہ بیوی کا حق ادا کئے بغیر کیسے ہوئی؟

اعتراض کرنا بہت آسان ہے، مگر کام کرنا مشکل ہے، امام ابو حنیفہ جیسی عبادت کی جسے توفیق میسر نہیں ہوتا ہے، تو اسے اعتراض سوچتا ہے اور امام ابو حنیفہ کی بیوی کی فکر اسے ستاتی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب صادق اور امین تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے امین تھے کہ کافر بھی اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے، امام صاحب کا جس دن انتقال ہوا اس دن پانچ لاکھ کی امانتیں لوگوں کی آپ کے پاس گھریں پڑی ہوئی تھیں۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ امام صاحب کی امانت پر وہ اعتراض کرتا ہے جو اس

لائق نہیں ہے کہ لوگ اس کے پاس پانچ روپے بھی امانت رکھیں۔

## امام کی تقلید دراصل خدا و رسول کی اطاعت ہے

۲۔ اما کالفظ جو آپ روزانہ استعمال کرتے ہیں کبھی آپ نے اس پر غور کیا ہے؟ ابھی آپ نے عشا کی نماز باجماعت ادا کی ہے، تو مصلیٰ پر امام ایک تھا یا چار، ایک ہی تو تھا، کبھی آپ کے دل میں یہ شک گزرا کہ ہم نے اس کی تقلید میں جو نماز پڑھی ہے وہ اللہ کیلئے نہیں اس امام کیلئے پڑھی ہے، آپ نے رکوع امام کیلئے کیا ہے، آپ نے سجدہ امام کیلئے کیا ہے؟ امام نے رکوع کیا تو آپ نے رکوع کیا، امام کے سجدہ کرنے پر آپ نے سجدہ کیا مگر کبھی آپ کے دل میں یہ دوسوہ نہیں گزرتا کہ آپ رکوع امام کیلئے کر رہے ہیں، سجدہ امام کیلئے کر رہے ہیں، بلکہ آپ سمجھتے ہیں کہ امام کی تابعداری اور تقلید میں جو رکوع کیا ہے وہ اللہ کیلئے امام کی تقلید میں جو سجدہ کیا ہے وہ اللہ کیلئے ہے، امام کی اقتدار میں جو نماز پڑھی ہے وہ اللہ کیلئے ہے۔ اب اگر کوئی جاہل کہے کہ امام کی تقلید میں جو رکوع کیا گیا ہے جو سجدہ کیا گیا ہے جو نماز پڑھی گئی ہے، وہ اللہ کیلئے نہیں ہے وہ امام کیلئے ہے وہ شرک ہے تو آپ اسے کیا کہیں گے، اس کی جہالت کا ردنا روئیں گے یا نہیں؟ آپ کہیں گے کہ یہ آدمی نہیں شیطان ہے، جو لوگوں کے ذہنوں میں غلط دوسوہ ڈال رہا ہے۔

اسی طرح جب کوئی آدمی کسی فقہ کے امام کی تقلید کرتا ہے تو وہ دین پر عمل اللہ کے لئے کرتا ہے، اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے، امام کو اس نے صرف واسطہ اور ذریعہ بنایا ہے اسلئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دین کا علم ان کو ہم سے زیادہ ہے، ہم خود سے قرآن و حدیث سمجھیں گے تو مگر اسی کے راستے پر جا پڑیں گے۔

(۳) آپ امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو اس کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے، تنہا نماز پڑھیں گے ثواب کم ملے گا، حالانکہ دونوں نمازیں آپ نے اللہ کیلئے پڑھی ہیں، مگر گھر میں سجدہ کریں تو ثواب کم، امام کے ساتھ سجدہ کریں تو ثواب



زیادہ ، تو امام کے پیچھے چلنے کا ثواب کون بڑھا رہا ہے ، اللہ نے بڑھایا یا کسی اور نے ؟ تو امام کے پیچھے ہونے کی قیمت اللہ بڑھا رہا ہے ، امام کے پیچھے ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں ، امام ابوحنیفہ کے ساتھ مل کر ہم خدا کی اطاعت کرتے ہیں ۔

### عجیب بات

(۴) عجیب بات یہ ہے کہ امام صاحب نے دونوں دور پائے ہیں ، اموی دور بھی اور عباسی دور بھی ، اموی حکومت نے آپ کو کوڑے لگوائے ، عباسیوں نے آپ کو زہر دیکر شہید کیا ، وجہ کیا تھی ؟ حکومتیں نہیں چاہتی تھیں کہ امام صاحب کی فقہ اتنی پھیل جائے اور ان کا اثر رسوخ ہو جائے لیکن فقہ حنفی زمانے کی ضرورت تھی ، جس طرح مدرس کو نقصان کی ضرورت ہے ، قاضی کو فیصلوں کی ضرورت تھی ، حکومت کی مخالفت کے باوجود ہر سجد میں فقہ حنفی پہنچ رہی تھی ، ہر عدالت میں فقہ حنفی پہنچ رہی تھی ہر جگہ فقہ حنفی پہنچ رہی تھی ، حکومتیں مخالفت کر رہی تھیں ، مگر فقہ حنفی پھیل پھیل کر ساری دنیا میں پہنچ رہی تھی ۔

### امام صاحب کا استغفار

(۵) ایک دفعہ خلیفہ نے کہا کہ امام صاحب کو پیسے بھیجے جائیں ، امام صاحب کو پتہ چلا ، آپ نے خادم سے کہا کہ جب لوگ پیسہ لے کر آئیں تو کہہ دینا امام صاحب آج بات نہیں کریں گے ، خلیفہ کا آدمی ہزار روپیہ لے کر آیا ، امام صاحب خاموش رہے وہ رکھ کر چلا گیا ، اس کے جانے کے بعد امام صاحب نے ایک پرچی لکھ کر اس میں رکھ دی کہ یہ خلیفہ کی امانت ہے ، اور بیٹے کو وصیت فرمادیا کہ جب میرا انتقال ہو جائے ، جیسے باقی امانتیں واپس کر دو گے ویسے ہی یہ خلیفہ کی امانت بھی واپس کر دینا ۔

امام صاحب نے دو وصیتیں فرمائی تھیں ایک یہ کہ مجھے اس قبرستان میں مت دفن کرنا ، دوسرے یہ کہ ہزار روپیہ واپس کر دینا ، تو جب وہ ہزار روپیہ لے کر پہنچا اور پیش کیا تو ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ اماں صاحب نے یہ وصیت کی ہے کہ اس قبرستان میں دفن نہ کرنا یہ غضب کیا ہوا ہے تو خلیفہ منہ زور کہتا ہے امام صاحب تم جب زندہ تھے تب بھی ہم تم سے بچ نہیں سکتے تھے اب

مر جانے کے بعد بھی تم نے ہمیں معاف نہیں کیا۔ اب تمہاری یہ وصیت قیامت تک زندہ رہے گی اور ہماری بددیانتی ہمیشہ کیلئے باقی رہے گی۔

### فقہ حنفی اپنی قوت اور صلاحیت سے پھیلی ہے

(۶) آپ نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے جس کا رعب دبدبہ ہو جائے حکومت اس کو دبانے کی کوشش کرتی ہے کہ ہمیں یہ حکومت کیلئے مسئلہ نہ بن جائے۔ حکومت اس کے خلاف ہوتی ہے۔ اموی حکومت اور عباسی حکومت دونوں امام صاحب کے خلاف تھیں، امام صاحب حکومت سے ہمیشہ کنارہ کش تھے۔

مگر غیر مقلدین پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ فقہ حنفی حکومت کے ذریعہ پھیلی ہے، پروپیگنڈہ اسی طرح کا ہے جیسے کانگریز کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔

اسلام اپنی قوت اور صلاحیت سے پھیلا ہے، فقہ حنفی اپنی قوت اور صلاحیت سے

پھیلی ہے۔

### کب کسی حنفی نے کہا ہے کہ وہ بلا سورہ فاتحہ نماز پڑھتا ہے

بخاری شریف میں ہے کہ بلا سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی ہے، تو ہم نے کسی دن کہا ہے

کہ ہم بغیر سورہ فاتحہ کے نماز پڑھتے ہیں۔ جو ہم کہتے ہیں وہ دیکھو، جیسے روایات میں ہے لا اجماعاً الا بخطبتہ کہ جمعہ کے بغیر خطبہ نہیں ہوتا، کیا آپ سب لوگ خطبہ پڑھتے ہیں؟ ہم جب نہیں پڑھتے صرف امام خطبہ پڑھتا ہے تو کیا آپ باہر جا کر کہتے ہیں کہ ہم بغیر خطبہ کے نماز پڑھ کر آئے ہیں؟ نہیں بلکہ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے خطبہ والا جمعہ پڑھا ہے، اذان سے صرف مؤذن دیتا ہے، مگر سارے مصلیٰ یہی کہتے ہیں کہ ہم نے اذان والی نماز پڑھی ہے، اقامت صرف ایک آدمی کہتا ہے، مگر آپ سب کہتے ہیں کہ ہم نے اقامت والی نماز پڑھی ہے، تو جس طرح خطبہ سارے مصلیوں کی طرف سے پڑھا ہے، ایک کی اذان سارے مصلیوں کی طرف سے ہوتی ہے ایک کی اقامت سب کی طرف سے ہوتی ہے، امام کا سترہ سارے مصلیوں کا سترہ کہلاتا ہے اسی طرح امام کی قرائت سارے مصلیوں کی طرف سے ہوتی ہے، یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں بلکہ اللہ کے

پاک پیغمبر نے فرمایا ہے من کان لہ امام فقراً لا قسا آلا جو امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو امام کی طرف سے پڑھی ہوئی فاتحہ اور سورت اس کی طرف سے بھی ہو جاتی ہے۔ ہاں غیر مقلدین کے ذمہ یہ ہے کہ وہ بتلائیں کہ امام کی قرأت معطل کی طرف سے ایک سو تیرہ میں ہو جاتی ہے تو ایک سو چودہ میں کیوں نہیں ہوگی غیر مقلدین بھی امام کے ساتھ ایک سو تیرہ سورتیں نہیں پڑھتے ہیں۔

## ایک واقعہ

(۸) ایک لڑکا میرے پاس آیا کہ یہ غیر مقلد لوگ مجھ کو بہت تنگ کرتے ہیں کہ تمہاری نماز فقہ والی ہے حدیث والی نہیں ہے، تمہاری نماز نہیں ہوتی، ذرا آپ ان سے بات کر لیں۔

میں نے کہا کہ ان کا مقصد یہی تو ہے کہ تم اہل حدیث بن جاؤ، تم جا کر ان سے کہو کہ میں اہل حدیث ہونے آ گیا ہوں، مگر سچا اہل حدیث بننا چاہتا ہوں، جس دن تکبیر اولیٰ سے سلام تک حدیث سے نماز سکھلا دو گے میں اہل حدیث بن جاؤں گا۔ آپ ابھی سکھلا دیں ابھی بنیاد لگاؤ آپ سال کے بعد سکھلا دیں میں سال کے بعد آ جاؤں گا لیکن اتنی مدت غلط نماز پڑھوں گا تو گناہ آپ کو ہوگا۔

کہنا کہ میں اکثر نماز اکیلا پڑھتا ہوں اکیلا تکبیر تحریمہ اونچی کہے یا آہستہ اس کی حدیث سنادو، چار دن کے بعد وہ لڑکا میرے پاس آیا کہنے لگا کہ مولوی صاحب پہلے وہ میرے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اب میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتا ہوں، میں کہتا ہوں جس دن تم مجھے پوری نماز حدیث سے سنادو گے اہل حدیث ہو جاؤں گا، مجھ سے حلیفہ بیان لے لو، اسٹام لکھوا لو، اور میں ان سے پہلے یہی پوچھتا ہوں کہ اکیلا نماز پڑھنے والا تکبیر اولیٰ اونچی آواز سے کہے گا یا آہستہ، وہ اس کا جواب نہیں دیتے، لڑ پڑتے ہیں، ان کے مدرسہ فون کرتا ہوں تو گالیاں دیتے ہیں، میں اہل حدیث بننا چاہتا ہوں، مگر وہ مجھے اہل حدیث نہیں بناتے، میں ان کو گالیاں نہیں دیتا ہوں وہ مجھے گالیاں دیتے ہیں، یہ نہیں بات کیا ہو گئی۔

## حرین مقدرین کا امام و خطیب کبھی کوئی غیر مقلد نہیں تھا

(۹) ایک کہنے لگا ابی اللہ کا شکر ہے آٹھ سو سال تک حرین میں چار سلسلے رہے، اب ایک ہو گیا ہے، میں نے کہا جب چار تھے اس وقت بھی تمہارا کوئی نہیں تھا اب ایک ہے تو تمہارا اب بھی نہیں ہے۔

جب چار تھے تو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی تھے، اب ایک ہے تو حنبلی ہے، عباسی دور میں سب ائمہ حرم حنفی رہے ہیں، پانچ سو سال میں ایک امام بھی غیر مقلد نہیں تھا، عباسی دور کے بعد خوارزمی رہے دو سو سال سلجوقی رہے وہ بھی کٹر حنفی تھے اس کے بعد پانچ سو سال خلافت عثمانیہ رہی، ترکی خلافت، وہ سب کے سب حنفی تھے، تو حنفیوں کے امام اور خطیب تو حرم پاک میں بارہ سال تک امامت اور خطابت کی خدمت انجام دیتے رہے، مگر بارہ سو سال کی پوری مدت میں ایک غیر مقلد بھی حرین شریعتین کا امام اور خطیب نہیں ہوا۔ یہاں ایک فرق بھی سمجھیں، بڑوں کے حوصلے بھی بڑے ہوتے ہیں، حنفی چونکہ بڑی جماعت تھی انھوں نے چھوٹوں کی بھی رعایت کی اور ان کے مصلیٰ بھی بچھوادیے، حنفی کے ساتھ مالکی مصلیٰ بھی تھا، شافعی بھی تھا، حنبلی بھی تھا، بڑوں نے سب کی رعایت کی ان کا حوصلہ بڑا تھا۔ جب چھوٹے آئے انھوں نے سب کے مصلیٰ اکٹھا دیے صرف اپنا باقی رکھا، بڑے اور چھوٹے کے حوصلے کا یہ فرق ہے۔

## ختم ناتمہ کا واقعہ

(۱۰) آخری عشرہ میں ختم قرآن ہوتا ہے، اور بعض جگہوں پر تقریریں بھی ہوتی ہیں، میری بھی ایک جگہ تقریر تھی، ساتھ ہی قریب غیر مقلدین کی ایک مسجد ہے، وہ میرے ساتھ لگے ہوئے تھے کہنے لگے آج ہماری یہاں ختم قرآن ہے، آپ بھی شرکت کریں، میں نے کہا کہ ختم قرآن یا ختم فاتحہ، میں نے کہا کہ آپ نے تو فاتحہ پڑھی ہے قرآن تو اکیلے امام نے پڑھا ہے، دعا یوں کرنی چاہئے یا اللہ امام صاحب کا پورا قرآن اور ہماری سورہ فاتحہ قبول کرنا، کہنے لگے کہ نہیں جی ہوا! میں نے پڑھی وہ ہماری طرف سے بھی ہو گیا، میں نے کہا کہ تو صرف سورہ فاتحہ کا کیا قصور ہے کہ وہ امام پڑھے تو آپ کی طرف سے نہیں ہوتی، ایک سو تیرہ سو تیس ہو جاتی ہیں اور ایک سو نہیں ہوتی۔

خط اور اس کا جواب

## کیا ابن تیمیہ تقلید کے منکر تھے؟

محرمی حضرت مولانا مدیر زمزم مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

طالب خیر بعا فیت ہے، رد غیر مقلدیت میں آپ کی کتابیں پڑھنے کی توفیق حاصل ہوئی اور اب پابندی سے زمزم کا مطالعہ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، ہمارے اطراف میں بہت سے لوگ غیر مقلدین کے پروپیگنڈہ سے متاثر تھے، آپ کی کتابیں اور زمزم کے مطالعہ کے بعد الحمد للہ الحمد للہ غیر مقلدیت کی حقیقت سے آگاہی ہوئی اور متاثرین کا تاثر زائل ہوا، لمحہ فکر یہ اور سبیل الرسول پر ایک نظر بڑی دلچسپ کتابیں ہیں، دائری کا بھی جواب نہیں، آئینہ غیر مقلدیت کے غیر مقلدین کے عقائد کا علم ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو باصحت و باعافیت اور حاسدوں کے حسد اور شریکینوں کی شرارت سے ہر طرح حفاظت فرمائے۔

حضرت والا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وہ تقلید کے منکر تھے اور ان کا مذہب و عقیدہ بھی وہی تھا جو ہم الحمد للہ (غیر مقلدوں) کا ہے، اس دعویٰ میں کتنی صداقت ہے، براہ کرم اس سے آگاہ کریں۔

والسلام خاکسار

حی الدین چمپارنی چمپارن (بہار)

من حزام! شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ تقلید کے

منکر تھے، انتہائی درجہ جہالت کی بات ہے، کوئی غیر مقلد اس کو دلائل سے ثابت نہیں کر سکتا

ان کے فتاویٰ کی تیس سے زائد بھی جلدیں گواہ ہیں کہ وہ شرعی و فقہی مسائل کے بیان میں ائمہ اربعہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں، اور ان کے مذہب پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں، یہ ضرور ہے کہ وہ کسی ایک مذہب کے مقلد نظر نہیں آتے مگر مطلق تقلید کا انکار ان سے ثابت نہیں کیا جاسکتا، فقہی مسائل میں عام طور پر وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا قول اختیار کرتے ہیں، اور اس کا ان کو حق ہے، اس وجہ سے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ علم و فضل کے اس مقام پر تھے کہ وہ کسی ایک امام کی تقلید نہ کریں، البتہ چونکہ وہ خود مجتہد مطلق نہیں تھے اس وجہ سے عام مسائل میں وہ اجتہاد سے بچتے تھے، اور جہاں انہوں نے اجتہاد کرنے کی ہمت کی امت مسلمہ نے ان کا اجتہاد رد کر دیا، مثلاً انہوں نے ائمہ اربعہ کے خلاف یہ اجتہاد کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار ہوگی، تو امت نے سوائے چند آزاد فکروں کے ان کا یہ اجتہاد رد کر دیا۔ اور ابن تیمیہ کا یہ قول شاذ قرار پایا، اسی طرح انہوں نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو حرام قرار دیا، تو امت نے اس کو بھی رد کر دیا، اور ابن تیمیہ کا یہ قول نہایت قبیح قول قرار پایا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ وہی من البشع المسائل المنقولة عن ابن تیمیة (ص ۶۶۳) یعنی ابن تیمیہ سے جو (شاذ مسائل) منقول ہیں ان میں یہ قبیح ترین مسئلہ ہے، پھر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فانہا من افضل الاعمال واجل القربات الموصلة الى ذی الجلال و الانوار مشر و عیتہا عل جماع بلانزع (ایضاً) یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت افضل اعمال میں سے ہے اور عظیم تر ثواب کا کام ہے، یہ وہ عمل ہے کہ جو اللہ تعالیٰ تک بندوں کو پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ قبر شریف کی زیارت کا مسئلہ بلا کسی اختلاف کے جماعی ہے۔ بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ عموماً فقہی و شرعی مسائل میں ائمہ اربعہ کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے تھے اور انہیں کے اقوال میں سے کسی قول کو اختیار کرتے تھے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ اور جب انہوں نے کہیں خود اجتہاد کرنے کی جرأت کی تو وہ راہ صواب سے دور ہو گئے اور امت نے ان کے قول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

اندازہ لگائیے کہ اجتہاد کے دم خم کا دعویٰ کرنا کتنا مشکل ہے، مجتہد ہونا بچوں کا کھیل نہیں ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو بھی یہ مقام حاصل نہیں تھا، ہماری اور آپ کی کیا حقیقت ہے۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

غیر مقلدین حضرات ابن تیمیہ سے جو محبت کا دم بھرتے ہیں اس کی حقیقت بس اتنی ہے کہ جو ابن تیمیہ کے شاذ مسائل ہیں جن کو امت مسلمہ نے بالاتفاق رد کر دیا ہے، یہ غیر مقلدین ائمہ اربعہ اور تمام فقہاء و محدثین کی ضد میں انھیں مسائل میں ابن تیمیہ کو اپنا مقتدی اور پیشوا بنائے ہوئے ہیں، مثلاً غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوگی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کو ناجز ہے، ابن تیمیہ کا مسلک ہے کہ اللہ کے لئے جہت ہے۔ غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے، حالانکہ جمہور امت مسلمہ اس کے قائل نہیں ہیں، اسی طرح کے ابن تیمیہ کے جو شاذ اور مردود مسائل ہیں غیر مقلدین کی ان مسائل میں ابن تیمیہ سے موافقت ہے، ورنہ دین و شریعت کے بیشتر مسائل میں ابن تیمیہ کی راہ الگ ہے، اور غیر مقلدین کی راہ الگ ہے، خطا کے جواب میں اس کو بہت تفصیل سے تو نہیں لکھا جاسکتا، چند باتیں پیش خدمت ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ شرعی مسائل میں ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کا راستہ الگ الگ ہے، اور غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مسلک و عقیدہ پر ہیں، بالکل غلط باطل اور بے بنیاد ہے۔ دیکھئے۔

(۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک جمعہ میں اذان عثمانی سنت ہے اور اس کا منکر سفت صحابہ کا منکر ہے، اور یہ اذان غیر مقلدین کے مذہب میں شرعی اور سنون اذان نہیں ہے۔

(۲) شیخ الاسلام کے نزدیک بیس رکعت تراویح بھی سنون بلکہ حضرت عمر کے زمانہ سے وہی سنون ہے، اس لئے کہ بیس رکعت پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا جبکہ غیر مقلدین کو بیس رکعت تراویح سے سخت چڑھ ہے۔

(۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک مقتدی پر چہری نمازیں سورہ فاتحہ کا پڑھنا جائز نہیں بلکہ خاموش رہنا اور کان لگا کر امام کی قرأت کو سنا دینا واجب ہے، اور غیر مقلدین کے مذہب میں چہری نمازیں بھی مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(۴) شیخ الاسلام کے نزدیک ضرورۃً نقل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والوں کی نماز ہوگی۔ اور غیر مقلدین مطلقاً اس کو جائز کہتے ہیں۔

(۵) شیخ الاسلام کے نزدیک امامت کا حقدار اعلم ہے، اور غیر مقلدین کے نزدیک ہر حال میں امامت کا حقدار قرآن زیادہ پڑھنے والا ہے۔

(۶) شیخ الاسلام کے نزدیک خلفائے راشدین کا عمل مسنون ہے جبکہ غیر مقلدین اس کے منکر ہیں۔

(۷) غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ شادی کے بعد صرف خلوتِ مہیجہ سے مہر واجب نہ ہوگی اور ابن تیمیہ کا مذہب ہے کہ شوہر پر پوری مہر واجب ہو جائے گی۔

(۸) غیر مقلدین کا مذہب ہے ہر شخص کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور ابن تیمیہ کا مذہب ہے کہ صرف اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کو بلا نماز دفن کر دیا گیا ہے۔

(۹) غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ صرف دو آدمی سے ہی (ایک امام ایک مقتدی) جمع ہو جائے گا شیخ الاسلام کا مذہب اس کے خلاف ہے۔

(۱۰) غیر مقلدین کی کتاب عرف الجاوی میں لکھا ہے کہ شراب کا سرکہ اگر خود بن گیا ہو تو جائز ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس کو جائز نہیں کہتے۔

میں نے عرض کیا کہ خط میں زیادہ تفصیل نہیں کی جاسکتی ہے، بہر حال تلمذِ عشقِ کاملہ کو سامنے رکھ کر میں نے یہ دس مثالیں دی ہیں ان سے اندازہ لگالیجئے کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کتنا غلط ہے کہ ان کا عقیدہ و مذہب درہی ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ہے۔

نقطہ والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

احقر نور الدین نور اللہ الاعظمیٰ عرض کرتا ہے کہ مولانا غازی پوری نے غیر مقلدین اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مابین عقیدہ و مذہب کے اختلاف کی جو مثالیں دی ہیں ان میں حوالوں کا اہتمام نہیں کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دسوں مثالوں کے حوالے ابن تیمیہ کے کلام سے



درج کر دیئے جائیں۔ مثالوں میں نمبرات کی ترتیب سے حوالوں کی ترتیب درج ہے۔

(۱) دیکھو کتنا اختلاف ۲۷ اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں: جب حضرت عثمان نے اس اذان کو بطور سنت جاری کیا اور اس پر سارے مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تو یہ اذان شرعی ہو گئی۔

(منہاج السنہ ۱۹۲)

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں، لوگوں کا رمضان میں تراویح کے عدد کے بارے میں اختلاف ہے، سو یہ ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر، تو بہت سے علماء اسی کو سنت قرار دیا اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب نے بیس رکعت تراویح مہاجرین اور انصار کے بیچ پڑھائی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا (فتاویٰ ۱۱۳)

(۳) قرآن کی قطعی دلیل قائم ہے کہ نمازیں مقتدی کو کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ (فتاویٰ ۲۶۲)

(۴) دیکھو فتاویٰ شیخ الاسلام (۲۲۸)

(۵) شیخ الاسلام فرماتے ہیں، اگر دو آدمی ہوں اور دونوں دیندار تو ان میں سے جو کتاب و سنت کا واقف کار زیادہ ہوگا امامت کیلئے متعین طور پر اسی کو مقدم کیا جائے گا۔

(فتاویٰ ۲۳)

(۶) ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ فتنۃ الخلفاء الراشدین ہی مہم اہل اللہ سے اور رسولہ و علیہ اادلہ شرعیہ تا کثیرۃ۔ (فتاویٰ ۱۸) یعنی خلفائے راشدین کی سنت وہ چیز ہے جس کا حکم خدا و رسول نے دیا ہے اور اس پر بہت سے شرعی دلائل قائم ہیں۔ (۷) نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں، نیت دلیل بر وجوب ہر کامل بجز خلوت و تمسک بنیر دلیل حلال نیت (ص ۲۶ عرف الجاوی)

یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ محض خلوت کی وجہ سے کامل ہر واجب ہوگی اور بلا دلیل بات سے استدلال کرنا اور تمسک کرنا یہ حلال نہیں ہے۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ بل علیہ کمال المہم کہا قال خوارزمی وقضی الخلفاء

الاشداف والائمة المہدایون - (فتاویٰ مہدیہ ۱۹۴/۳۲۶)

یعنی شوہر پر کامل ہر واجب ہوگی جیسا کہ خلفاء راشدین اور ائمہ نے اسی پر فیصلہ کیا ہے۔  
(۸) ابن تیمیہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں: سچ بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے شہر میں فوت ہو جہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔  
..... البتہ جس کا جنازہ پڑھا جا چکا اس کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

(منہج ۵۲/۱ زاد المعاد)

(۹) دیکھو فتاویٰ مہدیہ ۱۸۴/۲

(۱۰) عرف الجادی میں ہے: سرکہ ساقن خمر اور است اگر از خود سرکہ گرد جائز باشد۔  
(منہج) یعنی شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں لیکن اگر شراب خود بخود سرکہ ہو جائے تو جائز ہوگا۔  
اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

قیل لایجوزنا بحال دھذا اھوالصحیح (فتاویٰ مہدیہ ۲۸۲/۲)

یعنی شراب کے سرکہ کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ وہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

اور یہی صحیح ہے۔

نور الدین نور اللہ الاعظمی

محمد اجمل مفتاحی مؤناتھ بھنجن یوپی انڈیا

## امام نوویؒ

قدرت کے کرشمے دیکھئے کہ وہ نووی جن کے ساتھ بستی نوا کے بچے کھیلنا پسند نہیں کرتے تھے اور وہ بچوں کی نفرتوں کی وجہ سے روتے اور بھاگتے تھے۔<sup>۱</sup> صحیح مسلم کے ایسے عظیم شارح اور ساتویں صدی کے وہ جلیل القدر محدث بنے جو سالہا سال دارالحدیث اشرفیہ (شام) میں درس دیتے رہے اور جہاں شیخ تقی الدین سبکی اس تمنائیں جگہ جگہ سجدہ ریز ہوتے کہ شاید انکی پیشانی ایسی جگہ پڑ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔<sup>۲</sup> اپنے علاقے دمشق اگر مدرسہ رواجیہ میں پڑھنے لگے، تعلیم کے زمانہ میں محنت اور جدوجہد کا یہ عالم تھا کہ کہتے تھے دو سال تک بیدار سوئے، بیٹھے بیٹھے ہی کچھ آرام کر لیتا اور پھر مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔<sup>۳</sup>

روزانہ مختلف علوم کے بارہ اسباق نہ صرف پڑھتے بلکہ تشریح کے ساتھ یاد بھی کرتے، زندگی کے مستعار لمحات کو تول تول کر خرچ کیا، آتے جاتے بھی وقت بچاتے اور راہ چلتے مطالعہ کرتے کہ چہ طلب ہی سے بزم ہستی کی بنیاد ہے اور وہ موج تھا ہو جاتی ہے جس کو ساحل ملتا ہے۔

دن رات میں صرف ایک بار کھانا کھاتے، پھل فروٹ نہیں کھاتے تھے، فرماتے تھے مجھے خوف رہتا، کہ پھلوں کے کھانے سے جسم میں رطوبت پیدا ہو جائیگی اور پھر نیند کا غلبہ علم اور مطالعہ میں مغل ہوگا۔<sup>۴</sup>

ان کی علمی مصروفیات نے ان کو شادی کا موقع بھی نہیں دیا، پوری عمر لکھنے پڑھنے میں مشغول رہے،

بقیہ صفحہ ۲۶ پر

۱۔ طبقات شافعیہ ج ۵ ص ۱۶۶ ۲۔ ایضاً ۳۔ قیمتہ الامن ص ۷۳ ۴۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۷

۵۔ قیمتہ الامن ص ۷۳ ۶۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۷

از مولانا عبدالباقی پاکستان

## مقام مصطفیٰ ﷺ

اللہ جل شانہ کی ذات والا صفات کے بعد سیما سے محکم و معظم، افضل اور بزرگ  
برتر رحمت کائنات فرموجودات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر  
اس کا فائدہ عالم کو آپ ہی کی ذات اقدس سے زینت بخشی گئی، مختصر ترین الفاظ میں اگر  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بیان کیا جاسکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی فقہ مختصر۔  
بفضل ایزدی آپ جس مقام پر فائز ہوئے اسے حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں  
یوں بیان فرمایا۔ ورفعت لک ذکرا لک اس رفعت اور بلند مقام کے ہمسر کیا چیز  
ہو سکتی ہے؟ اسی لئے علماء امت نے اس مسئلہ سے بحث ہی نہیں کی کہ آپ کس سے افضل ہیں  
اور کس سے نہیں، اس لئے کہ یہ تو طے ہے کہ خدا کے بعد بزرگ و برتر آپ ہی کی ذات اعلیٰ صفات  
ہے اور حد تو یہ ہے کہ جو چیز آپ علیہ السلام کی طرف منسوب ہو گئی اسے اس نسبت نے بام عروج  
پر پہنچا دیا۔ کتب سادہ پر اسے جس کتاب مقدس کو نسبت محمدی کا شرف نصیب ہوا وہ ہدیٰ  
للعالمین کی شان امتیاز سے اطراف و اکناف عالم میں چمکی، انسانوں کے جس طبقہ کو شفیع  
المدینین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی سعادت نصیب ہوئی وہ رشک  
عالم بن کر۔ خیال رحم، کہلائے اور بلاد میں سے جس بلد کو آپ نے شرف اقامت بخشا،  
وہ۔ خیال بلاد، اور۔ احب الارض الی اللہ۔ کی عظمت کا نشان بن گیا، حتیٰ کہ  
علمائے امت یہاں تک لکھتے ہیں کہ وہ بقعہ مبارک جس میں آپ مدفون ہیں یحییٰ  
قبرائے اس کا مقام و مرتبہ ساتوں آسمانوں، زمین، عرش و کرسی حتیٰ کہ کعبہ اللہ سے بھی بلند  
اور فرزدں تر ہے، اور اس نفیلت پر امت کا اجماع ہے۔ (ماخوذ از مجموعہ کلام قرار دل)  
از مولانا مفتی رضاء الحق جانا استاد حدیث  
دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ

محمد اجمال مفتاحی مؤناتھ بھنجن یوپی انڈیا

## مدیر زمزم کے نام اکابر کے کچھ خطوط

زمانہ طالب علمی ہی سے اپنے اکابر کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ تھا، خاص طور پر حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ، مولانا محمد سعید بزرگ مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل رحمۃ اللہ علیہ استاذ محترم حضرت مولانا عبد الجبار صاحب منوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا وحید الزماں کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ خط و کتابت رہی، ان اکابر کے خطوط کا ایک اچھا مجموعہ میرے پاس جمع تھا، مگر وہ ایک حادثہ میں بہت سے مسودات کے ساتھ ضائع ہو گیا، یہ ایسا زخم تھا جس کا اندماں آج تک نہیں ہو سکا۔

پندرہ روز پہلے ایک کاغذ کی تلاش میں پُرانے کاغذات کو ادھر ادھر کر رہا تھا کہ اکابر کے چند خطوط نظر آ گئے جو محفوظ رہ گئے تھے۔ یہ چند خطوط میرے لئے نعمت غیر مترقبہ تھے، چونکہ بہت سارے خطوط ضائع ہو چکے تھے، اس وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ ان خطوط کو زمزم میں شائع کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی قائل میں محفوظ ہو جائیں۔

## مکاتیب محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمیؒ

غزیم السلام علیکم  
مجھے میٹنگ کا تو نہیں مگر تمہارے خط کا انتظار تھا، بہت دنوں سے حالات کا علم نہیں ہوا تھا۔ کلکتہ میں پیشاب پاخانہ اور خون کی جانچ نیزاکسرے اور کارٹیوگرام حاصل کرنے میں دیر ہوئی۔

وہاں مفتی محمود صاحب سے ملاقات ہوئی تھی، مولوی عبدالبکار صاحب پنجشنبہ کو آئے تھے۔ سینچر کو بنارس گئے، خبریت سے ہیں۔ تمہارے والد بھی ایک دن ملے تھے۔  
میں بحمد اللہ اچھا ہی ہوں کبھی کبھی معمولی شکایتیں ہو جاتی ہیں، آج کل یہاں سردی بہت ہے۔ ————— ہتم صاحب سے سلام کہو۔ حبیب الرحمن الاعظمیؒ  
(۱) ابجواہر المصیۃ کے شرع میں بعض شروط مذکور ہیں، اور کتب اصول فقہ میں سنت کی بحث میں بعض چیزیں مل سکتی ہیں۔

غزیم السلام

السلام علیکم

خبریت ہے۔ میں نے ایک خط مولوی شفیع صاحب کے پاس بھیجا ہے، اس کا جواب

(۱) میں نے ایک کتاب امام اعظم اور علم حدیث کے نام سے لکھی تھی جو تقریباً تین چار سو صفحوں پر تھی، کتاب کا مسودہ ضائع ہو گیا، اس پر مولانا اعظمیؒ کی زبردست تقریظ تھی، اس حادثہ کا زخم آج تک بھرا نہیں، جب یہ کتاب لکھ رہا تھا تو اس سلسلہ میں مولانا سے مشورہ کرتا اور معلومات حاصل کرتا تھا۔

لکھ کر لیتے آنا۔ علماء میاں کا ایک خط بھی ہے اس کو بھی لیتے آنا۔  
 ہستم صاحب کو سلام پہنچا دینا، تقریر بخاری کا کام ہو رہا ہے، مولوی رشید احمد  
 کو کاتب کے پاس دوڑ دوڑ کے اعظم گڑھ جانا پڑتا ہے۔  
 فضل الرحمن سلمہ کو بھی سلام سنون و دعا۔ کتاب کی قیمت مل گئی۔  
 میں بھی عنقریب مالیکاؤں جانے کا قصد کر رہا ہوں خدا نے چاہا تو فردی کے  
 آخری سین نکل جاؤں گا۔

مولانا عبد الجبار بخیریت ہیں، دو ہفتہ قبل آئے تھے، میں بھی بنا رہا تھا،  
 مولوی رشید احمد وغیرہ بخیریت ہیں، بچے بریلی امتحان دینے گئے ہیں، تمہارے والد  
 ایک دن آئے تھے، بچی کیلئے تعویذ لے گئے ہیں۔ والسلام  
 حبیب الرحمن الاعظمی

### عزیزم سلمہ اللہ

السلام علیکم۔ ہستم صاحب نے مجھے جو خط لکھا ہے اس میں انھوں نے ۲-۳ جون  
 کو کمیٹی کی اطلاع دی ہے۔ ۳۱ مئی اور پہلی جون کیلئے ریزرویشن کی کوشش ناکام رہی  
 تمہارے خط کے بعد کوشش نہیں کی اس لئے کہ روزانہ اطلاع ملتی رہی کہ بے پناہ  
 رش ہے اور جو لوگ مجھ سے مل کر ادھر گئے انھوں نے خط لکھا کہ ریزرویشن نہیں ہو سکا  
 اور انتہائی تکلیف سے سفر ہوا۔ سوچا ہوں کہ ہستم کے پاس ان کے خط بھی بھیج دوں  
 اس وقت تم ان کو میرا سلام پہنچا دو اور کیفیت بتا دو، میں نے مولوی فضل الرحمن کے پاس  
 لکھوا دیا ہے کہ ہستم صاحب کو تین سو روپے دیدیں اور انھوں نے جو رقم بھیجی ہے تم جس کو

(۱) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی جامعہ اسلامیہ کے زمانہ کی تقویر بخاری مولانا کی زیر نگرانی چھپ  
 رہی تھی، الحمد للہ اس کی دو جلد چھپ گئی، مولانا عبد الوحید نچتوری نے اس کو جمع کیا تھا۔

(۲) جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تبدیلی نصاب کا مسئلہ زیر غور تھا، مولانا کو میں نے لکھا تھا کہ آپ تشریف لائیں  
 تاکہ آپ کے مشورہ سے کوئی بات ہو۔

کہو اس کو میں دے دوں۔

رشید احمد الہ آباد گئے ہیں۔ میں احمد شہر پہلے سے بہت اچھا ہوں مگر کسی کام میں دل نہیں لگتا، اور کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔ آج کیٹی شروع ہو گئی ہوگی۔ مولانا عبد الباقر گھر آئے ہیں، سلام کہتے ہیں، آج ہی بنارس جائیں گے۔ والسلام  
حبیب الرحمن الاعظمی

### عزیم سلمہ اللہ

السلام علیکم، بخیریت ہوں، تمباکو جب آنا تو لیتے آنا<sup>(۱)</sup>۔ تم لوگ پڑھے لکھے ہو کر اتنی صریح غلطی کا ارتکاب کرتے ہو، فقہ تمہارے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے، سیاست پر ایمان ہے، باہر کی اطلاعات کو کسی شرعاً قابل اعتبار تم کو ملی ہیں، ریڈیو کی خبر کم سے کم دیوبند کے فتوے کے معیار پر ہوتی تو بھی تم لوگوں کی جہالت پر پر وہ پڑا رہتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ جہاں رویت ہوئی ہے وہ سب بد مختلف المطالع ہیں اور دیوبند والے جو لا بصرۃ یا اختلاف المطالع پر فتویٰ دیتے ہیں ان کا فتویٰ متقار ہے وہ لندن وغیرہ کی خبر پر اعتماد سے اختلاف مطالع کی بنیاد پر منع بھی کرتے۔ اس جہالت کا کوئی ٹھکانا ہے۔

(۲) میری رائے یہ ہے کہ تم سوچ سوچ کر اور اگر کوئی سپاسنامہ موجود ہو تو اس کی روشنی میں لکھنا شروع کر دو، پھر گھر آنے کے بعد اس کو لیتے آؤ اس وقت اس کو مکمل کر لیا جائے گا،

اپنے والد اور حکیم بشیر الدین صاحب کو سلام کہو۔ والسلام

حبیب الرحمن الاعظمی

- (۱) مولانا تمباکو کو نہیں پیتے تھے مگر میں عبد الشکور فدائے کے ایک جہانگشاہی غازیہ سپور سے تمباکو منگوا کر ان کو بھجولتے تھے۔ (۲) غازیہ پور میں عید کا چاند نہیں دیکھا گیا تھا دوسری جگہوں کی خبر پر اعتماد کر کے ہم لوگوں نے رویت کا اعلان کر دیا تھا اس پر مولانا کا یہ عقاب نامہ آیا تھا، مولانا کی تحریر آج پڑھتا ہوں تو طبیعت جھوم اٹھتی ہے، اللہ اللہ کیسا پیار کیسی محبت اور کیسی اپنائیت کا یہ عقاب نامہ منظر ہے۔
- (۳) جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں شیخ ازہر شیخ محمود تشریف لائے والے تھے، انکو عربی میں سپاسنامہ پیش کرنا تھا شیخ ازہر کی



عزیزم سلمہ اللہ

اسلام علیکم

ایک دن تمہارے والد آئے تھے، تمہارے خط کو پوچھ رہے تھے، اس وقت تک خط نہیں آیا تھا۔

خیر دعائیت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ حلب میں بہت سے لوگوں نے نفرة الاحدیث کی تقریب کیلئے بڑے اصرار سے کہا تھا۔ میں نے ازہر کو ایک نسخہ دیا بھی کہ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی معاونت سے تم ترجمہ کر ڈالو مگر اس کو بالکل فرصت نہیں ملے گی اس نے تو نہیں لکھا مگر میں جانتا ہوں پھر عبدالفتاح اتنی دور رہتے ہیں کہ جب سے گیلہ ہے شاید ایک بار ان کے گھر جا سکا ہے۔ یہ بھی محقق نہیں ہے خط آئے تو معلوم ہو۔

اگر تم کو فرصت ملے تو تم کر ڈالو۔ مجھے افسوس ہے کہ گھر سے تیار ہو کر حلب نہیں گیا ورنہ تمہارا ترجمہ کتاب اعلام مرفوعہ لیتا جاتا۔ بہر حال میں اس کو چھپوانے کی فکریں ہوں۔ (۲)  
ہستم صاحب سے کہو کہ میں ایک دن خود اعظم گڑھ ابوالحسنات کاتب سے ملنے گیا مگر افسوس وہ دہلی چلا گیا ہے، شبلی منزل میں ایک ذمہ دار سے کہہ کر آیا ہوں کہ اس کے باپ کے مسودہ مانگ کر مجھے بھیج دیں۔ اور ایک ہفتہ پہلے الہ آباد جا کر انتظام کر آیا کہ مولوی رشید احمد لکھی ہوئی کاپیاں اور باقی مسودہ لے کر الہ آباد چلے جائیں وہیں اجرت دیکھو کسی کاتب سے ترمیم بنوائیں اور باقی ماندہ مسودہ کی کتابت کرائیں اور وہیں رہ کر طباعت کرائیں۔ کاغذ خریدنا چکا ہے ایک پریس سے بات ملے ہو گئی ہے، ہستم صاحب الہ آباد کی مدت قیام تک ۳ سو روپے ماہوار کے حساب سے اور کھانا غنائت فرمائیں، ۳ سو روپے ماہوار بھی کم ہے، میں نے یہی ڈرتے ڈرتے لکھا ہے تم اسباب میں مہتمم تھا کو مشورہ دو مگر مصلحت دیکھ کر

مؤثر شخصیت کے پیش نظر میں نے مولانا سے گزارش کی تھی کہ آپ سپانسر لکھیں، مولانا کو ان سے خصوصی تعلق تھا۔  
(۱) محمد رشید مولانا کی وفات کے بعد ان کے نواسے مولانا ڈاکٹر مسعود سلمہ نے اس کتاب کی تعریف کر دی اور وہ چھپ بھی گئی۔ (۲) میں نے مولانا کی خواہش پر انکی مشہور کتاب اعلام مرفوعہ کا عربی میں ترجمہ کیا تھا جس کو مولانا نے پسند کیا تھا، وہ چھپ نہیں سکا، مسودہ کہاں ہے اس کا بھی پتہ نہیں۔

طاہر شیرازی محمد اجمل مفتاحی مؤناتھ بھنجن یوپی انڈیا

## خمارِ سلفیت

شیخ الاسلام مولانا امرتسری کی عربی دانی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی ہمارے شیخ الاسلام مولانا شامہ اللہ امرتسری کا فتاویٰ شنائیہ آج کل شیخ ہدہ حفظہ اللہ کے زیر مطالعہ ہے۔

باپ - جی بیٹا، میں نے ہی انکو یہ فتاویٰ مطالعہ کیلئے دیا ہے تاکہ ان کی اہلحدیثیت فنگ ہو۔  
بیٹا - مگر اباجی شیخ ہدہ حفظہ اللہ جو پہلے مولانا امرتسری کا بڑے احترام سے نا لیتے تھے، اب ان کا تذکرہ بہت سرسری انداز میں کرتے ہیں، فتاویٰ شنائیہ نے ان کے اوپر

کچھ اچھا تاثر نہیں چھوڑا ہے۔

باپ - بیٹا، تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟

بیٹا - اباجی، میں نے شیخ کو حفظہ اللہ کے ساتھ ان کی گفتگو سنی تھی وہ کہہ رہے تھے

کہ مولانا شامہ اللہ صاحب کو میں پہلے شیخ الاسلام سمجھتا تھا مگر ان کا فتاویٰ پڑھ کر

معلوم ہوا کہ وہ شیخ الاسلام تو کیا ہوتے ان کی عربی دانی بھی بہت چلتی پھرتی تھی۔

باپ - بیٹا ہمارے شیخ الاسلام صاحب کے بارے میں شیخ ہدہ کی اس بدگمانی کی بنیاد

کیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی، فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۵۱ میں کعب بن اشرف یہودی کے قتل والی حدیث کو مولانا نے نقل کیا ہے، اس میں فلما استمكن منہ كالفظا آيا ہے یعنی حضرت محمد بن سلمہ نے کعب بن اشرف کو اپنے قابو میں لے لیا، لیکن مولانا امرتسری نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ ”اچھی طرح سے اس کے سر کو پکڑ لیا“

باپ۔ بیٹا، واقعی مولانا امرتسری نے استمكن منہ کا یہی ترجمہ کیا ہے، سر کو پکڑ لیا۔  
بیٹا۔ جی اباجی، فتاویٰ جلد اول کا صفحہ ۲۵۱ دیکھ لیجئے میں نے خود دیکھا ہے۔ اور اباجی، اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سلمہ نے اللہ کے رسول سے فرمایا فاذن لی ان اقول شیئاً یعنی مجھے پھر کچھ کہنے کی اجازت دیجئے، اس کا مولانا امرتسری ترجمہ کرتے ہیں۔

پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے حق میں کچھ نامناسب الفاظ اس کے سامنے کہوں۔  
یہ ہے فاذن لی ان اقول شیئاً کا پنجابی لمبا سنگڑا ترجمہ  
باپ۔ بیٹا، واقعی مولانا نے اس عبارت کا یہی ترجمہ کیا ہے۔  
بیٹا۔ جی اباجی آپ فتاویٰ ثنائیہ کا ص ۲۵۱ جلد اول خود دیکھ لیں۔  
باپ۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون، وائے رے ضیاع علم وادب  
بیٹا۔ اباجی شیخ ہر ہر کے سنبھالنے کا اب طریقہ کیا ہوگا؟  
باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

### مولانا ثناء اللہ امرتسری اور ان کی تاریخ دانی

بیٹا۔ اباجی  
باپ۔ جی بیٹا  
بیٹا۔ اباجی ہمارے مولانا امرتسری کا ہماری جماعت میں سنا ہے کہ بڑا اونچا مقام تھا وہ ہماری جماعت کے شیخ الاسلام تھے۔  
باپ۔ جی بیٹا، ان کا علم و فضل شہرہ آفاق تھا، شیخ الاسلام اللہ شیر اسلام کے نام سے

یاد کئے جلاتے تھے، زبردست مناظر تھے، آریں کے چمکے چمکاتے، قادیانیوں کے  
چمکے چمکاتے مقلدین کی نیند حوام کر دی، ساری زندگی سلفیت کا پرچار کرتے رہے  
ہماری جماعت نے ان سے بڑی توانائی پائی ہے۔

بیٹا۔ باباجی، مولانا یقیناً ایسے ہی رہے ہوں گے مگر ان کی تاریخ دانی مشکوک تھی، علم تاریخ  
میں وہ کمزور تھے۔

باپ۔ بیٹا، مولانا امرتسری ہر فن مولیٰ تھے ہر فن میں ماہر تھے، علم تاریخ ہو یا علم جغرافیہ  
یا منطق فلسفہ سب میں مام تھے۔

بیٹا۔ باباجی، اگر علم تاریخ میں بھی مولانا امرتسری امامت کا دمج رکھتے تھے تو بڑے تعجب کی  
بات ہے کہ وہ یہ کیسے لکھ گئے۔

نہ صرف ہماری بلکہ تمام اہل حجاز (مکہ مدینہ والوں) کی ابتداء سے آج تک یہی رائے ہے  
کہ واقعہ کربلا کو بالکل بھلا دیا جائے کیونکہ زمانہ خلافت میں بھی اس کی یادگار تازہ نہیں  
نہیں کی گئی (مہاجر ۲۱۲ قادی شنائیہ)

باباجی، واقعہ کربلا زمانہ خلافت یعنی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور  
حضرت علیؓ کے زمانہ سے پہلے کا واقعہ ہے یا ان کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ مولانا فرماتے  
ہیں کہ زمانہ خلافت میں بھی اس کی یادگار تازہ نہیں کی گئی، کیا یہ کسی عالم کی بات  
ہو سکتی ہے؟

باپ۔ بیٹا، کیا واقعی، یہ مولانا شتار احمد امرتسری صاحب کی بات ہے؟

بیٹا۔ باباجی، قادی شنائیہ جہاد میں اٹھا کہ آپ خود تحقیق کر لیں۔

باپ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون وائے رے ضیاع علم و ادب

بیٹا۔ باباجی، اب شیخ ہدہد کا کیا ہوگا، قادی شنائیہ کے مطالعہ سے ان کی اہلحدیثیت

صیقل ہوگی یا نہیں؟

باپ۔ ہتہ نہیں بیٹا۔

## ننگے سر نماز کے بارے میں علمائے غیر مقلدین کے فتاویٰ

بیٹا۔ اباجی۔

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی صوفی بحر العلوم حفظہ اللہ میں کچھ سنجیدگی پیدا ہو گئی ہے، روز بروز سنجیدہ ہوتے جا رہے ہیں، پہلے ہر نماز ننگے سر پڑھتے تھے اب بلا سر ڈھانپنے کوئی نماز نہیں پڑھتے ہیں، پہلے ننگے سر نماز پڑھنے کی بڑے زور و شور سے تبلیغ کیا کرتے تھے، اور اسی کو سلفیت شعار کہا کرتے تھے اور اب کبھی سر پر عمامہ ہوتا ہے کبھی ٹوپی یا رومال ہر نماز میں ان کا سر ڈھپا ہوتا ہے۔

باپ۔ بیٹا معلوم ہوتا ہے کہ کسی دیوبندی حنفی کی صحبت ان کو خراب کر رہی ہے، یہ تو بڑی فکر مندی کی بات ہے، ان کے محلہ میں ان کا نوجوانوں میں بڑا اثر ہے، اگر ان کی نماز پڑھنے کی عادت یہی رہی تو ہمارے بہت سے سلفی نوجوان بھی ننگے سر نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے جس سے ہماری سلفی دعوت کو سخت دھکا لگے گا۔

بیٹا۔ اباجی مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کو کسی مسئلہ کی تحقیق کرنی تھی ہمارے مدرسہ سے وہ فتاویٰ کی کتابیں اٹھا کر لے گئے انھیں فتاویٰ کی کتابوں کے مطالعہ سے ان میں یہ تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔

باپ۔ تو کیا بیٹا ہماری ان فتاویٰ کی کتابوں میں سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا بھی مسئلہ ہے؟

بیٹا۔ جی اباجی۔ ہماری جو کتابیں فتاویٰ کی ہیں ان میں یہ مسئلہ بڑی تفصیل سے ہے۔ فتاویٰ شناسیہ جلد پنجم ص ۵۹۲ میں لکھا ہے۔

رسول اللہ کا سر پر عمامہ رکھنے سے عام سنت ہے۔ اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ ہے اور خلاف سنت اور اس فتاویٰ میں مولانا امرتسری صاحب فرماتے ہیں :

صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالذمام

ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہو، پگڑی سے یا ٹوپی سے،  
 اور ہمارے شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی صاحب کا اس بارے میں یہ فتویٰ ہے !  
 بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے علمی یا بے عملی یا  
 کسل (سستی) کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلدار تو اسے سنت  
 سمجھنے لگے ہیں۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث جلد چہارم)

باپ - بیٹا، یہ تو برا ہوا، اب صوفی بحر العلوم دوسروں کو بھی یہ فتاویٰ دکھلائیں گے۔  
 اور ہماری سلفی دعوت پر ضرب لگے گی، ننگے سر نماز پڑھنے پر تو ہم نے تقریریں  
 کرائی ہیں، پوسٹر نکالے ہیں، اسی ننگے سر نماز کو سلفی نماز بتلایا ہے۔  
 بیٹا - اباجی، ہمارے علماء کے یہ فتاویٰ احادیث کی روشنی میں ہوں گے، یا یہ ان کی  
 رائے ہے۔

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

صوفی داغدار کی مولانا شمار اللہ امرتسری پر گرفت  
 اور شیخ جمن کی بلبلاہٹ

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - اباجی صوفی داغدار حفظہ اللہ اور شیخ جمن حفظہ اللہ میں آج بڑی معرکہ آرائی ہوئی،  
 مجمع لگ گیا تھا، دونوں نے آستین چڑھالی تھیں، شیخ ہر ہد حفظہ اللہ نے بڑی  
 مشکل سے ایک دوسرے کا گلا چھڑایا۔

باپ - بیٹا یہ دونوں ہی اپنی ہی جماعت کے ہیں، ہو کیا تھا؟

بیٹا - اباجی، صوفی داغدار کہہ رہے تھے کہ مولانا شمار اللہ امرتسری اگرچہ ہماری جماعت  
 کے بڑے عالم تھے مگر دیانت دار اور قابلِ اعتماد عالم نہیں تھے، جب کہ شیخ جمن  
 کہہ رہے تھے کہ مولانا شمار اللہ ہماری جماعت کے شیخ الاسلام ہیں اور وہ علم کا

پہاڑ تھے، یہی حکم اربڑھتے بڑھتے بڑے ندر کی معرکہ آرائی میں تبدیل ہو گئی۔  
 باپ - بیٹا، ہماری معیبت یہ ہے کہ ہم اپنے آدمیوں کو اپنے علماء کی کتابیں دے دیتے  
 ہیں کہ وہ اسے پڑھیں، ہمیں اس سے احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، بہت سی  
 چیزیں ان کتابوں کی عوام سے چھپانے کی ہوتی ہیں، خصوصاً ایسے لوگوں سے  
 جو کچھ زیادہ پڑھے لکھے ہوں۔

بیٹا تو کیا آپ کو دونوں میں اس معرکہ آرائی کی کچھ وجہ معلوم ہے؟  
 باپ - جی بیٹا، صوفی داغدار کے ہاتھ میں فتاویٰ ثنائیہ بہر پنج گیلہ ہے اس کے صفحہ ۱۱  
 جلد ۱ پر مولانا سید اسماعیل شہید کی مولانا شتار اللہ صاحب نے رفع یدین کے  
 سلسلہ کی یہ عبارت ذکر کی ہے یشاب فاعلہما ولا یلزم تارکما یعنی مولانا سہیل  
 فرماتے ہیں کہ رفع یدین جو کرے اس کو ثواب ہوگا اور جو نہ کرے اسے ملامت بھی  
 نہیں کی جائے گی۔

مولانا شتار اللہ صاحب کو اس عبارت کا صحیح ترجمہ کرنا چاہئے تھا مگر مولانا نے  
 اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ عذرا کو رفع یدین کرنا ثواب کا کام ہے۔  
 صوفی داغدار پڑھے لکھے ہیں، انھوں نے مولانا کی اس خیانت کو پکڑ لیا اور پھر  
 اسی وقت سے وہ مولانا امر لستری سے بہ گمان ہو گئے۔

بیٹا - تو اباجی شیخ جن حفظہ اللہ کی بلبلاہٹ بلا وجہ ہے؟  
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

# ایک خط

## جس کو ترجمان دارالعلوم تنظیم ابنائے قدیم دہلی نے شائع نہیں کیا

تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے نام سے دہلی میں کچھ مفکروں، دانشوروں کا ایک ادارہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند نے اسے قائم کیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اس ادارہ سے ایک مجلہ ترجمان دارالعلوم کے نام سے شائع ہوتا ہے جس میں بڑے مفکرانہ مضامین شائع ہوتے ہیں، آفاق مضامین کا غلبہ رہتا ہے، جن سے دل و دماغ روشن ہوتے ہیں، اس پرچہ کی ایک خاص اور بہت اچھی بات یہ ہے کہ اس میں مجلہ کے قارئین کے خطوط بھی شائع ہوتے ہیں، اگر کسی مضمون سے کسی قاری کو کچھ اختلاف ہوتا ہے تو وہ اپنا اشکال اپنے خط میں ظاہر کرتا ہے اور پھر وہ مسئلہ سوال جواب سے منقطع اور صاف ہو جاتا ہے۔

سال گزشتہ کے اگست کے شمارہ میں مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب کا ایک مضمون ”مضافہ کاسنون طریقہ شائع ہوا تھا۔ جس پر احقر کو اشکال تھا وہ مضمون اکابر دارالعلوم کے مسلک کی ترجمانی نہیں کر رہا تھا تو اس بارے میں میں نے ادیٹر مجلہ ترجمان دارالعلوم کو درج ذیل خط لکھا تھا۔

۲۸ اگست ۱۹۷۳ء

مکرمی ادیٹر صاحب سلام سنون

ترجمان دارالعلوم اگست میں مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب کا مضمون ”مضافہ کاسنون



مسنون طریقہ ” پڑھنے کا اتفاق ہوا، مولانا نے اپنے مختصرے مضمون میں حواویں کی جو فہرست دی ہے اس کی تعداد ۲۶ ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا بڑے وسیع النظر اور صاحب مطالعہ آدمی ہیں۔ اللہم زد فزد۔

مولانا اپنے مضمون کی ابتدا میں فرماتے ہیں، موقع اور وقت کی مناسبت سے مصافحہ ایک ہاتھ سے بھی کیا جاسکتا ہے اور دونوں ہاتھ سے بھی حدیث سے دونوں طرح کی کیفیت ثابت ہے۔ — المضمون کے اختتام میں فرماتے ہیں ”حاصل یہ ہے کہ دونوں طرح سے مصافحہ کرنا ثابت ہے، ایک ہاتھ سے بھی اور دونوں ہاتھ سے بھی۔

پھر ایک ہاتھ کے سلسلہ کی انہوں نے احادیث پیش کی ہیں، لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی فرماتے ہیں ”مذکورہ احادیث کے ذریعہ ایک ہاتھ کے مصافحہ پر استدلال کیا جاتا ہے۔“

لیکن مولانا اپنا فیصلہ یہ بھی سنار ہے ہیں کہ ”لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کیلئے یہ احادیث واضح اور صریح نہیں ہیں، گویا مولانا نے خود ہی ایک ہاتھ سے مصافحہ کا عدم ثبوت فراہم کر دیا۔“

مولانا ولی اللہ صاحب نے اس کے بعد دونوں ہاتھ سے مصافحہ کی احادیث پیش کی ہیں مگر اس کے بارے میں مولانا کا نقطہ نظر یہ ہے۔

”اس طرح کی روایات سے دو ہاتھ کے مصافحہ پر استدلال غلط ہے۔“

اور فرماتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ذخیرہ حدیث میں ایک یا دو ہاتھ سے مصافحہ کی صریح

روایت نہیں ملتی۔

عرض یہ ہے کہ جب مولانا ولی اللہ صاحب قاسمی کے یہاں ایک ہاتھ سے مصافحہ والی احادیث بھی واضح اور صریح نہیں اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ والی روایات بھی ثابت نہیں اور ان سے استدلال غلط ہے، تو وہ جس مصافحہ کے طریقہ کو مسنون فرما رہے ہیں، اس کی بنیاد کن احادیث پر ہے؟ اور کس دلیل سے وہ فرما رہے ہیں کہ ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ ثابت ہے اور دونوں ہاتھ سے بھی، براہ کرم مولانا محترم ذرا اس اس کی وضاحت

فرادیں کرم ہوگا۔

نور الدین نور اللہ الاعظمی

مکتبہ اثریہ غازی بہ لوری پٹی

میں منتظر تھا کہ مجھ کو ترجمان دارالعلوم میں یہ خط شائع ہوگا اور پھر مولانا ولی اللہ میرے اشکال کو رفع فرمائیں گے مگر سال ختم ہو گیا اور کئی مہینے بیت گئے یہ خط شائع نہیں ہوا۔ ناظرین حضرات آپ غور فرمائیں، غور سے میرے خط کو پڑھیں اس میں کونسی ایسی بات تھی جس کا بنا پر یہ خط شائع نہیں ہو سکا۔

بہر حال رموز مملکت خویش خسرواں دانشیں ذمہ داران مجید و تنظیم سے کیا شکایت کروں، آفاق لوگ مجتہدین کو منہ کیوں لگائیں گے، میں مولانا ولی اللہ صاحب سے گزارش کر رہا ہوں کہ میرے اشکال کو آپ رفع فرمائیں۔

خادم۔ نور الدین نور اللہ الاعظمی

## ضروری اطلاع

خط و کتابت کرتے وقت یا رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

جن حضرات کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کو اطلاع دی جا چکی ہے۔ براہ کرم وہ اپنا چندہ بھیج دیں۔ اگر رسالہ کی خریداری ختم کرنی ہو تو ادارہ کو اس کی اطلاع کریں تاکہ ادارہ نقصان سے بچے۔

محمد اجمال مفتاحی مونا تھ بھنجن یوپی انڈیا  
محمد ابو بکر غازی پوری  
آزادی قسط

## جنوبی افریقہ کا سفر

۲۹ اکتوبر : آج کا دن بہت مصروف تھا، آج ہی ہمیں سوازی لینڈ کا سفر کرنا تھا<sup>(۱)</sup> اور اس سے پہلے کئی پروگرام نمٹانے تھے، سوازی لینڈ کے لئے میرا ویزا تو خالد سلمہ نے لگوادیا تھا۔ مولوی احمد درویش اور مولانا عبدالرحیم صاحب کا بھی ویزا لگ گیا تھا، مفتی سعید سلمہ، کا پاسپورٹ اسپائر کر چکا تھا۔ ان کا ویزا حاصل کرنا ایک دشوار مرحلہ تھا۔ اور ان کے بغیر یہ سفر بالکل بے مزہ ہوتا، اس وجہ سے کوشش یہ تھی کہ ان کا بھی ویزا اسی اسپائر شدہ پاسپورٹ پر لگ جائے۔ اس کیلئے احمد درویش سلمہ، جہان برگ پہلے ہی پہنچ کر کوشش کر رہے تھے، بہر حال ان کی کوشش رنگ لائی اور جب ہم بالکل ناامید ہو رہے تھے کہ ان کا ویزا نہیں لگ سکے گا خوشخبری ملی کہ انکو عارضی ویزا مل گیا ہے۔ اس خبر کو سن کر

(۱) سوازی لینڈ جنوبی افریقہ سے متصل ایک چھوٹا سا ملک ہے، جنوبی افریقہ کے لوگ عام طور پر گاڑیوں سے آتے جاتے ہیں، پورا ملک سبز و زار پہاڑیوں اور وادئوں کے ڈھکڑھکا ہے، عام طور پر ملکی ہلکی پھوار پڑتی ہے، جس سے موسم بہت خوشگوار رہتا ہے، قدرتی مناظر کھلے پڑے ہیں، مسلمانوں کی یہاں کی آبادی کے لحاظ سے اچھی آبادی ہے، اکثر ان میں سے تجارت پیشہ ہیں، عثمان بھائی یہاں کے ایک دیندار تاجر ہیں بیکری کے مالک ہیں، مولانا عبد الرحیم صاحب کے ان کا خاص تعلق ہے، میرا افریقہ کا جو سفر ہوا تھا ان میں ان کا بھی مالی تعاون تھا۔ مولانا عبد الرحیم صاحب کی خواہش تھی کہ ان سے مل لینا چاہیے، خود عثمان بھائی کو بھی ہمارا انتظار تھا۔

ہم سب خوش ہو گئے۔

آج جہانبرگ میں ناشتہ مولوی اسماعیل میاں کے یہاں میاں فارم میں کرنا تھا، جس کا وعدہ انہوں نے مجھ سے اپنی بچی کی شادی کے موقع پر مست اصرار کر کے لیا تھا، ہم چاروں ساڑھے آٹھ بجے میاں فارم پہنچ گئے تھے۔ میاں فارم حدنگاہ تک پھیلنا ہوا تھا جس میں میاں خاندان کی لبنی چوڑی فیملی کے مکانات تھے۔ نیردرسہ اور سجد اور اساتذہ اور طلبہ کے رہنے کی قیام گاہ سب کچھ تھا۔ اس کے باوجود بھی جہاں جہاں نگاہ پہنچ رہی تھی سب کے بارے میں معلوم ہو رہا تھا کہ یہ بھی میاں فارم میں شامل ہے۔

مولوی اسماعیل سلمہ کے گھر پہنچے تو ناشتہ تیار تھا، ہم ناشتہ پر بیٹھے تو مولوی داؤد سلمہ جو میرے شاگرد ہیں اور یہاں کی جمعیتہ علماء میں کام کرتے ہیں اپنے شہر رشی سے آگئے ان کی خواہش تھی کہ وہ ہم لوگوں کو جمعیتہ کے دفتر لائیں مگر سوازی لینڈ کے سفر کی وجہ سے اور دوسرے پروگرام کی وجہ سے اس کا موقع نہیں نکلا۔ اس وجہ سے ان سے حذرت کر دی گئی، یہ بیچارے دہرے تک ہمارے ساتھ رہے۔

ناشتہ میں میاں فارم کے سربراہ مولانا ابراہیم میاں اور ان کے برادر خورشیدی احمد میاں بھی تھے۔ ناشتہ کے بعد مولوی ابراہیم میاں نے اپنی گاڑی میں بیٹھالیا اور اپنا فارم دکھانے کیلئے چلے مولوی ابراہیم اس فارم میں ایک اسکول نمائندہ سر بھی چلاتے ہیں۔ یہیں مجلس علمی کا شاندار دفتر بھی ہے جس کے تحت جونی افریقہ اور بیرون ملک ڈیڑھ سو سے زیادہ مکاتب بھی چلاتے ہیں، مجلس علمی کے تحت شعبہ نشر و اشاعت بھی ہے، اس مجلس سے بہت سی نایاب علمی کتابیں طبع ہوئی ہیں، ابھی حال میں مجلس علمی سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب، کتاب الزیادات، کی شرح چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے، میری خواہش پر مولانا ابراہیم میاں نے آثار السنن کا وہ نسخہ دکھلایا جو مولانا انور شاہ کشمیری کے مطالعہ میں تھا، اور جس پر ان کے گراں قدر حواشی ہیں۔ میں گھومتے پھرتے بہت تمک چکا تھا، ان سے اجازت لیکر سونے کیلئے چلا گیا، دو گھنٹہ سویا، سوکراٹھا تو طبیعت بہت ہلکی تھی، یہیں میاں فارم میں میرے ایک اور شاگرد

حافظ بدر بھی رہتے ہیں، وہ اپنے گھر لے لئے اور کھجور اور زعفران سے تواضع کی، دوپہر کی نماز  
 اول وقت پڑھ کر مولوی ابراہیم میاں اپنے گھر ہمیں کھانے کے لئے لے گئے، مفتی احمد بھی  
 دسترخوان پر تھے، مختلف موضوعات پر گفتگو رہی۔ میری گفتگو کا موضوع علامہ انور شاہ  
 کشمیری کے اشار السنن کا حاشیہ تھا کہ اس سے استفادہ کی کیا شکل ہوگی۔ مولانا ابراہیم  
 میاں نے بتلایا کہ پاکستان میں کوئی صاحب اس پر کام کر رہے ہیں، مگر ہمیں اس خبر سے  
 کوئی زیادہ خوشی نہیں ہوئی، اس لئے کہ وہ حاشیہ کچھ اس قدر مغلق اور گنجلک تحریریں ہے  
 کہ حدیث کا متبع عالم ہی جس نے خود علامہ کشمیری کے ساتھ وقت گزارا ہو اور ان کی تحریر اور  
 ان کے لکھنے کے انداز سے واقف ہو، اس پر کام کر سکتا ہے، اور موجودہ دور میں ہندوپاک  
 میں اس طرح کا کوئی آدمی نہیں ہے، کھانے کے بعد ہم نے مولوی بدر کے گھر تھوڑی دیر  
 آرام کیا۔

خبر مل چکی تھی کہ مولوی سعید کو عارضی وزیر اعلیٰ کیا ہے۔ ان کا پاسپورٹ جن منٹا  
 کے پاس تھا وہ اس شہر کے آخری حصہ پر رہتے ہیں، ہم ان کا وزیر اعلیٰ کے لئے وہاں پہنچ گئے  
 ساتھ مولوی اسماعیل اور مولوی بدر بھی تھے۔ ہم نے پورا شہر بھی گھوم کر دیکھا بڑا خوبصورت  
 اور بہت صاف ستھرا شہر ہے، یہاں سے مولوی اسماعیل اور مولوی بدر ہم سے رخصت ہو گئے  
 اور ہم نے اپنا آگے کا سفر جاری رکھا، ہمیں آج کی رات بار بٹن میں گزارنی تھی۔ مولوی احمد درویش  
 سلمہ گاڑی چلا رہے تھے، گاڑی کی رفتار ایک سو پچیس کیلو میٹر فی گھنٹہ اور سطح بھی مگر شرک ایسی  
 جیسے کہ گاڑی پانی پر تیر رہی ہو۔ شرک کے دونوں طرف سبزہ سبزہ اور پہاڑیاں اور وادیاں  
 جدھر نگاہ اٹھاؤ قدرتی مناظر کے حسین شاہکار نظر آتے تھے۔

عصر کی نماز کے لئے ایک شہر۔ رکنہ ہوا جس کا نام غاٹھا میڈل برگ تھا، یہاں  
 مفتی سعید کے شاگرد مل گئے جنہوں نے چائے پلائی۔ گوڑ کھپور یوپی کے بھی ایک صاحب ملے  
 جو دیوبند کے فاضل ہیں اور یہیں رہتے ہیں، انھیں جب معلوم ہوا کہ میں غازی پور کا ہوں  
 تو گوڑ کھپور اور غازی پور کی قربت کی وجہ سے وہ مجھ سے بہت تپاک سے ملے اور بھاگے بھاگے گئے

اور کہیں سے ایک کپ کافی لے کر آئے، منہ سے لگایا تو اس کی ٹھنڈک سے دماغ ٹھنڈا ہو گیا۔ مگر ان کے خلوص اور محبت کی قدر ہوئی، یہاں سے چلے تو مغرب کی نماز میں ناست شہریں ادا کی گئی، یہیں مولوی اسماعیل میاں سلمہ کا سسرال ہے، اتفاق سے ان کے سالے مل گئے۔ مگر یہیں جلدی تھی اس وجہ سے ان کی چائے کی دعوت سے ہم نے معذرت کر لی، اور اپنا سفر جاری رکھا، اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہاڑی راستوں اور وادیوں سے گذرتے ہوئے ہم ساڑھے آٹھ بجے شب میں بار برٹن پہنچے۔ یہاں مولانا عبد الرحیم صاحب کے ایک متعارف غلام بھائی کے گھر ہمارا قیام ہوا، غلام بھائی موجود نہیں تھے، ان کے لڑکے فاروق بھائی نے بڑے خلوص سے ہماری ضیافت کی، رات میں یہاں کے کچھ لوگ ملنے آگئے جن سے میرے رفقاء بات کرتے رہے اور میں سونے کیلئے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا، افسوس کہ صبح بچہ نیند آئی، ساڑھے تین بجے شب ہی میں بیدار ہو گیا، مگر گہری نیند کی وجہ سے طبیعت میں کس طرح کی کوئی گرائی نہیں تھی۔ معمول کے مطابق اسی وقت غسل کیا تو طبیعت اور بھی ہلکی ہو گئی۔

۳۰ اکتوبر: آج صبح فجر کی نماز پڑھ کر ہم بھائی فاروق کے ساتھ یہ شہر دیکھنے نکلے اور دیر تک شہر میں ادھر ادھر گھومتے رہے، ہم نے یہاں وہ جگہ بھی دیکھی جہاں سے الکٹرانک ٹن کھنڈے کے ذریعہ بلند پہاڑیوں سے گزرتے ہوئے سوازی لینڈ سامان بھیجا جاتا ہے۔ یہاں سے سوازی لینڈ تک موٹے تار کا دو سلسلہ گیا ہے جس پر یہ اڑن کھنڈے ٹک کر سوازی لینڈ سامان پہنچاتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ نظام پوری دنیا میں صرف دو جگہ ہے، ایک یہاں اور دوسرے آسٹریلیا میں، یہاں محمد افریقی گارڈی کے بھائی کے یہاں ناشتہ کیا گیا پھر بھائی فاروق اپنی دکان پر دھاگر آئے لے گئے۔ بھائی فاروق صورت و سیرت کے اعتبار سے بہت نیک اور ملنسار آدمی ہیں، ہماری ضیافت بہت محبت سے کی۔

بھائی فاروق کی دکان سے فارغ ہو کر ہم اب سوازی لینڈ کیلئے نکلے جس کی سرحد یہاں سے پون گھنٹہ کی مسافت پر تھی، جب ہم کچھ دور چلے تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم قدرتی مناظر کی ایک حسین دنیا میں آگئے ہیں، ہر طرف سبزہ اور پہاڑیاں، ہلکی بارش ہو رہی تھی اس وجہ سے

منتظر اور بھی حسین ہو گیا تھا، سردوں پر بادل کی ٹکڑیاں گزر رہی تھیں جن کا منظر دیدنی تھا، جب ہم سوازی لینڈ کی سرحد پر پہنچے تو ہم چاروں کی سوازی لینڈ میں داخل ہونے کی کارروائی دس پندرہ منٹ میں پوری ہو گئی، نہ کوئی سوال و جواب نہ جانچ پڑتال پاسپورٹ لیا اور ویزا لگا دیا، کام کرنے والے سب کالے تھے مگر بہت ہنس مکھ اور زندہ دل منٹوں میں کام نمٹا رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ اگر ہم ہندوستان میں ہوتے تو یہ منٹوں کا کام کئی گھنٹے میں پورا ہوتا اور ہم تھک کر چود ہو جاتے، ہم نے سرحد پار کی تو بھائی عثمان جن کے یہاں ہم مہمان ہونے جا رہے تھے اپنی گاڑی لئے ہمارے استقبال کو حاضر تھے، باڈر سے ہم ان کے شہر بیانی کے لئے چلے، راستہ میں ٹرانک بہت کم تھا، سڑکوں پر آدمی بھی بہت کم نظر آ رہے تھے آدھ گھنٹہ میں ہم بیانی پہنچ گئے، سوازی لینڈ کا یہ مرکزی شہر ہے، یہی شہر اس ملک کی راجدھانی ہے۔ سوازی لینڈ میں بیانی کے علاوہ دو اور مشہور شہر ہیں مان زین اور ایک شہر اور، بھائی عثمان کے گھر پہنچ کر ہم نے چائے و فیروہ سے فراغت کی پھر انھیں کی گاڑی میں شہر دیکھنے نکلے، ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ہم نے تینوں شہر کو اچھی طرح سے دیکھ لیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سوازی لینڈ کتنا چھوٹا ملک ہے، اس کے شہر بھی ہمارے ہندوستان کے شہروں کے محلے سے زیادہ بڑے نہیں ہیں۔ آج سوازی لینڈ میں بھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور پورا شہر سبزہ زار بنا ہوا تھا۔

ہم نے دو پہر کا کھانا کھایا، اور قیلو کے لئے بیٹھ گئے، طبیعت تھکی ہوئی تھی، دیر تک سوتے رہے، مگر چونکہ آج ہی ہیں مالی لان جانے کیلئے ساؤتھ افریقہ کا باؤڈر پار کرنا تھا اور رات ساؤتھ افریقہ کے اسی شہر میں گزارنی تھی اس وجہ سے تین ساڑھے تین بجے ہم چائے پی کر اس نئے سفر کیلئے چل پڑے، مغرب کے تھوڑی دیر بعد ہم مالیلان پہنچ گئے، مغرب کی نماز مالیلان میں پڑھی گئی، یہاں ہمارے میزبان یعقوب بھائی ہمارے منتظر تھے۔ یعقوب بھائی مولوی خالد سمد کے دوست ہیں، مولوی خالد نے ان کو فون کر کے ہماری مالیلان آمد کے بارے میں ان کو بتلادیا تھا۔ وہ ہمارا انتظار کر رہے تھے، یعقوب بھائی سے مل کر طبیعت

خوش ہو گئی، بہت متواضع اور مہمان نواز آدمی ہیں، ہماری آمد سے وہ بہت خوش تھے، شہر کے باہران کا شاندار بنگلہ ہے، وہیں ان کا قیام رہتا ہے، ہمارے ٹھہرنے کا اسی جگہ انتظام کیا تھا۔ رات کا کھانا کھا کر ہم تھکے مسافر جلد ہی سو گئے۔

۳۱ اکتوبر: آج ہمیں افریقہ کا مشہور جنگل کروگر پارک دیکھنا تھا، ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم کروگر پارک کیلئے نکلے، نو بجے کے قریب ہم کروگر پارک پہنچ گئے۔ اس جنگل میں گھومنے کے لئے ٹکٹ لینا ہوتا ہے، فی کس تیس رین ادا کرنے پڑے گاڑی کا ۲۳ رین دینا پڑا۔ ایک بجے تک ہم اس جنگل میں گاڑی سے گھومتے رہے، ہزاروں میل میں پھیلا ہوا یہ جنگل ہے، پورے جنگل میں گاڑی گزرنے کیلئے پختہ سڑک ہے، جگہ جگہ کھانے پینے کا بھی نظم ہے۔ جتنا وسیع جنگل ہے اس اعتبار سے جانور بہت کم نظر آئے، سڑکوں کے کنارے کا حصہ سوختہ تھا معلوم ہوا کہ چند سال پہلے اس جنگل میں آگ لگ گئی تھی اور مہینوں تک اس کے شعلے بھڑکتے رہے جس سے جنگل کو بہت نقصان ہوا، درختوں کا بہت بڑا حصہ جل گیا اور جانور بھاگ کر جنگل کے بالکل اندر وادی حصہ میں چلے گئے، جانوروں میں زیادہ تر ہرن نظر آئے، ایک جگہ جنگلی بند کا ایک گروہ نظر آیا، جن کی صورت عجیب و غریب تھی، اس طرح کے بندر ہم نے ہندوستان کے چڑیا گھروں میں کہیں نہیں دیکھے تھے، جنگلی سوس بھی یہیں دیکھا، زیرے بہت تھے، ہاتھی کا بھی دیدار ہوا، کچھ اور جانور نظر آئے۔

یعقوب بھائی ہمارے ساتھ ناشتہ اور کھانے کا سامان کافی مقدار میں کر دیا تھا۔ ہم نے جنگل ہی میں ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا اور ضروریات سے فارغ ہوئے، پھر جنگل کا کچھ اور حصہ دیکھتے ہوئے ہم باہر آ گئے اور آدھ گھنٹے کے بعد ہم واپس ریور پہنچے، اس شہر میں میرے شاگرد مولوی محمد گارڈی رہتے ہیں، ہم جب ان کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے گئے تو نہ محمد گارڈی تھے نہ ان کے بھائی مولوی اسماعیل ہی تھے۔ ان کو ہمارے یہاں پہنچنے کی اطلاع نہیں تھی۔ مولوی محمد گارڈی جماعت میں نکلے ہوئے تھے، اور مولوی اسماعیل چھانبرگ گئے ہوئے تھے۔



جس مسجد میں ہم نے نماز پڑھی وہ گھارڈی خاندان ہی نے بنوائی ہے، جس کا طرز تعمیر عربی ہے، اور اس کی بناوٹ بہت خوبصورت ہے۔

ظہر کی نماز پڑھ کر ہم آزاد دیل کیلئے چل پڑے۔ یہاں سے تقریباً چار سو کیلو میٹر کا سفر ہے، عام رفتار سے اگر گاڑی چلے تو کم از کم پانچ گھنٹے آزاد دیل پہنچنے میں لگتے ہیں۔ راستہ میں ایک شہر نزل اسپرٹ پڑا جہاں مولانا عبدالرحیم صاحب کے بعض رشتہ دار رہتے ہیں وہاں تھوڑی دیر کے اور چائے پی پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے، راستہ میں بارش ہو رہی تھی مگر مولوی احمد درویش سلمہ ایک سو بیس تیس کی رفتار سے گاڑی چلا رہے تھے۔ ہم لوگ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے رات میں لینا مولوی خالد کے گھر آ گئے جہاں رات کا کھانا کھانا تھا، مولوی خالد انتظار میں تھے۔ آج کے کھانے میں جھینگا پھلی کا مولوی خالد نے خاص اہتمام کیا تھا جسے بڑی رغبت سے کھایا گیا۔ مفتی محمود صاحب گنگوہی سے وابستہ لوگ جھینگا پھلی کھانے سے احتراز کرتے ہیں، مولوی سعید نے احتراز برتنا، ان کا تعلق حضرت مفتی صاحب سے ہے، آج مولانا بایزید صاحب موجود نہیں تھے، وہ دربن تشریف لے گئے تھے، جہاں مولانا ارشد دینی آج ہی پہنچنے والے تھے۔ کھانا سے فارغ ہو کر ہم لوگ آزاد دیل آ گئے، اس طرح تین روز کا یہ سفر بخیر و خوبی مکمل ہوا، کار سے تقریباً چودہ سو کیلو میٹر کا یہ سفر بڑا یادگار سفر رہا، آج آزاد دیل میں بجلی غائب تھی اس وجہ سے جلد ہی سو گئے۔

یکم نومبر: آج ناشتہ قاری اسماعیل صاحب کے یہاں تھا۔ اس سے فارغ ہوئے تو قیام گاہ آرام کے لئے آ گئے، آج جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ سے پہلے تک آرام ہی کرتا رہا۔ جمعہ کی نماز آزاد دیل کی جامع مسجد میں ادا کی گئی، خطبہ سے پہلے میرا بیس منٹ بیان ہوا، ساؤتھ افریقہ میں میری اس سفر کی آخری تقریر تھی۔ کل مجھے ہندوستان سفر کے لئے روانہ ہونا تھا، آج دوپہر کا کھانا مولوی سعید کے یہاں تھا، جس میں انھوں نے بہت سے لوگوں کو مدعو کر رکھا تھا، چونکہ کل سفر کرنا تھا اس وجہ سے بہت سے لوگ ملنے آتے

رہے ، دود دراز سے بعض شاگرد بھی آگئے تھے ۔

عصر کے بعد کی چائے مولانا عبدالرحیم صاحب کے یہاں پی ، عصر بعد ہم روشنی شہر کے لئے نکلے جہاں میرے شاگرد مولوی داؤد قاسم کے یہاں کھانا کھانا تھا ۔ وہاں سے نارغ ہو کر ہم آزادویل آگئے ، مفتی سعید صاحب کی بچیوں اور ان کی اہلیہ اور مولوی احمد درویش کی اہلیہ جو مفتی سعید صاحب کی ہم شیرہ ہوتی ہیں ، نے میرا سامان ٹھیک کر رکھا تھا ، سامان اتنے سلیقہ سے ان خواتین نے رکھا تھا کہ ان کے حسن انتظام کی داد دینی پڑی ، واقعہ یہ ہے کہ مفتی سعید کی اہلیہ اور ان کی بچیوں نے مجھے ہر طرح آرام پہنچایا ، مولوی احمد درویش کی گھر والی کا بھی ان کو برابر تعاون حاصل رہا یہ دونوں گھرانے ایک ہی ہیں اس لئے میرے لئے ان کا ہر کام مشترک تھا ۔ مولوی احمد درویش سلمہ نے پورے سفر میں اپنی گاڑی میرے لئے وقف کر رکھی تھی ۔ چہرہ پر کھسلی مسکراہٹ کے ساتھ جب وہ گاڑی چلا تے تھے تو سفر کا لطف دو بالا ہو جاتا تھا ۔ مفتی احمد سعید سے ان کا رشتہ سالے بہنوئی کا ہے اس وجہ سے ان کی چھیڑ چھاڑیں بڑا مزہ آتا تھا ۔ مولانا عبدالرحیم صاحب جب ساتھ ہوتے تو سفر تفریح بن جاتا ، ان سب کی محبتوں نے میرے افریقہ کے سفر کو یادگار سفر بنا دیا ہے انشان سب کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے ، ان کی محبتوں کا انھیں بہترین بدلہ دے ۔

۲۔ نومبر : کو میری افریقہ سے روانگی ہوئی ، رخصت کرنے کیلئے میرے شاگردوں کی ایک جماعت تھی ، سامان ستر کیلو سے اوپر جا رہا تھا ، مولانا عبدالرحیم صاحب اور بعض دیگر اجاب کے تعاون سے ستر کیلو وزن تک کا سامان تو جہاز میں چلا گیا ایک کارٹون رہ گیا تھا ، وہ بعد میں مولوی سعید نے منہ بھجوا دیا تھا ، سعودی ایئر لائن کا جہاز تھا جس نے اس روز ساڑھے دس بجے دن میں انڈیا ساڑھے آٹھ بجے رات میں جدہ ایرپورٹ پر پہنچا دیا ، مجھے یہاں چوبیس گھنٹہ سے زائد رکتا تھا ۔ خیال تھا کہ مزید ایک عمرہ کی سعادت حاصل کر لوں ، جنوبی افریقہ ہی سے مولانا قاری صاحبزادہ عبد الباسط کو فون کر دیا تھا کہ وہ مجھے لینے جدہ ایرپورٹ آجائیں ، وہ اپنے بعض دوستوں کے ساتھ آئے بھی ہنگو یہاں پھر

پہلے ہی طرح باہر نکلنے کیلئے ساڑھے تین سو ریاں کا مطالبہ ہو رہا تھا، میں نے ایرپورٹ والوں سے کہا کہ میرے آدمی باہر کھڑے ہیں، مجھے ان کی گاڑی میں جانا ہے، ان کے یہاں ٹھہرنا ہے، کل کی میری فلائٹ ہے، میں ان سے مل لا کر آ جاؤں گا، مگر ان کی ایک ہی رٹ تھی کہ ساڑھے تین سو ریاں ادا کرو اور ہمارے نظام کے تحت یہ جو بیس گھنٹے گزارو، میں نے کہا کہ مجھے یہ رقم ادا نہیں کرنی ہے نہ آپ کے نظام کے تحت جو بیس گھنٹے گزارنا مجھے پسند ہے۔ پھر میں نے کہا کہ براہ کرم آپ شیخ حاتم احمد کو فون کریں<sup>(۱)</sup>۔ بڑی روکد کے بعد انہوں نے موبائل پر ان سے رابطہ قائم کیا، میرا نام سننے ہی وہ فوراً آگئے، آتے ہی لپٹ گئے میرا سامان اٹھایا، میرا پاسپورٹ لیا اور اس پر خود ہی کچھ لکھا پھر میگزین سے چند منٹ میں فارغ ہوئے اور میرا سامان اٹھائے تقریباً ایک کیلو میٹر چلتے رہے، جہاں انکی گاڑی تھی، مجھ سے پوچھا آپ جدہ کہاں جائیں گے میں نے قاری عبدالباقی صاحب کا پتہ بتلایا، انہوں نے کہا کہ وہاں میں آپ کو غور سے پہنچاؤں گا۔ وہ مجھے لیکر حی السلامۃ قاری صاحب کے گھر پہنچے اور بہت اصرار کے بعد بھی نہ ایک کپ چائے پی اور نہ ایک پیسہ لیا، اس دفعہ وہ میرے لئے اللہ کی رحمت ثابت ہوئے اور ان کی وجہ سے مجھے ایک عمرہ کی مزید سعادت حاصل ہو گئی۔

صبح تازہ دم ہو کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے قاری خلیق اللہ صاحب کے دارا برادر میں قیام ہوا مولانا طلحہ صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب کے صاحبزادہ بھی یہاں اپنی اہلیہ کے ساتھ قیام فرماتھے۔ ان سے ملاقات ہوئی پھر عمرہ سے فراغت کر کے حضرت قاری صاحب کے

(۱) یہ وہی شیخ ہاشم احمد ہیں جنہوں نے مجھے آمد کے وقت جدہ ایرپورٹ سے نکالا تھا، اور مجھ سے کچھ اتنے متاثر ہوئے تھے کہ یہ کہا تھا کہ جب آپ جنوبی افریقہ سے چلیں تو مجھے فون کر دیں، انشاء اللہ میں ایرپورٹ پر موجود رہوں گا اور آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ افریقہ سے میں ان کو فون نہیں کر سکتا تھا۔

گھر گیا وہیں کھانا کھا کر آرام کیا پھر جدہ قاری عبدالباسط صاحب کے یہاں آ گئے۔ جہاں سے ہم قاری صاحب اور بھائی تسنیم صاحب کے ساتھ عشاء کی نماز کے بعد جدہ ایرپورٹ کے لئے نکلے، یہاں تھوڑی دیر میں مولانا طلحہ صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ آ گئے، ان کو بھی اسی فلائٹ سے دہلی روانہ ہونا تھا، ان کے ساتھ بھائی حشیم ہتھم مدرسہ مولتیہ تھے، تھوڑی دیر میں مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم بھی آ گئے، اور دیکھ کر پٹ گئے، پیشانی کا بار بار بوسہ لیا، سادتھ افریقہ میں میرے قیام کے دوران یہ بھی سادتھ افریقہ آئے تھے، ان سے وہاں ملاقات نہ ہو سکی تھی، اب ایرپورٹ پر ملاقات ہوئی تو بہت خوشی کا اظہار کر رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ سادتھ افریقہ والے آپ کے پروگرام سے بہت خوش تھے، ان کو بہت نفع ہوا۔

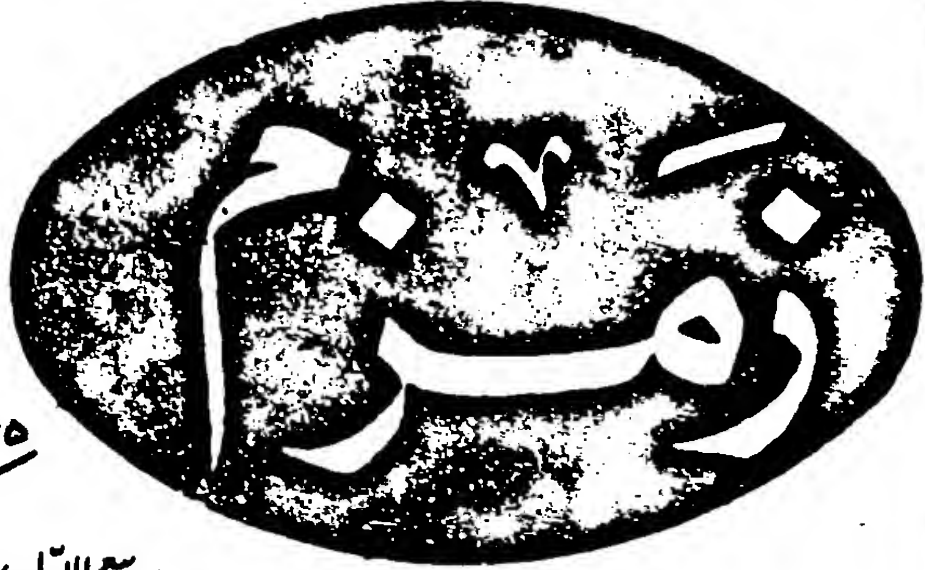
پھر ہم سوہائی جہاز پر دوستوں کو الوداع کہتے ہوئے سوار ہو گئے، مولانا طلحہ کی سٹ اور ہماری سٹ ایک ہی تھی، کنارہ کی سٹ پر ان کی بیوی تھیں، مولانا طلحہ کی دلچسپ گفتگو سے سفر آسانی سے طے ہو گیا، راستہ میں ان کی بیوی نے ان کو ایک میگزین پڑھنے کو دیا تو انھوں نے اپنی لمبی چوڑی شیخ نکال لی اور کہا کہ تم میگزین پڑھ کر اپنا وقت ضائع کرویں تو یہ پڑھوں گا۔ مجھ سے کہنے لگے میں نے ایک ہی دن میں آپ کو تین حلیہ میں دیکھا، جنوبی افریقہ سے آئے تو احرام میں تھے، پھر کرتہ پہنا میں ہوئے اور اب شروانی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔

دوسرے روز صبح ہم ہم نمبر کو بعافیت دہلی پہنچ گئے، مولانا نظام الدین چلے گئے اور میں اپنے کرم فرما حاجی منصور کے یہاں گلی قاسم جان دہلی چلا آیا اور پھر اسی روز لچھوی ٹرین پر سوار ہو کر دوسرے روز سوہائی پہنچے، جہاں میرا بڑاڑ کا عبدالرحمن، میرے داماد افتخار حسین اور میرے بہنوئی ماسٹر فیاض احمد صاحب میرے استقبال کیلئے موجود تھے، پھر اپنے داماد کی گاڑی میں بیٹھ کر بعافیت نو بجے دن میں غازی پور آ گیا۔ اس طرح تقریباً ایک ماہ کا یہ سفر بعافیت تمام ہوا۔  
والحمد للہ علیٰ ذلک و بنعمتہ تم الصالحات۔

مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دواہی دینی و علمی مجلہ

جلد  
۷

ضمیمہ  
۲



۱۴۲۵ھ

ربیع الاول، ربیع الثانی

سالانہ چندہ —————

پاکستان کے لئے

پاکستانی ایک سو بیس روپے سالانہ

پاکستان اور بھارت کے علاوہ

غیر مالک وٹل ڈالر امریکی

مذیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی  
چوڑی



مکتبہ اشرفیہ

قاسمی منزل سید داڑہ غازی پور — یو پی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ — فون نمبر ۲۲۲۵۳۳ ۷۷۷۷۷۷۷۷ ۵۲۸

## فہرست مضامین

۳	مدیر	ادایہ
۷	محمد ابوبکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۱	" "	قرأت خلف الامام کا مسئلہ اور ختنی مذہب
۲۳	نور الدین نور اللہ الاعظمی	زندوں اور مردوں کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے یا نہیں؟
۳۵	ادارہ	اکابر کے خطوط مدیرِ زمزم کے نام
۵۰	طاہر شیرازی	خمارِ سلفیت
۵۷	محمد ابوبکر غازی پوری	برطانیہ کا سفر
۶۳	" "	آخرش شہرِ طیبہ میں ہم آگئے

کتبنا

شمس الحسن محلہ کوٹ ادوی

## الاسلام

مجلہ اجماع مفتاح



ربیع الاول کا مہینہ اسلامی مہینوں میں ایک خاص امتیاز رکھتا ہے، محسن انسانیت  
ختم رسل آقائے نامدار رسولوں کے سردار، سراج مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ  
مبارک میں پیدا ہوئے، مشہور ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہے  
محقق قول یہ ہے ۹ ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود سے عالم کو زینت  
بخشی، بہر حال چاہے آپ کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول کو ہو یا ۹ کو اسی ماہ مبارک میں آپ  
کی پیدائش ہوئی، چالیس برس کی عمر کو پہنچے تو آپ کو رسالت کے منصب سے  
سرفراز کیا گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ انسانیت کی بھلائی اور  
اور اللہ کے پیغام کو دنیا والوں کو پہنچانے اور انہیں راہ حق دکھانے میں صرف کیا۔  
آپ کی بعثت سے قبل پوری دنیا پر کفر و ضلالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی ہر طرف  
باطل کی یلغار تھی، باطل پرستوں کا شور و غل تھا، ظلم و ستم کی فرماں رواں تھی، زمین پر  
فتنہ و فساد تھا، اللہ کے مخلص بندوں کا نام و نشان نہیں تھا، توحید کے نعرے زبان  
نا آشنا تھے، مسم کدے آباد تھے، انبیاء سابقین کے کہیں کہیں مٹے آثار تھے مگر  
ان کی تعلیمات سے کان نا آشنا تھے، آسمانی کتابیں تھیں مگر محرف شکل میں، غرض پوری  
دنیا میں آسمانی ہدایت کی کہیں روشنی نہیں تھی، انسانیت بھٹک رہی تھی، غریانیت و  
فحشاء اور منکرات کا راج، جو طاقت و قوت والا تھا وہ کمزوروں کا گلا دبائے ہوئے  
تھا، نہ کوئی نظام تھا نہ قانون نہ اخلاق و کردار کا نام و نشان، یوں کہہ لو دنیا میں جگہ راج تھا

اسما راج میں انسان اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی رَبَّنَا وَاِيعِثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ  
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ  
اُولَا دِ اسْمَاعِيلَ میں ایک نبی انھیں میں کا بھیج جو ان کو تیری آیات پڑھ سکے، اور ان کو  
کتاب و حکمت سکھائے اور ان کو پاک و صاف کرے۔

وقت آ گیا تھا کہ حضرت ابراہیم کی یہ دعا جو بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو چکی تھی،  
اس کی قبولیت کا ظہور ہوا، خاندان ابوطالب میں حضرت آمنہ کے پیٹ سے ایک بچہ پیدا ہوا،  
دادا نے محمد نام رکھا یہ نام بالکل اہسا می تھا، عرب اس نام سے نا آشنا تھے، محمد یعنی تعریف  
کیا ہوا شخص، یہ پہلا نام تھا جو عربوں میں سنا گیا، والد کا انتقال جب آپ رحم مادر میں تھے  
ہو چکا تھا، کچھ سالوں کے بعد والدہ کا بھی انتقال ہو گیا، دادا نے پرورش کی اور پھر چچا نے  
آپ کو پیار و محبت سے پالا، اور پوری زندگی آپ کا سہارا بنے رہے، چالیس سال میں  
آپ کو نبوت ملی، اور پھر کار نبوت پھیلنا گیا، دنیا میں حق کی روشنی پھیلتی رہی، باطل  
بے نقاب ہوتا رہا، انسانیت نے محسوس کیا کہ اب اسے سایہ رحمت میں پناہ ملی، خدا کا پیغام  
دور دور تک پھیلا، اور جس ہرزین پر نظام و انتظام نام کی کوئی چیز نہیں تھی، انسانوں نے  
ایک مرتبہ اور اخلاق و کردار کے نظام و قانون میں ڈھلی ڈھلائی زندگی گزارنے کا سبق سیکھا،  
اور آنحضرت کی تعلیم و تربیت میں پرورش پانے والی انسانوں کی وہ جماعت تیار ہوئی جس کی  
مثال اقوام و اہم میں نہیں ملتی، جو اخلاق و کردار کی بلند دی دین حق کے لئے جاں فروشی، اللہ  
رسول کے لئے فدایت، اخلاص و ایثار، ایمان و عقیدہ کی پختگی سے سرشار و غیرہ صفات  
میں اس بلند مقام پہنچی کہ بارگاہ ایزدی سے اسے خیر الام و ارامت و سطر کے لقب و اعزاز سے  
نوازا گیا، یہ جماعت نبی کے عشاقوں، جانبازوں، آپ کے نام پر ٹٹنے والوں اور اللہ کی رضا  
کے لئے اور اس کے دین کی سر بلندی کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دینے والوں یعنی  
صحابہ کرام کی جماعت مقدسہ تھی، رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔



ربیع الاول کا مہینہ کوئی تہولہ کا مہینہ نہیں ہے، یہ گانے بجانے، چلے جلوس نور و روشنی سے گھروں اور پنڈالوں کے سجانے کا مہینہ نہیں ہے، اس مہینہ کے تقدس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے آپ کو کردار و اخلاق کے اعتبار، دینداری و پرہیزگاری کے اعتبار سے، دین کے لئے ایشیاد و قربانی کے اعتبار سے اس سانچے میں ڈھالنے کا حسد کریں جس سانچے میں صحابہ کرام ڈھلے تھے، کتاب و سنت سے اپنا رشتہ مضبوط کریں اور جوابدی پیغام انسانوں کی رہنمائی و ہدایت کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آئے تھے اس پیغام کو عام کریں اور دنیا کو وہی سبق پڑھائیں جس کی تعلیم درگاہ نبوت میں صحابہ کرام نے مسلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی تھی، اسراف اور فضول خرچی سے بچیں، اور بدعات و خرافات کی لعنت سے اس پاک مہینہ کو پاک رکھیں۔

اس مہینہ کا یہی احترام و اکرام ہے، اس میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا ہے، اور یہی راہ حق ہے اور ہمارے دین و ایمان کا تقاضا ہے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرے رشتہ اور تعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی محبت کی علامت ہے، لغویات اور تماشوں میں پڑنا یا اسلام کا مزاج نہیں ہے، اور نہ صحابہ کرام کے دور میں جو نبی کے سچے حقائق کا زمانہ تھا ربیع الاول کے مہینہ میں جو آج بدعات و خرافات کا طوفان ہمیں نظر آتا ہے اس کا اس دور میں کوئی تصور تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اسلام کی زندگی اور اللہ کے رسول سے سچی محبت نصیب کرے۔

## ایک ضروری اطلاع

زمزم کے قارئین میں سے بہت سے لوگوں کا تقاضا تھا خصوصاً پاکستان والوں کا زیادہ تقاضا تھا کہ زمزم میں جو خطوط کے جوابات شائع ہوتے ہیں ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تاکہ یہ فقہی علمی سرمایہ محفوظ رہے، زمزم کے قائلوں کا محفوظ رکھنا سب کے بس کی بات نہیں ہے، مکتبہ اثریہ خود بھی اس کا پہلے ہی سے پروگرام بنائے ہوئے تھا، مگر

محمد اسماعیل مفتاحی منو ناٹھ بھنجن یوپی انڈیا

اس پر کئے والے خیر کا مسئلہ پریشان کئے ہوئے تھا، اس لئے ہمت نہیں ہو رہی تھی، اب قارئین زمرم کے شدید اصرار کی وجہ سے اس کا پروگرام بنایا گیا ہے، سر دست تین ساڑھے تین سو صفحات کی پہلی جلد شائع ہوگی۔ کتاب اچھے کاغذ پر اور جلد شائع ہوگی کتاب کی لاگت کے حساب سے اس کی عام کتابت سو سو روپے ہوگی، مگر جو لوگ ابھی سے پانچ کاپی کے خریدار بن جائیں گے اور وہ اپنی قیمت جمع کر لیں گے تو ان کو یہ پانچ عدد نسخے صرف ڈھائی سو روپے میں دیئے جائیں گے۔ گویا بالکل اصل دام پر، اگر اس طرح کے ہمیں دو سو خریدار مل جائیں تو انشاء اللہ یہ کتاب چھ ماہ میں ناظرین کے ہاتھ پہنچ جائے گی، اطلاعاً عرض ہے کہ اس کتاب کی کتابت شروع ہو گئی ہے اور ایک سو پچاس صفحات کی کتابت مکمل بھی ہو چکی ہے۔ بس طباعت کے لئے رقم درکار ہے۔ قارئین زمرم ہمت کریں اور اس سلسلہ میں اپنے روابط سے کام لے کر پانچ پانچ عدد نسخوں کے لئے لوگوں کو آمادہ کریں، تھوڑی سی ہمت اور دلچسپی سے یہ کام بڑی آسانی سے ہو جائے گا، اور یہ مفید علمی کتاب بہت جلد ناظرین کے ہاتھ میں ہوگی۔

اگر کوئی صاحب اپنے عزیز واقربا کے ایصالِ ثواب کیلئے اس کا خیر میں حصہ لے کر سو دو سو نسخے خرید لیں اور ان کی قیمت پیشگی ادا کر دیں تو طباعت و کتابت کا مرحلہ بہت آسان ہو جائے گا، اور انشاء اللہ مروجین کو اس کا ثواب بھی پہنچے گا۔

اٹھو اٹھو کہ نہیں کام روز روز کا ہے

یہ وقت خاص بہت خاص بن کے آیا ہے

---

پاکستان میں زمرم کے لئے اس پتہ پر خط و کتابت کریں۔

مولانا ابو محمد ایاز ملکالوئی صاحب، جامعہ سراج العلوم، عید گاہ لودھراں

پاکستان میں زمرم کا سالانہ چنڈہ ۱۲۷ روپے

---

## نبوی ہدایات

(۱۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر مدعو کیا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی آنحضرت کے ساتھ گیا، داعی نے آنحضرت کے سامنے روٹی اور شور بار کھا، شور بے میں کدو ڈالا گیا تھا، حضرت کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پیالے کے اطراف سے لے کر کھا رہے ہیں، اس دن سے مجھے کدو مرغوب ہو گیا۔ (بخاری شریف)

اس حدیث پاک میں کئی چیزیں قابلِ غور ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام ہر جائز پیشہ کو اختیار کرتے تھے اور کوئی پیشہ بشرطیکہ حلال ہو ان کے نزدیک محبوب نہیں تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کی دعوت کو اگر وہ مالِ مشتبہ سے پاک ہو، قبول فرمایا کرتے تھے، خواہ وہ بڑا اور بزرگ اور عالی خاندان کا ہو خواہ وہ عام انسانوں میں سے کوئی فرد ہو، اسی وجہ سے علماء کہتے ہیں کہ مسلمان کی دعوت قبول کرنا سنت ہے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کسی کی دعوت ہو تو اس کا خادم بھی بلا اجازت اور بلا دعوت اس دعوت میں اپنے آقا کی ہمراہی میں شریک ہو سکتا ہے، خادم کو الگ سے دعوت دینا ضروری نہیں ہے۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ کدو سبزیوں میں سے آنحضرت کی مرغوب غذا تھی اور

کھانے کی مرغوب چیز کو دسترخوان سے ادھر ادھر باتھ بڑھا کر لیا جاسکتا ہے، یہ دسترخوان کے آداب کے خلاف بات نہیں ہے۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرغوبات کو اپنی مرغوب شئی بنا لیا کرتے تھے، یہ آنحضور کے ساتھ ان کی غایت درجہ محبت اور فریفتگی کی بات ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب صحابہ کرام کا کھانے پینے کی چیزوں میں بھی آنحضور کی پسند کو اپنی زندگی میں داخل کر لیا کرتے تھے تو دینی و شرعی امور میں اس کا ان کو کتنا لحاظ و پاس ہوا کرتا ہو گا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کا ہر عمل آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نقش ہوا کرتا ہے، اس کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا کہ یہ صحابی کا عمل ہے اور وہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

(۲) حضری معدی کرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور کا ارشاد تھا کیلو اطعماء مکرمین مبارک لکم فیہا، یعنی کھانا ناپ کر پکایا کر داس میں تمہارے لئے برکت ہے (بخاری) کیلو اطعماء مکرم کا لفظی ترجمہ تو صرف اتنا ہے کہ کھانے کا سامان ناپ لو، مگر یہ ارشاد مبارک گھر میں جو کھانا پکاتا ہے اس کیلئے ہے، اللہ کے رسول کی اس ہدایت کا حاصل یہ ہے کہ جو کھانا ناپ تول کر اور گھر کے افراد کی تعداد کو دیکھ کر مناسب مقدار میں پکایا جائے اس میں خیر و برکت ہوتی ہے، آنحضور کی جو تعلیم ہے اگر اس کو ہمارے گھروں کا معمول بنایا جائے تو اس کو عیب کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، اور جو ایسا کرے گا اس کو لوگ بخیل ہونے کا طعنہ دیں گے مگر ہمارے حضور کی تعلیم و ہدایت اپنانے ہی میں خیر و برکت ہے، دوسرے کیا کہتے ہیں اگر اس پر نگاہ رکھی جائے تو پھر شریعت پر عمل کرنا دشوار ہو جائے گا، کہنے والے تو ہماری نماز، ہمارے روزہ، حج و قربانی کے بارے میں بھی نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں، ان نکتہ چینوں کی سلمانوں کو پرواہ نہیں کرنی چاہئے اور شریعت کی جو ہدایت ہے اس پر عمل کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنانا چاہئے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ من ابتاع طعاماً فلا یبیعہ حتی یقبضہ ، یعنی جس نے  
فلہ خریدنا تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو نہ بیچے۔ (بخاری)

شریعت کی ہدایت خرید و فروخت کے بارے میں ایک یہ بھی ہے کہ سامان  
خریدنے والا سامان خرید کر جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے دوسروں کو اس کو بیچنا درست  
نہیں ہے ، اور حکمت اس کی یہ ہے کہ اگر سامان پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اس نے دوسرے  
کے ہاتھ میں فروخت کر دیا تو ممکن ہے کہ وہ بائع کے ہاتھ میں خراب یا ہلاک ہو جائے تو  
پھر جھگڑے فساد کا اندیشہ ہے اور دوسرے خریدار کو وہ سامان ہیا کرنا دشوار ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
سے ایک شخص نے کہا کہ جب وہ خریدی کرتا ہے تو بیچنے والے اسے دھوکا دیتے ہیں ،  
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ خریدتے وقت بیچنے والے سے کہدیا کہ وہ  
لاخلابہ۔ دھوکا بازی نہیں ہونی چاہئے۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اگر تاجر کسی کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کو اٹا سیدھا  
سامان دے دیں یا سستا سامان گر ان قیمت پر دے دیں تو جب وہ تاجر سے یہ کہدے گا  
کہ دھوکا نہ ہو ناچاہئے اب اگر اس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا تو اس کا دھوکا ظاہر ہو جانے  
کے بعد اس خریدنے والے کو سامان واپس کرنے کا حق ہوگا اور تاجر کے لئے اذروئے  
شرع اس کو واپس لینا ضروری ہوگا۔ اور اگر اس نے انکار کیا تو اسے قاضی سامان واپس  
لینے پر مجبور کرے گا۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا المحلف  
متفقاً للسلعة محققاً للبرقة ، یعنی قسم کھا کر جو مال فروخت کیا جائے اس سے  
مال کی کمائی تو ہوتی ہے لیکن قسم سے مال کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

قسم کھا کر کے وہی مال فروخت کرنا ہے جو امانت و دیانت سے خالی ہوتا ہے ،  
امانت و امانت جو قسم کھا کر تجارت نہیں کرتا ، ایسے قسم کھانے والے کو لوگ جھوٹا ہی

تصور کرتے ہیں، قسم کھا کر کے مال بیچنا بے برکتی کی دلیل ہے۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ (گزشتہ امت میں) ایک تاجر تھا جو لوگوں کو ادھار مال دیا کرتا تھا اور وہ جب کسی کو تنگ حال دیکھتا (کہ وہ رقم کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے) تو اپنے غلاموں سے کہتا کہ اس سے درگزر کرو شاید کہ اللہ ہم سے درگزر فرمائیں، چنانچہ اللہ نے اس کی گناہیں معاف کر دیں۔ (بخاری)

مسلمان کو با اظہان اور صاحب مروت ہونا چاہیے، مروت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ کسی پر قرض ہو تو اگر قرض لینے والے کو ادائیگی میں دقت پیش آ رہی ہے تو اگر اسے وسعت ہے تو اس سے درگزر کر دے، یا اس کو مزید ہمت دے یا قرض کی رقم میں سے کچھ کم کر دے، اس کا ثمرہ اس کو آخرت میں ملے گا، اگر اس نے سچائی کے ساتھ اور محض اللہ کی رضا کے لئے اس پر رحم کھا کر اس کا قرض معاف کر دیا یا اس کو سہولت بہم پہنچائی تو اللہ اس کے ساتھ بھی رحم و کرم کا معاملہ کرے گا، اس کی سیئات سے درگزر کرے گا۔

#### بقیہ برطانیہ کا سفر

پڑھا ہے اور فائبانہ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہیں، زمزم کا بھی مطالعہ کرتے رہتے ہیں، اور غیر تقلدیت کے موضوع سے ان کو خاص دلچسپی ہے، اور اس سلسلہ میں ان کی معلومات بہت وسیع ہیں، حالانکہ یہ ایک عام آدمی ہیں، پڑھے لکھے زیادہ نہیں ہیں۔

حافظت اری محمد یوسف سیدات BASINOSTOKE شہر سے جو

لندن سے پچاس کیلو میٹر فاصلہ پر ہے وہاں سے آئے تھے۔

مولوی مشتاق مولوی اسماعیل کے گھر کے قریب ہی رہتے ہیں، ان حضرات سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔

(جاری)

مجلہ مفتاح

محمد ابو بکر غازی پوری

# قرأت خلف الامام کا مسئلہ اور حنفی مذہب

مسائل مسنونہ

مکرمی حضرت والا ۔

خدا کے مزاج بخیر ہو ۔ زمزم کا مطالعہ پابندی سے جاری ہے، ہر شمارہ نظر کشا اور افزونی بعیرت کا باعث ہوتا ہے، آپ کی تحریر و تحقیق سے شبہات ختم ہو جاتے ہیں اور قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، کئی ایسے مسائل تھے جو قلب کو مشوش کئے ہوئے تھے، زمزم اور آپ کی کتابوں نے شبہات کو کا فور کر دیا۔ **وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ**

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں بخاری شریف میں جو کچھ فرمایا ہے آپ سے مخفی نہ ہوگا، اگر آپ امام بخاری کی باتوں کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ پر کچھ تحریر فرمادیں تو قرأت خلف الامام کے مسئلہ کے بہت سے گوشے پر بھی روشنی پڑ جائے گی اور غیر مقلدین امام بخاری کا نام لے کر جو دوسروں کو درغلالتے ہیں اس کا بھی

والسلام

تدارک ہوگا۔

نیاز محمدا، محمد حسین قاسمی

مظفر پوری ۔ وارد مال احمد نگر، ہمارا شٹرا

ناہم ! زمزم کے اجراء کا ایک بڑا مقصد یہی تھا کہ غیر مقلدین نے عوام اور کچھ خواص کے ذہنوں میں جو شبہات کے بیج بوئے ہیں انہیں ختم کیا جائے، خدا کا شکر ہے کہ اس میں

زمرم کامیاب رہا۔ اور بزرگم خود اتحادیوں اور مؤمنین اور ضدی طبائع کو چھوڑ زمرم میں شائع ہونے والی تحریروں کو ہر شخص نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اگرچہ دن و نیاقت کی بنیاد پر کوئی غلط راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کی اصلاح ممکن ہے، لیکن عصبیت اور ضد اور قصد و ارادہ کے ساتھ جو غلط راستہ پر چل رہا ہے اس کا علاج ناممکن ہے، اس کی ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی چاہے تو ایسے شخص کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

موجودہ غیر مقلدین کا طبقہ اسی دوسری نوع کا ہے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ واقعی جو اصل حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہیں ان کے لئے زمرم اپنی استطاعت بھر کو شاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور سچی راہ پر قائم رکھے۔

قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں احناف کا جو مذہب ہے وہ ایسے ٹھوس حقائق اور کتاب و سنت اور سنن اصحاب و تابعین کی ایسی مضبوط بنیاد پر قائم ہے جس کو کوئی شخص اپنی لن ترانیوں سے اور امام بخاری کا نام لے کر متزلزل نہیں کر سکتا، آپ نے چونکہ اپنے خط میں امام بخاری کا نام لیا ہے اور صحیح بخاری میں ان کی جو تحقیق ہے اس کا ذکر کیا ہے اس وجہ سے میں اپنی گفتگو کا آغاز امام بخاری اور ان کی کتاب بخاری شریف ہی سے کرتا ہوں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پوری بخاری شریف میں کہیں نہیں کہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور فرض ہے اور نہ اس بات پر کسی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور نہ اپنی پوری کتاب میں کوئی بھی ایسی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ صراحت ہو کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کیلئے جو باب قائم کیا ہے اس کا عنوان یہ ہے  
باب وجوب القراءة للامام والمأموم في المكتوبة كلها في الحضرة  
والسفر وما يجزئها وما يخافه۔

اس کا ترجمہ یہ ہے :

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ تمام چہری و سری نمازوں میں حضور اور سفر کی



نمازوں میں امام اور مقتدی کیلئے قرآن کا پڑھنا واجب ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ حضرت امام بخاری نے نمازوں میں مقتدی کے لئے متعین طور پر فاتحہ کے پڑھنے کو واجب نہیں بتلایا ہے، بلکہ مطلق قرآن پڑھنے کو خواہ سورہ فاتحہ ہو یا سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کا کوئی اور حصہ ہو، اس کو واجب بتلایا ہے، اور اس باب کے تحت جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان سے اپنے اسی مفہود پر روشنی ڈالی ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں، پہلی حدیث حضرت جابر بن سمرہ کی ہے جس کا باب سے متعلق حصہ یہ ہے۔

قال شكوا اهل الكوفة سعدا الى عمر رضى الله عنه فعزلوا واستعمل عليهم عمارا فاشكوا انما لا يحسن يصلي فادسل اليه فقال يا ابا اسحق ان هؤلاء يزعمون انك لا تحسن تصلي، قال: اما ناول الله فاني كنت اصلي بهم مكلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اخرام عنها اصلي مكلوة العشاء فاركد في الاوليين واخف في الاخريين، قال: ذلك الظن بك يا ابا اسحق الخ۔

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد کی شکایت کی تو حضرت عمر نے ان کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا، اہل کوفہ نے حضرت سعد کی یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز پڑھنا نہیں جانتے ہیں، حضرت عمر نے حضرت سعد کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلا یا اور ان سے کہا کہ یہ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے ہو، تو حضرت سعد نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا ہوں، اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا، ان کو فشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دونوں رکعتوں کو طویل کرتا ہوں اور دوسری دونوں رکعتوں کو ہلکا پڑھاتا ہوں۔ حضرت عمر نے ان کی بات سن کر ان سے فرمایا آپ کے بارے میں ہمارا یہی خیال ہے۔

اس روایت میں آپ غور فرمائیں کہ جو بات صراحت سے اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام کو عشاء کی نماز میں پہلی دو رکعتوں کو طویل کرنا چاہئے دوسری دو رکعتوں کو پہلی والی سے ہلکی پڑھانا چاہئے۔ امام بخاری نے جو لبابوڑا باب باندھا ہے، اس کا اس حدیث میں کہیں دور دور صراحت سے ذکر تک نہیں ہے، فاتحہ قرأت خلف الامام کا تو اس حدیث میں کوئی نام و نشان نہیں ہے، البتہ معنی طور پر ضروریہ معلوم ہوتا ہے کہ امام کو چاروں رکعتوں میں قرأت کرنی چاہئے، پہلی میں مختصر اور دوسری میں ہلکی اور اسی سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہو رہا ہے کہ امام کو نماز میں قرأت کرنی واجب ہے۔ بہر حال اس حدیث پاک میں سورہ فاتحہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

اس باب کی دوسری حدیث یہ ہے۔

عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : لا مصلوة لمن تأخر أبغاث متاع الكتاب - یعنی حضرت عباده رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

یہی وہ حدیث ہے جس سے امام بخاری نے جو باب منعقد کیا ہے اس کے معنوں پر استدلال ہو سکتا ہے۔ مگر ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث قرأت خلف الامام کے ذکر سے بالکل خاموش ہے۔ انشاء اللہ آگے چل کر ہم اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے، پہلے اس باب کی ساری احادیث کو آپ ملاحظہ فرمائیں۔

تیسری حدیث اس باب کے تحت امام بخاری نے یہ ذکر کی ہے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فضلى فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فراد فقل : ارجع فضل فانك لم تصل ، فرجع فضلى كما صلى ، ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال : ارجع فضل فانك لم تصل ثلاثا ، فقال والذي بمثلك بالحق ما احسن غيرہ فعلمني ، فقال : اذا قمت الى المصلوة فكبّر

ثم اقرأ ما تيسر من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتى تعقل  
تأتما ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتى تطمئن جالساً وافعل  
ذلك في كل وقت كلها۔

اس حدیث پاک کا ترجمہ یہ ہے ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد  
میں تشریف لائے، آپ کے پیچھے ایک شخص آیا اس نے آکر نماز پڑھی پھر آنحضور کو سلام  
کیا آپ نے اس کا جواب دیا اور پھر فرمایا جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی ہے۔  
اس نے دوبارہ اسی طرح کی نماز پڑھی جیسی پہلی دفعہ پڑھی تھی پھر اس نے آکر سلام کیا آپ نے  
پھر اس سے فرمایا جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ قصہ تین دفعہ پیش آیا تو اس  
آدمی نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے ابھی نماز  
پڑھنا نہیں جانتا، مجھے آپ نماز کی تعلیم فرمائیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جب تم نماز  
کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو پھر جو قرآن تمہیں یاد ہے اس کو پڑھو پھر اطمینان سے رکوع  
کرو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر اس طرح کھڑے ہو کہ تمہارے اعضاء برابر ہو جائیں، پھر اطمینان  
سے سجدہ کرو پھر اطمینان سے بیٹھو اور پوری نماز اسی طرح اطمینان سے پڑھو۔

آپ اس ترجمہ میں غور فرمائیں کیا اس سے قرأت خلع الامام کا مسئلہ ثابت ہوتا  
ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے؟ یہ حدیث  
تو فی الاصل یہ بتلا رہی ہے کہ آدمی کو سکون و اطمینان سے نماز پڑھنی چاہئے، نماز پڑھنے کی  
کیفیت اٹھ بیٹھ کی نہ ہونی چاہئے، اور دوسری بات جو اس حدیث سے بالکل ظاہر طور پر  
ثابت ہو رہی ہے وہ یہ کہ مصلیٰ کو سورہ فاتحہ پڑھنی ہی واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن کا جو حصہ  
بھی پڑھ لیا جائے گا اس سے نماز کی فرضیت ادا ہو جائے گی، یعنی نماز میں مطلق قرأت  
کا وجوب ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ امام بخاری نے باب باندھنے نہ کہ مقتدی کے امام کے  
پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کا تو اس حدیث پاک میں

کہیں دور دور تک ذکر بھی نہیں ہے۔

امام بخاری نے مذکورہ بالا باب کے تحت ہی تین حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے دو کا سرے سے اصل مسئلہ قرأت خلف الامام سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ ایک حدیث جو اس باب کی دوسری حدیث ہے اسی کو لے کر غیر مقلدین اچھل کود مچائے رہتے ہیں، اس لئے اس پر کچھ تفصیل سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔

تو عرض ہے کہ اگر اس حدیث پاک سے امام کہتے ہیں مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ صراحت سے ثابت ہوتا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ضرور اس کا ذکر کرتے مگر انھوں نے اپنے باب میں کہیں سورہ فاتحہ کا نام نہیں لیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری کو خود قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کرنے میں تردد ہے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اس حدیث کو نماز میں مطلق قرآن پڑھنے کے وجوب پر استدلال کرنے کیلئے لائے ہیں نہ کہ خاص سورہ فاتحہ پڑھنے کو مقتدی کے لئے نماز میں واجب بتلانے کیلئے، تعجب ہے کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ہمت نہ ہو سکی کہ اس حدیث سے قرأت فاتحہ خلف الامام پر استدلال کریں تو غیر مقلدین کو ہمت کیونکر ہوئی۔

جو لوگ اس حدیث سے قرأت فاتحہ خلف الامام پر استدلال کرتے ہیں وہ اپنے اجتہاد سے یہ بتلاتے ہیں کہ لامسلوۃ لمن میں من کلمہ عام ہے، جو ہر نمازی کو شامل ہے، اس میں مقتدی بھی آگیا، مطلب یہ ہوا کہ مقتدی پھر سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے بلا اس کے اس کی نماز نہ ہوگی، مگر یہ حدیث کی ان کی اپنی تشریح ہے نہ اس حدیث میں مقتدی کا ذکر ہے اور نہ امام کا نہ منفرد کا، اس وجہ سے اس حدیث میں مقتدی کو شامل کرنا محض اجتہادی بات ہوگی، حدیث میں اس کی قطعاً صراحت نہیں ہے، اور اپنا مطلب ماحصل کرنے سے پہلے ان کو ایک سخت مرحلہ طے کرنا ہوگا کہ کلمہ من، عربی میں ہر جگہ عموم کے لئے ہوتا ہے، خصوص میں اس کا استعمال عربی زبان میں نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں اگر وہ بھی یہ فرمائیں کہ اس حدیث سے مقتدی پر کبھی فاتحہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے تو ہمیں ان کی بات تسلیم کرنے میں بہت تردد ہوگا اس لئے کہ ان کا بھی کہنا ان کا اجتہاد ہوگا، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ وہابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعی ان کا زمانہ صحابہ کرام سے بہت بعد کلہ ہے، حضرت امام بخاری نے نہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی نہ کسی صحابی کے پیچھے اور نہ کسی تابعی کے پیچھے وہ قرون مشہود ہوا باخیر کے آدمی نہیں ہیں، اس لئے ہمیں امام بخاری سے نظر ہٹا کر یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرام جنہوں نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے جنہوں نے حضور سے نماز کو سیکھا تھا، جن کو حضور کی معیت و صحبت حاصل رہی ہے وہ اس حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں، وہ جو مطلب بیان کریں گے وہ ہی صحیح ہوگا۔ اور وہی رائج ہوگا۔ امام بخاری یا کوئی دوسرا محدث ان کے خلاف اس حدیث کا مطلب بیان کرتا ہے تو وہ مروج ہوگا اور صحابی کے مطلب کے مقابلہ میں وہ قابل رد ہوگا۔ تو سنئے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ نے اس حدیث پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ پیش قدمی ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع میں فرماتے ہیں :

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحداً واحتج بحديث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعة لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد بن حنبل فهذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تناول قول النبی لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب هذا اذا کان وحداً۔

یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لاصلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس شخص

کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھنے والا ہو۔ اور حضرت امام احمد نے اس بارے میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے حضرت جابر فرماتے ہیں، جو شخص ایک رکعت بھی پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز نہیں پڑھی، الایہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، حضرت امام احمد نے کہا کہ یہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں انہوں نے لامصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا یہ مطلب بتلایا ہے کہ یہ حدیث تنہا شخص کے لئے ہے (امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے لئے نہیں)

آپ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس پورے کلام میں غور فرمائیں کہ انہوں نے کتنی وضاحت سے حضرت جابر کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ لامصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا تعلق مقتدی سے ہے ہی نہیں، اس حدیث کا تعلق تنہا نماز پڑھنے والے سے ہے اور اس سے ہے جو امام کے پیچھے نہ ہو، اب اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت امام بخاری نے لامصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا یہی مطلب سمجھا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی پر بھی واجب ہے (اگرچہ بخاری شریف میں امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے، جیسا کہ اس کو بیان کیا جا چکا ہے) تو بھی حضرت امام بخاری کے مقابلہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ صحابی رسول کی بات زیادہ وزن دار اور زیادہ قابل قبول ہوگی۔ اس لئے کہ حضرت امام بخاری کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ انہوں نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے یا کسی صحابی کے پیچھے نماز پڑھی ہے، انہوں نے براہ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ نماز کو سیکھا ہے نہ کسی صحابی کے پیچھے نماز پڑھ کر دور صحابہ کی نماز کا براہ راست مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے انہوں نے لامصلوۃ والی حدیث کا اگر یہی مطلب سمجھا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے ہے تو یہ ان کی اپنی فہم اور اپنا اجتہاد ہے، جب کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے تو انہوں نے براہ راست آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انہوں نے نماز پڑھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت

میں رہ کر انہوں نے نماز سیکھی ہے، ان کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں کس طرح نماز پڑھتے تھے، ان وجوہ کی بنا پر ہر صاحب عقل کا فیصلہ یہی ہوگا کہ کسی اور محدث کے مقابلہ میں حضرت جابر نے حدیث پاک لا مصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحتہا الکتاب کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ زیادہ قابل قبول ہے اور اس کی روشنی وہ مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو جائز نہیں رکھے گا جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض دیگر ائمہ مثلاً حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر صحابی رسول کی روشنی میں مقتدی کیلئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کا امام ترمذی نے لا مصلوۃ لمن لم یقرأ کے بارے میں جو فرمان نقل کیا ہے، اس کی سند بالکل صحیح ہے خود امام ترمذی اس اثر کو نقل کر کے فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ والی یہ حدیث حسن صحیح ہے، یعنی بالکل کٹری سند سے حضرت جابر کا یہ اثر ثابت ہے، اس لئے کوئی فندی اور متعصب اس کو ضعیف کہہ کر رد نہیں کر سکتا۔

حاصل یہ ہے کہ لا مصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحتہا الکتاب والی حدیث پر حنفیہ کا بھی عمل ہے، انہوں نے اس کو رد نہیں کیا ہے بلکہ سر آنکھوں پر رکھا ہے البتہ انہوں نے اس کا مطلب وہ سمجھا ہے جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے سمجھا جا رہا تھا، انہوں نے امام بخاری کی یا کسی اور محدث کی اس بارے میں پیروی و اقتدار نہیں کیا ہے اب اگر اس کے بعد بھی اگر کوئی یہی رٹ لگائے رہتا ہے کہ اخاف لا مصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحتہا الکتاب والی حدیث پر عمل نہیں کرتے تو اس کی عقل پر ماتم کے سوا اور کچھ نہیں کیا جاسکتا، بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر اخاف لا مصلوۃ والی حدیث پر صحابی رسول حضرت جابر بن عبد اللہ کی تفسیر و ایضاح کی روشنی میں عمل کریں تو قابل ملامت قرار پائیں اور ان پر جھوٹا الزام لگایا جائے کہ انہوں نے اس حدیث پاک کو چھوڑ دیا ہے اور اگر غیر مقلد کسی محدث یا امام بخاری کے اجتہاد و استنباط کی روشنی میں اس حدیث پر عمل کریں

توان کی تعریف ہو اور حدیث پر عمل کرنے والے قرار پائیں۔ مالک کی کیفیت متحکمون۔  
حضرت جابر بن عبد اللہ نے اس حدیث پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق  
مقتدی سے نہیں ہے، اس کی تائید اجلائے صحابہ کرام اور بہت سے ارشادات نبویہ علی  
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی ہوتی ہے، مثلاً امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں  
حضرت زید بن ثابت کا یہ اثر نقل کیا ہے۔

قال عطاء سألت زید بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال  
لا قراءة مع الامام في شيء۔

یعنی حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے  
ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں سوال کیا تو حضرت زید نے فتویٰ دیا کہ امام کے  
ساتھ کچھ پڑھنا نہیں ہے۔

حضرت زید بن ثابت کی علمی و فقیہی جلالت شان سے کون واقف نہیں ہے، ان کا  
شمار اجلائے رفقاء صحابہ میں ہوتا ہے ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو  
کچھ پڑھنا نہیں ہے، اور یہی فتویٰ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، امام  
بیہقی نے حضرت ابو داؤد ائیل سے نقل کیا ہے۔

ان رجلا سأل ابن مسعود عن القراءة خلف الامام فقال انصت  
فان في الصلوة شغلا وسيكفيك ذلك الامام۔

یعنی ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام  
کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فتویٰ دیا، امام کے پیچھے تم خاموش رہو،  
نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اور تمہارے لئے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔  
صحابہ کرام میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے مقام ارفع سے کون ناواقف ہے،  
ان کے نزدیک بھی لاصلوٰۃ لمن لم يقرأ کا وہ مطلب نہیں ہے جس کو لے کر غیر مقلدین سر  
اٹھائے رہتے ہیں، ان کا فتویٰ بھی حضرت جابر بن عبد اللہ کی تائید ہی میں ہے جیسا کہ آپ نے



لاحظہ فرمایا۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی تحقیقات پر غیر مقلدین کو بڑا ناز رہتا ہے۔ حضرت مجدد اللہ بن مسعود اور حضرت زبید کا فتویٰ نقل کر کے فرماتے ہیں :

وابن مسعود و زبید بن ثابت ہما فقیہا اهل المدينة و اهل الكوفة من الصحابة و في كلامهما تنبيه على ان المانع انفسا لقراءة الامام - (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۲۴۵)

یعنی حضرت مجدد اللہ بن مسعود اور حضرت زبید بن ثابت ان صحابہ کرام میں سے ہیں کہ ان میں سے ایک اہل مدینہ کا فقیہ ہے اور ایک اہل کوفہ کا، ان دونوں کے کلام میں یہ تنبیہ ہے کہ قرأت نہ کرنے کی وجہ اور اس سے مانع یہ ہے کہ امام کی قرأت کو سننا اور خاموش رہنا مقتدی کا وظیفہ ہے۔

اور جو فتویٰ حضرت مجدد اللہ بن مسعود اور حضرت زبید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا ہے وہی حضرت مجدد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ مؤطایں امام مالک حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں۔

ان عبد اللہ بن عمر اذا سئل هل يقرأ خلف الامام؟ يقول اذا صلى احداكم خلف الامام تجزئها قرأتا و اذا صلى وحده فليقرأ۔  
یعنی حضرت مجدد اللہ بن عمر سے جب قرأت خلف الامام کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے کہ تم میں کاجب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو کافی ہے اور جب تنہا نماز پڑھے تو اسے قرأت کرنی چاہئے۔

حضرت مجدد اللہ بن عمر کا یہ فتویٰ بھی بتلا رہا ہے کہ صحابہ کرام میں عام طور پر قرأت خلف الامام پر عمل نہیں تھا، صحابہ کرام کا عام معمول یہی تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے اور لا مصلوۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الكتاب کا مطلب عام طور پر صحابہ کرام ہی سمجھتے تھے کہ اس کا تعلق منفرد سے ہے مقتدی سے نہیں۔ اور صحابہ کرام کا یہ عمل

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور ارشادات اور آپ کی رہنمائی کی روشنی میں تھا۔ یہ مسئلہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے کہ صحابہ کرام کے یہ فتاویٰ ان کے اجتہاد اور رائے پر مبنی ہوں۔ نماز تو دن رات ہیں کم از کم ہر صحابی پانچ مرتبہ باجماعت پڑھتا ہی تھا، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے پیچھے صحابہ کرام نماز پڑھا کرتے تھے، اور مقتدی ہو کر وہ کیسے پڑھا کرتے تھے، صحابہ کرام کے ان فتوؤں کی روشنی میں خوب اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین بلکہ بعد کے زمانہ میں بھی عام مسلمانوں کے نماز پڑھنے کا یہی طریقہ تھا کہ وہ مقتدی ہوتے تو امام کے پیچھے وہ کچھ پڑھتے نہیں تھے خصوصاً جہری نمازوں میں۔ ابن تیمیہ کی اس پر یہ شہادت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں :

وَمَعْلُومٌ أَنَّ النَّهْيَ عَنِ الْقُلَّةِ لَا خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الْجَهْرِ مَتَوَاتِرٌ

من الصحابة والتابعين ومن بعدهم (فتاویٰ مج ۳/۲۳)  
یہ بات معلوم ہے کہ حالت جہر میں قرأت خلف الامام سے منع کرنا صحابہ، تابعین اور بعد کے لوگوں سے متواتر ثابت ہے۔

افسوس نماز کا جو مسئلہ بقول ابن تیمیہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد کے ادوار کے لوگوں سے بطور تواتر ثابت ہے، غیر متقلدین اس کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں پر طعنہ کستے ہیں اور جو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں اور لامصلوۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا وہ مطلب بیان کرتے ہیں جو ابن صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی نے نہیں سمجھا۔

حضرات صحابہ کرام کا کوئی عمل جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اپنی رائے سے نہیں ہو سکتا اس کی بنیاد کتاب و سنت پر ہوتی ہے۔ حضرت جابر حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فتویٰ کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی ممنوع ہے، اور لامصلوۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور نص قرآنی پر مبنی ہے، آنحضور کا ارشاد ملاحظہ

فرمائیں، مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی یہ روایت ہے۔  
 قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا  
 وعلمنا صلواتنا فقال اقيموا صوفکم ثم لیؤم احدکم فاذا کبر  
 فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ

یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمیں نماز کا طریقہ بتلایا اور ہمیں نماز سکھلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا دیکھو نماز میں صوفیں سیدھی رکھو پھر تم میں سے کوئی نامت کرے، اور جب انا تکبیر کہے  
 تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

اس کی سند حضرت امام مسلم کے یہاں یہ ہے۔ حدثنا اسحق بن ابراہیم اخبرنا  
 جزیو عن سلیمان التیمی عن قتادة۔ اس میں کا کوئی راوی ایسا نہیں ہے جس پر کچھ  
 کلام کیا جاسکے، حضرت امام مسلم کا اس روایت کو ذکر کرنا خود ہی اس کے صحیح ہونے کی بہت  
 بڑی دلیل ہے۔ اس روایت میں جس میں بطور خاص نماز ہی کے مسئلوں کی آپ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے تعلیم فرمادی اور نماز کی سنت بیان فرمائی اس میں صاف آپ کا ارشاد موجود ہے۔  
 اذا قرأ فانصتوا امام جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو، یہ روایت قرأت خلف امام  
 کے بارے میں بالکل واضح اور صریح ہے، اس میں کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں، ایسی مرتع  
 اور صحیح روایت کو چھوڑ کر لاصلوات لمن لم یقرأ والی حدیث کی من بانی تاویل کر کے مقتدی کے  
 لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب بتلانا بڑی عجیب بات ہے۔

بالکل اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ابن ماجہ اور  
 حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ ابن ماجہ میں اس روایت کے جو الفاظ ہیں  
 اس کا ابتدائی حصہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل

الامام لیؤم بہ فاذا کبروا فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

یہ حدیث پاک بھی وضاحت سے قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر روشنی ڈال رہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش رہنے کا آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور امام کی اقتدار یہی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے جیسا کہ حدیث کا پہلا جملہ بتلا رہا ہے۔

یہ حدیث بھی بالکل صحیح ہے، خود امام مسلم نے اس حدیث کی صحت کی شہادت دی ہے، ایک محدث ابو بکر بن اخت ابی النضر نے حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو حضرت امام مسلم نے فرمایا ہو عندی صحیح کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

جب خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضور کا یہ ارشاد نقل فرما رہے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابوہریرہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک کی مخالفت کریں گے اور امام قرأت کرے گا تو وہ بھی امام کے پیچھے پڑھیں گے۔ ہم تو حضرت ابوہریرہ کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ابن تیمیہ نے اس بات پر کہ مقتدی کو امام کے پیچھے جب امام قرأت کرے تو کچھ پڑھنا نہیں چاہئے بلکہ خاموش رہنا چاہئے، حضرت جابر کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کو ابن ماجہ اور بعض دوسرے محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔ ابن ماجہ میں ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له اماماً فقرأت الامام لم يقرأ آتاً۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مصلی کا امام ہو اور وہ نماز پڑھا رہا ہو تو امام کا پڑھنا ہی مقتدی کے لئے کافی ہے

۔ امام کے پیچھے مقتدی کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے )

یہ حدیث بھی مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں فیصلہ کن ہے کہ مقتدی کا فریضہ امام کی قرأت کو سنا ہے نہ کہ امام کے پیچھے کچھ پڑھنا ہے ۔ اور یہ حدیث بھی صحیح ہے ۔ ابن تیمیہ اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے ، اور وقت حاضر کے سلفیوں کے امام محمد ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے ، اور اس حدیث کی روشنی میں اور اس مضمون کی دوسری احادیث کی روشنی میں البانی کا بھی یہی مذہب ہے کہ امام جب قرأت کرے تو مقتدی کو خاموش رہنا واجب ہے ، اس حدیث کے بارے میں البانی فرماتے ہیں :

ابن ابی شیبۃ والدارقطنی وابن ماجہ والطحاوی واحمد  
من طریق کثیرۃ مسندۃ ومرسلۃ وقوالہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ  
کما فی الفروع لابن عبد الہادی و صحیح بعض طرقہ البوصیری  
( صنفۃ الصلوۃ ص ۷۰ )

یعنی اس حدیث کو ابن ابی شیبہ ، دارقطنی ، ابن ماجہ ، طحاوی اور حضرت امام احمد بن حنبل بہت سی سند و مرسل سند ولے ذکر کیا ہے ، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جیسا کہ عبد الہادی کی فروع میں ہے اس حدیث کو قوی قرار دیا ہے ، اور امام بوصیری نے اس کی بعض سندوں کو صحیح کہا ہے ۔

غرض اس حدیث کا انکار نہ کرنا حقیقت کا منہ چڑھانا ہے ، اس حدیث کا مضمون بھی یہی بتلایا ہے کہ لا صلوة لمن لم یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا ہے وہی مطلب صحیح ہے یعنی لا صلوة والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے ، اور کیونکہ ہو سکتا ہے جب کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف صاف اس سے ہنی آئی ہے ، مصنف عبد الرزاق میں زید بن اسلم سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ نبی رسول اللہ عن القرآن خلف الامام ( ص ۱۳۹ ) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا ہے ، یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین قرأت خلف الامام سے منع فرماتے تھے ، مولیٰ بن حنفیہ

سے زید بن اسلم نقل کرتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر و عمر و عثمان کانوا ینہون عن القراءة خلف الامام، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے، اور حضرت علی فرمایا کرتے تھے۔ من قرأ خلف الامام فلا صلوة لہ (ایضاً) یعنی جو امام کے پیچھے قرأت کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔ اور حضرت علی کا یہ بھی ارشاد تھا کہ من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرة یعنی جو امام کے ساتھ پڑھے گا وہ فطرت پر نہیں ہے یعنی وہ دین کی صحیح راہ پر نہیں ہے۔

غرض لا صلوة والی حدیث کو تمام مقتدی اور تمام مصلی کے لئے عام کر دینا جیسا کہ بعض محدثین نے اپنے اجتہاد سمجھ ہی مطلب سمجھا ہے۔ ان ارشادات نبوی اور ان آثار صحابہ کی روشنی میں درست نہیں ہے۔

پھر لا صلوة لمن یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے سے نہیں ہے بلکہ یہ حدیث منفرد کے حق ہے تو اس کی تائید جس طرح ارشادات نبویہ سے ہوتی ہے اور دوسرے صحابہ کرام کے آثار اور فتویٰ سے ہوتی ہے، خود قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ سورہ اعراف میں ارشاد ربانی ہے۔

واذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔

یعنی جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت پاک بھی قرأت خلف الامام کے بارے میں نص قطعی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدی کا فریضہ کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا ہے۔

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کیا کچھ کہا ہے بطور اختصار اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اور ابن تیمیہ کے ساتھ غیر متقلدین کو جو تعلق خاص ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے

ہم اس آیت کے بارے میں ابن تیمیہؒ کا کلام اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔  
ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

وقد استفاض عن السلف انها نزلت في القراءة في  
الصلاة - (مجموعہ ۲۶۹)

یعنی سلف سے یہ بات بطور شہرت منقول ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن  
پڑھنے کے بارے میں اتری ہے۔

پھر فرماتے ہیں :

فتبين ان الاستماع الى قراءة القرآن امر دل عليه  
القرآن دلالة قاطعة - (فتاویٰ ۲۴۲)

یعنی یہ معلوم ہو گیا کہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سناؤ وہ بات ہے جس پر  
قرآن کی قطعی دلیل قائم ہے۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

فان الانصات الى قراءة القارى من تمام الائتمام بما فان من  
قرا على قوم لا يسمعون لقراءته لم يكونوا مومنين ولهذا ما بين  
حكمة سقوط القراءة على المأموم - (فتاویٰ ۲۴۲)

یعنی امام کی قرأت کو خاموشی سے کان لگا کر سننے سے امام کی پوری اقتدا ہوگی  
رہے کہ جو امام کی قرأت کو خاموشی سے سنتے نہیں ہیں اور پڑھتے رہتے ہیں وہ امام  
کی اقتدا کرنے والے ہوتے ہی نہیں اور اس سے مقتدی سے قرأت کے ساقط ہونے  
کی حکمت کا پتہ چلتا ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں ابن تیمیہ اس آیت کریمہ کو اس بارے میں نفی سمجھتے ہیں کہ مقتدی  
کافر فیہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سنتا ہے اور خاموش رہتا ہے۔ ابن تیمیہ احادیث کی روشنی  
میں فیصلہ فرماتے ہیں کہ جو امام کی قرأت کے وقت خاموش نہ رہے وہ امام کی پوری اقتدار

کرنے والا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آنحضرت کا ارشاد آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے اور آپ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ اس لئے امام کی صحیح اقتدار حدیث پاک کی روشنی میں ہی ہوگی کہ امام جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور اس بات کی تاکید قرآن پاک بھی کر رہا ہے۔ حاصل یہ ہے لا مصلوۃ لمن یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے اس کی تائید قرآن پاک سے بھی ہو رہی ہے، جب کہ ان لوگوں کے پاس جو نمازیں مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں، اور لا مصلوۃ والی حدیث کو مقتدی اور منفرد جہری دوسری سب نمازوں کیلئے عام کرتے ہیں ان کے اس عمل کی گواہی قرآن نہیں دیتا، اور لا مصلوۃ والی حدیث سے بھی ان کا مقصود بغیر اپنے اجتہاد یا رائے کو دخل دیئے ہوئے حاصل نہیں ہوتا۔

اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں جو لوگ مقتدی کے قرأت کی نفی کرتے ہیں ان لوگوں کے پاس جن میں اخات بھی ہیں کتنے ٹھوس اور مضبوط دلائل ہیں۔

(۱) ان کا عمل حضرت عبادہ والی حدیث پر بھی ہے، مگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ایضاً اور تفسیر کی روشنی میں۔

(۲) ان کا عمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت موسیٰ اشعری اور ابن ماجہ میں حضرت جابر سے مروی ہے۔

(۳) ان کا عمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کی قرأت مقتدی کی بھی قرأت ہے (۱)۔

(۱) غیر مقلدین کے دو بڑے امام ہیں ایک تو حافظ ابن تیمیہ اور دوسرے ابن کے شاگرد حافظ ابن قیم ابن تیمیہ کے



(۴) ان کا عمل حضرت زید بن ثابت کے اس فتویٰ پر بھی ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کچھ پڑھنا نہیں ہے، جیسا کہ مسلم شریف میں مذکور ہے۔

(۵) ان کا عمل حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس فتویٰ پر بھی ہے کہ نماز میں مشغولیت ہوئی ہے۔ تم مقتدی ہو کر خاموش رہو، امام کا پڑھنا تمہارے لئے کافی ہوگا۔

(۶) ان کا عمل خلفائے راشدین کے ارشادات کی روشنی میں بھی ہے کہ وہ قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے۔

(۷) اور پھر سب سے بڑی اور آخری بات یہ ہے کہ ان کا عمل قرآن پاک کی روشنی میں اور اس کی ہدایت کے مطابق ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو، جس مذہب کی بنیاد ان ٹھوس دلائل اور کتاب و سنت اور آثار صحابہ کی ایسی مضبوط بنیاد پر ہے اس کے بارے میں یہ مخالفین نعرہ بلند کرتے ہیں کہ لوگ کتاب و سنت کے مخالف ہیں، اس صریح جھوٹ اور باطل پروپیگنڈہ کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا عرض کیا جاسکتا ہے۔

بسوخت عقل و حیرت کراں چہ بوالعجبی ست

خود ان حضرات کا عمل ملاحظہ فرمائیے تو اس سلسلہ میں قرآن و حدیث اور آثار صحابہ

بارے میں تو ناظرین نے معلوم کر لیا کہ ان کا مذہب خاص طور پر چہری نماز میں مقتدی کو کچھ نہ پڑھنے کا ہے۔

ابن تیم کا بھی مذہب معلوم کر لیں وہ کتاب السراج میں فرماتے ہیں۔ واسقط عن الامام سمعوا السهو بوضوح

مسألة الامام وخلوها من السهو وقرأة الفاتحة بتحمل الامام لها فهو يتحمل عن

الامام سمعوا وقرأة وسوتره فقرأة الامام وسوتره قرأة لمن خلفه وسوتره (كتاب التيميم)

حافظ ابن تیم فرماتے ہیں کہ مقتدی سے سجدہ سہو ساقط ہے اگر امام کی نماز صحیح ہے اور اسکو کوئی سہو لاحق نہ ہو،

اور اسی طرح مقتدی سے سورہ فاتحہ پڑھنا بھی ساقط ہے، اس لئے امام اس کی طرف سے اسکو پڑھتا ہے،

پس امام ہی مقتدی کے سہو کی کفایت کرتا ہے اور اس کی قرأت کی بھی اور اس کے سترہ کی بھی، پس امام کی قرأت

اور اسکا سترہ مقتدی کی بھی قرأت اور اسکا سترہ ہے، ابن تیم نے تو سورہ فاتحہ کا نام لیکر معاملہ کو بالکل مٹا کر دیا ہے۔

سب کو چھوڑنے والے ہیں مگر اس کے باوجود وہی بچے اہل حدیث اور سلفی ہیں۔

خود کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خود

جو چاہے آپ کا حسن کر شہ ساز کرے

آپ کے خطا کا جواب اختصار کی انتہائی کوشش کے باوجود کچھ طویل ہو گیا ہو گیا۔  
مگر چونکہ یہ مسئلہ غیر متقلدین کے نزدیک اخاف کے خلاف خاص پرہیزگارانه ہوتا ہے اور  
وہ امام بخاری کی حدیث لا مصلوۃ لمن یقرأ سے ناواقفوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں اس وجہ سے  
بخاری شریف کی اس حدیث کے بارے میں ایک بات اور صورت حال سے واقف کرانے  
کیلئے عرض کرتی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یا جن محدثین نے حضرت عبادہ کی اس حدیث کو مرفوعاً  
آنا نقل کیا ہے لا مصلوۃ لمن یقرأ أبفا تحۃ الکتاب انہوں نے پوری حدیث نہیں نقل کی ہے۔  
اگر یہ حضرات پوری حدیث نقل کر دیتے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا اور حدیث کا مطلب  
واضح ہو جاتا اور معلوم ہوتا کہ اس حدیث کا تعلق کسی طرح سے بھی مقتدی سے نہیں ہے، بلکہ  
اس کا تعلق امام احمد تنہا نماز پڑھنے والوں سے ہے، پوری حدیث مسلم ابوداؤد اور نسائی  
میں ہے، نسائی کی حدیث ملاحظہ ہو۔

اخبرنا سوید بن نصر قال اخبرنا عبد اللہ عن معمر عن الزہری  
عن محمود بن السبع عن عبادۃ بن الصّامت قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم لا مصلوۃ لمن یقرأ أبفا تحۃ الکتاب فصاعداً۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ مجھ کو سوید بن نصر نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن مبارک  
نے خبر دی، عبد اللہ بن مبارک معمر سے روایت کرتے ہیں اور وہ زہری سے زہری محمود بن زید  
سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ  
آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہے جو سورہ فاتحہ اور کچھ مزید پڑھے۔  
اس حدیث میں خط کشیدہ لفظ کو امام بخاری اور بعض دوسرے محدثین نے ذکر نہیں کیا

اور یہیں سے معاملہ الجھ گیا، خط کشیدہ لفظ فصاعدا جس کا ترجمہ (کچھ مزید) ہے اس کو ملا کر پوری حدیث نگاہ کے سامنے ہو تو پھر اس حدیث کا تعلق ان لوگوں کے نزدیک بھی مقتدی سے نہیں ہوگا، جو قرأت خلف الامام کے قائل ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک صرف سہ ماہی مقتدی کو پڑھنی ضروری ہے۔ فصاعدا یعنی کچھ اور نہیں۔

حضرت امام مسلم نے بھی اس لفظ کی طرف توجہ دلائی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

حدثنا الحسن بن اسحاق بن ابی اہیم وعبد بن حمید قالوا اخبرنا عبد الرازق قال اخبرنا معمر عن التهری بھذا الاسناد مثلاً ونما فصاعداً۔

یعنی حضرت عبادہ بن صامت والی حدیث جو معمر کے طریق سے ہے اس میں فصاعداً کا بھی لفظ ہے۔

حضرت امام مسلم کا اس روایت کو معمر کے طریق سے فصاعداً کی زیادتی کے ساتھ ذکر کرنا اس کے صحیح ہونے کی سند ہے، اور یہی حدیث ابو داؤد میں حضرت سفیان بن عیینہ کے طریق سے ہے، ابن عیینہ بھی اس کو فصاعداً کی زیادتی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ابن عیینہ صاف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والوں سے متعلق ابن عیینہ جو زبردست محدث ہیں اور اس حدیث کے راوی بھی ہیں اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو دوسروں سے زیادہ سمجھتا ہے۔ توجیب ابن عیینہ جو اس حدیث کے خود راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہذا لمن صلی وحدہ لا یہ تنہا نماز پڑھنے والوں کیلئے ہے تو پھر کسی اور کو کیا حق ہے کہ وہ اس حدیث کو مقتدی کے لئے بھی کہے۔

بہر حال جب پوری حدیث فصاعداً کی زیادتی کے ساتھ ہے اور صحیح سند سے اس کا ثبوت ہے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ لا صلواک لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اور جن لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت کو منع کیا ہے ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث ہے، انہوں نے اس حدیث کو چھوڑا نہیں ہے، اس پر عمل کیا ہے، البتہ اس کا مصداق منفرد اور امام کو

بتلایا ہے، مقتدی کو نہیں۔

کہتے: تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ پوری حدیث پر عمل کریں ان کو حدیث کا مخالف کہا جائے اور جو لوگ اس کے صرف ایک جز پر توجہ دیں وہ پورے اہل حدیث کہلائیں۔ میں نے اپنی اس تحریر میں مخالفین کے دلائل سے تعرض نہیں کیا ہے اس لئے کہ پھر بہت طویل ہو جاتی اور ایک پورے رسالہ کی تصنیف کی ضرورت ہوتی، ہیں تو یہاں صرف یہ دکھانا تھا کہ قرأت خلف الامام کے بارے میں اخاف کے جو مسلک ہے اس کی بنیاد کتاب و سنت کی مضبوط بنیاد پر ہے اور امام بخاری میں جو لاصحۃ والی روایت ہے وہ مقتدی کے حق میں نہیں ہے۔ اور احمد شریف مقتدی کی حد تک پورا ہو گیا۔

محمد ابو بکر غازی پوری

مولانا محمد ابو بکر غازی پوری کی تازہ عربی تصنیف، صور تنطق بما علیہ اللہ مذہبیۃ من المذہب والعقیدۃ، غیر مقلدین کے عقیدہ و مذہب جاننے کیلئے ایک دستاویزی کتاب، بہترین کتابت و طباعت قیمت صرف ۲۰۰ روپے، اہل علم و مدارس کے طلبہ کیلئے پچاس فی صد کی رعایت، ڈاک خرچ بذمہ خریدار۔

### آئینہ غیر مقلدیت کا تازہ ادیشن

مولانا محمد ابو بکر غازی پوری صاحب کی مشہور و نذرہ انگن عربی کتاب وقفۃ مع اللہ <sup>ہنیۃ</sup> کا سلیس اردو ترجمہ۔ آئینہ غیر مقلدیت کے نام سے بہت مشہور ہوا، اس کا تازہ دوسرا ادیشن شاندار ٹائٹل، بہترین کاغذ و طباعت کیساتھ شائع ہو چکا ہے۔  
قیمت - ۷۰/- روپے صرف

نور الدین  
نور اللہ الاعظمی

قطاقل  
جلد ۱۰ صفحہ ۱۰

## زندوں اور مردوں کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے یا نہیں؟

ابن قیم کی کتاب الروح کی ایک فصل کی تلخیص و ترجمانی

زندوں اور مردوں کی آپس میں ملاقات کے شواہد بے شمار ہیں، ان کا شمار اللہ ہی کر سکتا ہے، اور بڑی بات یہ ہے کہ واقع اور حسن اس باب میں سب سے بڑے شاہد ہیں، زندوں اور مردوں کی روحوں اسی طرح آپس میں ملتی ہیں جس طرح زندوں کی روحوں ملتی ہیں، ارشاد باری ہے۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والقی لم تحت فی منامھا فیفک الھی  
قعی علیہ الموت ویرسل الاخری الی اجل مستقٰی ان فی ذلک لآیات  
لعموم یتفکرون۔

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ زندوں اور مردوں کی روحوں خواب میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے حالات دریافت کرتی ہیں، مردوں کی روحوں کو تو اللہ روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے بدنوں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے یعنی جس روح کو اللہ روک لیتا ہے اور ان کی بدن میں واپسی نہیں ہوتی ہے وہ اس آدمی کی روح ہے جس کی وفات

ہو چکی ہوتی ہے، اور جس روح کو چھوڑ دیا جاتا ہے وہ اس آدمی کی روح ہے جس پر نیند طاری ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مردوں کی روح اس کے بدن میں قیامت سے پہلے نہیں داخل ہوگی، اور سونے والے کی روح کو اللہ قبض کر لیتا ہے پھر اس کے بدن کی طرف اس کو بھیج دیتا ہے اور جب اس کی موت کا وقت پہنچے گا اس روح کو اپنے قبضہ میں کر لے گا۔

آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ مرسلہ اور مکہ رو میں (چھوڑی جانے والی روح اور رو کی ہوئی روح) جن کا ذکر اس آیت میں ہے وہی رو میں ہیں جن کو اللہ نیند کے وقت اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے، پھر جس کی موت کا وقت پورا ہو چکا ہے اسے تو اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اور جس کی حیات ابھی باقی رہتی ہے اس کو اس کے بدن میں واپس کر دیتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ کتاب و سنت سے اسی کا پتہ چلتا ہے۔

لیکن جو بات رائج ہے وہ یہ سلاقول ہے، اس لئے کہ اللہ نے روحوں کے بارے میں دو وفات کی خبر دی ہے ایک وفات کبریٰ ہے یعنی موت والی وفات، اور ایک وفات صغریٰ ہے یعنی نیند والی وفات، پھر اللہ نے روح کی دو قسم کی ہے، ایک وہ روح ہے جس پر اللہ موت طاری کر کے اس کو اپنے پاس روک لیتا ہے دوسری روح کی وہ قسم کی جس کی موت کا وقت ابھی باقی ہے، اسے اللہ حالت نیند میں قبض کر لیتا ہے پھر اس کے بدن میں اسے واپس کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کے بقیہ ایام پورا کرے۔

زندہ اور مردہ روحوں کی ملاقات کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ زندہ آدمی خواب میں مردہ کو دیکھتا ہے اور اس سے کچھ باتیں معلوم کرتا ہے تو مردہ اس کو وہ باتیں بتلاتا ہے جن کا علم زندوں کو نہیں ہوتا، پھر یوں ہوتا ہے کہ جس طرح مردہ خبر دیئے ہوتا ہے اسی طرح کا ماضی یا مستقبل کا واقعہ بھی پیش آتا ہے، کبھی مردہ اس کو دن شدہ مال کی خبر دیتا ہے جس کا علم صرف مردہ کو ہوتا ہے، کبھی مردہ خبر دیتا ہے کہ اس پر قرض ہے اسے ادا کیا جائے، اور اس سے

بڑھ کر یہ ہے کہ مردہ اپنے اس کام کی خبر دیتا ہے جس کو دنیا میں سوائے اس کے کوئی دوسرا نہیں جانتا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ وہ یہ بتلاتا ہے کہ تمہاری موت فلاں دن اور فلاں جگہ ہوگی، اور ہوتا ایسا ہی ہے جس طرح مردہ نے خبر دی ہوتی ہے۔ کبھی مردہ زندہ کو اس کی وہ بات بتلاتا ہے کہ زندہ کو یقین علم ہوتا ہے کہ یہ بات اس کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں ہے۔

سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی، تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تمہاری موت مجھ سے پہلے ہو تو مجھ سے ملنا اور بتلانا کہ تمہارے رب کا معاملہ تمہارے ساتھ کیسا رہا، اور اگر میری موت پہلے ہوئی تو میں تم سے ملوں گا اور تم کو اپنے بارے میں بتلاؤں گا، تو ان میں سے ایک نے کہا کہ کیا مردوں اور زندوں کی ملاقات ہوتی ہے، تو دوسرے نے جواب دیا کہ ہاں، مردوں کی بد میں جنت میں ہوتی ہیں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں، سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک کا انتقال جب ہوا تو اس نے خواب میں ذکر دوسرے کو بتلایا کہ اللہ پر بھروسہ کرو اور بشارت سنو میں نے توکل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خواہش تھی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھوں، تو میں نے ان کو سال کے ختم ہونے کے قریب دیکھا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ابھی ابھی مجھے فراغت نصیب ہوئی ہے اگر میرا سامنا رؤف اور رحیم ذات سے نہ ہوتا تو میرا معاملہ بڑا مشکل تھا۔

حضرت شریح بن عابد کی موت کا وقت جب قریب ہوا تو ان کے پاس غصیف بن حارث آئے اور کہا کہ اگر آپ مرنے کے بعد ہمارے پاس آسکیں اور ہمیں اپنے بارے میں بتلائیں کہ آپ نے وہاں کیا دیکھا تو ایسا کریں۔ بہت دنوں کے بعد غصیف بن حارث نے ان کو خواب میں دیکھا، تو پوچھا کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے نا، تو انہوں نے کہا کہ ہاں، پھر پوچھا کیا حال ہے، تو انہوں نے بتلایا کہ ہمارے رب نے ہم سے درگزر فرمادیا، ہمارے ساتھیوں میں سے جن کا انتقال ہوا ان میں سے وہی لوگ ہلاک ہوئے جو "احراض" تھے

انہوں نے پوچھا کہ احراض کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف کسی چیز کے بارے میں انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا تھا۔ (یعنی جو لوگ علم و عبادت میں مشہور تھے)

حضرت عمر بن عبد العزیز کے لڑکے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ ایک باغ میں ہیں، انہوں نے میری طرف ایک سیب بڑھایا، میں نے اس کی تعمیر یہی کہ مجھے لڑکا پیدا ہوگا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا ابا جان کون سا عمل آپ نے سب سے افضل پایا، تو فرمایا جان پورا استغفار کا عمل۔

مسلم بن عبد العزیز نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیسا معاملہ رہا تو انہوں نے بتلایا کہ ابھی ابھی مجھے فراغت اور راحت ملی ہے میں نے کہا کہ اس وقت آپ کا ٹھکانا کہاں ہے، کہا کہ جنت عدن میں ائمہ ہدی کے ساتھ ہوں۔

صلح براد فرماتے ہیں کہ میں نے زرارہ بن ادنی کو ان کے مرنے کے بعد دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ سے کیا سوال و جواب ہوا، تو انہوں نے اس کا جواب نہیں دیا، پھر میں نے پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا، تو انہوں نے کہا کہ اپنے کرم سے اللہ نے بڑی مہربانی فرمائی، میں نے کہا کہ ابو العلاء بن یزید طرف کے بھائی کا کیا حال ہے؟ کہا کہ ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک موثر ترین عمل کون سا ہے؟ کہا کہ توکل اور امید کم کرنا۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے مسلم بن دینار کو مرنے کے بعد دیکھا، میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے کہا کہ آپ سلام کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں تو کہا کہ میں تو مردہ ہوں، سلام کا جواب کیسے دوں، میں نے کہا کہ مرنے کے بعد تمہارا سامنا کس چیز سے ہوا، تو کہا کہ اللہ میرا سامنا بڑے سمت جھٹکوں اور مصیبتوں سے ہوا، میں نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ تو جواب دیا کہ کرم والی اور مہربان ذات سے تم کس چیز کی توقع رکھتے ہو، اللہ نے ہماری حسنات کو قبول فرمایا اور لغزشوں کو معاف کر دیا،



اور جو ہمارے اوپر بٹایا تھا اس کا وہ خرد خاں ہو گیا، راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد مالک بن دینار اس زور سے چیخ کر بیہوش ہو گئے، اور اس کے بعد چند روز بیمار رہے پھر ان کا طلب بھٹ گیا اور ان کا انتقال ہو گیا۔

حکم کے بھائی ہسبل کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ کاش میں جانتا کہ تم اللہ کے یہاں کون سا عمل لے کر گئے تھے، تو انہوں نے کہا کہ میں تو بہت گناہ لے کر حاضر ہوا تھا لیکن اللہ کے ساتھ حسن ظن نے میرے گناہوں کو مٹا دیا۔  
رجار بن حیوۃ کا جب انتقال ہوا تو ان کو ایک عابدہ عورت نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال رہا؟ تو رجار نے کہا کہ بہتر ہے۔

جیل بن مزہ کہتے ہیں کہ مورق مجلی میرے دوست تھے، میں نے ایک روز ان سے کہا کہ ہم میں سے جو بھی پہلے مرے وہ دوسرے کو بتلائے کہ اس کا کیا حال رہا، پھر مورق کا پہلے انتقال ہوا، تو میری بیوی نے خواب دیکھا کہ گویا مورق ہمارے یہاں آئے ہیں، جیسے پہلے آیا کرتے تھے، اور اسی طرح سے دروازہ کھٹکھٹایا جیسے زندگی میں آکر کھٹکھٹاتے تھے۔ میری بیوی نے کہا کہ میں نے بڑھ کر اسی طرح سے دروازہ کھولا جیسے پہلے کھولا کرتی تھی، اور میں نے کہا کہ تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ میں کیسے آسکتا ہوں میری موت ہو چکی ہے، میں تو اس لئے آیا ہوں کہ جیل کو بتلاؤں کہ اللہ نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا، ان کو بتلا دو کہ مجھے اللہ کی ذات نے مقربین میں شامل فرمایا ہے۔

محمد بن سیر بن رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو ان کے بعض دوستوں کو شدید رنج لاقی ہوا، پھر اس نے ان کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا، تو کہا کہ براہ من میں تم کو خوش کن حال میں دیکھ رہا ہوں، بتلاؤ حسن بھری کے ساتھ کیا معاملہ رہا، تو ابن سیر بن نے کہا کہ وہ مجھے ستر درجہ اوپر ہیں۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی، تو انہوں نے کہا کہ زیادہ رنج و فکر کی وجہ سے۔ (یعنی آخرت کے تصور سے وہ ہر وقت رنج میں رہتے تھے)

حضرت ابن عباس نے حضرت سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا انہوں نے حضرت

ٹوری سے کچھ وصیت کرنے کی درخواست کی، تو حضرت ٹوری نے ان کو وصیت کی کہ لوگوں سے جان پہچان کم رکھو۔

عمار بن سیف کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن صراح کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے آپ سے ملنے کی تمنا تھی، تاکہ میں آپ کا حال معلوم کروں، تو انہوں نے کہا خوشی کی بات سنو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن سے بہتر میں نے کوئی چیز نہیں پائی۔

جب ضیغم عابد کا انتقال ہوا تو ان کے بعض دوستوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے اس سے شکایت کی کہ تم نے میری نماز جنازہ نہیں پڑھی، تو اس دوست نے کوئی وجہ بتلائی اس پر انہوں نے کہا کہ اگر تم نے میری نماز جنازہ پڑھی ہوتی تو بہت فائدہ میں رہتے۔

جب رابعہ بصریہ کا انتقال ہوا تو ان کی ساتھیوں میں سے کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ استبرق سندس سے بنے نہایت شاندار لباس میں ہیں تو اس نے ان سے پوچھا تم کو تو نہایت معمولی کپڑوں میں دفن کیا گیا تھا، وہ اوئی سوئی کپڑے کیا ہو گئے، تو رابعہ نے کہا کہ خدا کی قسم میرے بدن سے اس کو اتار کر یہ پہنا دیا گیا، اور میرے کفن والے کپڑے تہ کر کے اس پر مہر لگا کر رکھ دیا گیا ہے، اور مجھے علیین میں مقام ملا ہے۔ اس پر ان کی ساتھی نے ان سے پوچھا اس سب کیلئے تم دنیا میں عمل کیا کرتی تھیں؟ تو رابعہ نے اس کو جواب دیا یہاں اللہ اپنے ولیوں کو جن کرامات و اعزازات سے نوازتا ہے ان کے مقابلہ میں ہمارے دنیا کے عمل کچھ بھی نہیں ہیں، پھر رابعہ کی دوست نے رابعہ سے پوچھا کہ عہدہ بنت ابی کلاب کا کیا حال ہے تو انہوں نے بتلایا کہ ان کا درجہ ہم سے بہت آگے ہے۔ انہوں نے پوچھا ایسا کیوں؟ حالانکہ آپ ان سے زیادہ جہاد گزاری تھیں، تو رابعہ نے جواب دیا کہ عہدہ دنیا میں جس حال میں تھیں خوش رہتیں انہیں صبح و شام کی کچھ فکر نہ تھی کہ کس طرح گزرے گی، پھر اس نے پوچھا کہ ابولک ضیغم کا کیا حال ہے، تو رابعہ نے بتلایا کہ وہ جب چاہتے ہیں اللہ کی زیارت کرتے ہیں، پھر اس سے پوچھا گیا، بشر بن منصور کا کیا حال ہے؟ تو کہا ان کا کیا پوچھنا ان کو اس سے زیادہ ملاحظہ کہ ان کو امید تھی، پھر اس عورت نے رابعہ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیں جس کے ذریعہ

مجھے اللہ کا تقرب حاصل ہو تو انھوں نے کہا کثرت سے ذکر اللہ کی عادت ڈالو، امید ہے کہ اس کے ذریعہ تم اپنی قبر میں خوش رہو گی۔

جب عبدالعزیز بن سلیمان العابد کا انتقال ہوا تو ان کے بعض احباب نے ان کو خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم پر سبز کپڑے ہیں اور ان کے سر پر موتیوں کا تاج ہے تو انھوں نے ان سے پوچھا کہ ہم سے بچھڑنے کے بعد آپ کا حال کیا رہا؟ اور موت کا مزہ کیسا پایا، اور وہاں کے معاملہ کیسا رہا؟ تو کہا کہ موت کی شدت کو تو نہ پوچھو، بس اللہ کی رحمت نے ہمارے سارے عیوب کی پردہ پوشی کر لی، اور اللہ نے ہمارے ساتھ فضل کا معاملہ فرمایا۔

اور صالح بن بشر کا بیان ہے کہ جب عطار سلمیٰ کا انتقال ہوا تو میں نے ان کو خواب میں دیکھا اللہ پوچھا کہ آپ تو مردہ لوگوں میں تھے، کہا کہ ہاں، پھر میں نے پوچھا موت کے بعد آپ کس حالت سے گزرے؟ کہا کہ مجھے خیر کثیر سے نوازا گیا اور رب غفور سے سابقہ پڑا، صالح بن بشر فرماتے ہیں کہ میں نے عطار سے پوچھا کہ دنیا میں آپ بہت غمگین رہا کرتے تھے، تو سکرائے اور جواب دیا کہ اس کے بدلے میں ہمیشہ کی خوشی اور مدت دراز تک کی راحت نصیب ہوئی، پھر انھوں نے پوچھا آپ کو کس درجہ میں رکھا گیا ہے تو بتلایا کہ نبییں یقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں۔

اور عاصم مجددی کی وفات کے بعد ان کے بعض احباب نے ان کو خواب میں دیکھا تو کہا کہ آپ کا تو انتقال ہو چکا ہے؟ کہا کہ ہاں، پھر اس نے پوچھا اب آپ کہاں ہیں، تو جواب دیا کہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں، اور میں میرے کچھ ساتھی ہر جمعہ کو صبح و شام بحور بن عبد اللہ کے پاس جمع ہوتے ہیں اور تم لوگوں کے حالات معلوم کرتے ہیں، اس نے کہا کہ ایمان کا اجتماع ہوتا ہے یا رو میں جمع ہوتی ہیں؟ کہا کہ جسم تو فنا ہو گئے، روجوں کا اجتماع ہوتا ہے۔

فضیل بن عیاض کو خواب میں دیکھا گیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے بندوں کے لئے ان کے رب سے بہتر کسی اور کو نہیں پایا۔

مرہ ہمدانی کے بارے میں ہے کہ سجدہ کی کثرت کی وجہ سے ان کی پیشانی کو مٹی نے کھایا تھا، مرنے کے بعد ان کو ان کے گھر کے کسی آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پیشانی کی اس جگہ پر گویا کوئی تارہ جیسی چیز جگ جگ مگ مگ کر رہی ہے، اس نے ان سے پوچھا کہ آپ کی پیشانی پر یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ تو جواب دیا کہ مٹی کے کھانے کی جگہ پر اللہ نے اس کے بدلہ یہ نور پیدا کر دیا ہے، پھر اس نے پوچھا کہ آخرت میں آپ کی منزل کیا ہے؟ کہا بہترین منزل میں ہوں جس جگہ سے لوگ نہ مستقل ہوں گے اور نہ ان کو موت آئے گی۔

یعقوب قاری کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک لمبے گندم گوں آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کے پیچھے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں تو کہا گیا کہ یہ اویس قرنی ہیں، تو میں بھی ان کے پیچھے ہو گیا، میں نے ان سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے، تو انھوں نے ناگواری کا اظہار کیا، میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے خیر کی درخواست کر رہا ہوں، تو وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اللہ کی رحمت کو اللہ کی محبت کے پاس تلاش کرو اور اس کے غضب سے معصیت کے وقت ڈرو، اور اس درمیان اس کی رحمت سے اس سے مت ڈرو، پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر بن کدام کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ نے بہترین عمل کو نسا پایا؟ تو جواب دیا، ذکر کی مجلسوں کو اہل بیت کہتے ہیں کہ میں نے سلم بن کہیل کو خواب میں دیکھا، میں ان سے پوچھا، کو نسا عمل آپ نے بہتر پایا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ تہجد کی نماز۔

ابو بکر بن مریم نے دقا بن بشر کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا ملا ہوا؟ فرمایا کہ بڑی مشکل کے بعد نجات ملی، پھر انھوں نے پوچھا کہ بہتر عمل کو نسا دیکھا؟ کہا کہ اللہ کے دوسے روئے کو۔

لیث بن سعد موسیٰ بن وردان سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عبد اللہ بن حبیب کو خواب میں دیکھا تو انھوں نے بتلایا کہ میرے اوپر میری اچھائیوں اور برائیوں کو پیش کیا گیا

میں نے اپنی اچھائیوں میں ان چند دانوں کو دیکھا جو زمین پر گرے تھے اور میں نے ان کو اٹھا کر کھالیا تھا، اور میں نے اپنی سیئات میں ریشم کے وہ دھاگے دیکھے جو میری ٹوپی میں تھے۔ جویرہ بن اسمار کے بھتیجے بیان کرتے ہیں کہ ہم عبادان میں تھے تو ہمارے یہاں اہل کوفہ میں سے ایک عبادت گزار نوجوان آیا، پھر اسی جگہ شہر میں سخت گرمی کے زمانہ میں اس کا انتقال ہو گیا، تو ہم نے فیصلہ کیا کہ ذرا دقت ٹھنڈا ہو تو ہم اس کی تجہیز و تکفین میں لگیں، اتنے میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے دیکھا کہ میں گویا قبرستان میں ہوں، وہاں ایک جوہری قبہ خوب صوفی سے چم چم کر رہا ہے اور میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں، اچانک وہ قبہ پھٹا اور اس میں سے ایک ایک لڑکی نکلی جو بے انتہا خوبصورت تھیں میں نے اس جیسی حسین لڑکی نہیں دیکھی، وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور مجھ سے کہا کہ برائے خدا اس مردہ کو فہر تک ہم سے نہ روکو جو ہرہ کے بھتیجے کہتے ہیں کہ پھر میں بیدار ہو گیا اور فوراً اس کے دفنانے کی تیاری کی اور اس کو قبرستان میں اسی جگہ دفن کیا جہاں قبہ نظر آیا تھا۔

عبدالملک بن عقبہ لیثی کہتے ہیں کہ میں نے عامر بن عبد قیس کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے پوچھا سب سے اچھا عمل کون سا پایا؟ تو انھوں نے جواب دیا وہ عمل جو صرف اللہ کے لئے کیا جائے۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ میں نے ابو العلاء ایوب بن مسکین کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے پوچھا تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو انھوں نے بتلایا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا، میں نے پوچھا کس عمل کی وجہ سے؟ تو کہا کہ نماز اور روزہ کی وجہ سے، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ منصور بن نازان کو آپ نے دیکھا ہے؟ تو جواب دیا کہ یہ کہاں ممکن ہے، بس ہم ان کا محل دور سے دیکھتے ہیں۔

یزید بن تہاسبہ کی ایک بچی طاعون میں ہلاک ہو گئی تھی تو اس کے باپ نے مرنے کے بعد اس کو دیکھا اور اس سے پوچھا کہ آخرت کے بارے میں کچھ سناؤ، تو اس نے کہا کہ ابا جان یہاں کا معاملہ بڑا عظیم ہے، جس کو ہم جانتے ہیں اور ہمارے عمل کا زمانہ گزر چکا

اور آپ لوگ اس کو جانتے نہیں مگر ابھی آپ لوگوں کے عمل کا نانا ہے ، خدا کی قسم میرے صحیفہ عمل میں ایک تسبیح یا دو تسبیح یا ایک رکعت یا دو رکعت مجھے دینا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے ۔

کثیر بن مرہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت کے ایک اونچے درجہ میں داخل ہوا ہوں ، اور میں اس میں چکر لگا رہا ہوں اور اس مقام پر پہنچنے سے مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ اچانک میں نے دیکھا کہ مسجد کی عورتوں میں سے کچھ عورتیں اس درجہ میں ایک کنارے موجود ہیں ، میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کو سلام کیا پھر میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا ؟ تو انھوں نے جواب دیا مسجدوں اور تکبیروں کی وجہ سے ۔

مزام جو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے غلام تھے ان کی روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی بیوی غلامہ بنت عبدالملک نے بتلایا کہ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز زیند سے بیدار ہوئے اور کہا کہ آج میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ۔ تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ پر قربان بتلائیے کہ وہ خواب کیا ہے ، تو انھوں نے کہا صبح سے پہلے میں خواب کو نہیں بتلاؤں گا ، پھر جب وہ نماز فجر سے فارغ ہو کر اپنی جگہ پر آئے تو میں نے موقع غنیمت سمجھ کر ان سے کہا کہ اب تو خواب بتلا دیجیے جو آپ نے دیکھا ہے تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کشادہ سبز و شاداب زمین کی طرف لیجا یا گیا ہوں وہ زمین گویا سبز فرش ہے ، میں نے دیکھا کہ اس میں سفید چاندی کا محل ہے ۔ پھر میں نے ایک آواز لگانے والے کو سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ محمد بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں ؟ تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس محل میں داخل ہو گئے ، پھر اس محل سے ایک دوسرا شخص نکلا اور اس نے پکارا کہ ابو بکر صدیق ابن ابی قحافہ کہاں ہیں ؟ تو ابو بکر تشریف لائے اور اس محل میں داخل ہو گئے ، پھر ایک تیسرے نے محل سے نکل کر آواز لگائی عمر بن خطاب خطاب کہاں ہیں ؟ تو وہ تشریف لائے

اور محل میں داخل ہوئے، پھر حضرت عثمان کو پکارا گیا وہ بھی اندر تشریف لے گئے پھر حضرت علی کو پکارا گیا وہ اندر گئے، پھر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ عمر بن عبدالعزیز کہاں ہیں؟ تو میں بھی اندر داخل ہوا پھر مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا گیا، میں نے دیکھا کہ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر کر بیٹھے ہیں، تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں کہاں بیٹھوں، تو میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھنے کا فیصلہ کیا، میں نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے ہیں اور حضرت عمر آپ کے بائیں ہیں، پھر میں نے غور کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے بیچ ایک شخص اور ہے، میں نے حضرت عمر سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ تو انہوں نے بتلایا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں نے ایک آواز لگانے والے کو سنا وہ کہہ رہا ہے۔ اور حال یہ تھا کہ میرے اور اس کے درمیان ایک نور کا پردہ تھا۔ کہ عمر بن عبدالعزیز جس راہ پر ہوا اسی پر مجھے رہو اور اسی کو مضبوطی سے تھامے رہو، پھر مجھے اس محل سے نکلنے کی اجازت دی گئی تو میں اس سے باہر ہوا پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو میرے پیچھے حضرت عثمان تھے جو کہہ رہے تھے کہ خدا کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے میری نصرت و تائید فرمائی، اور پھر حضرت علی تھے جو کہہ رہے تھے کہ اللہ کی حمد و ثنا ہے جس نے مجھے بخش دیا۔

سعید بن عروبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ ہیں، میں سلام کر کے بیٹھ گیا، پھر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو لایا گیا ان کو ایک کوٹھری میں لیجا یا گیا اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا، میں ابھی دیکھی رہا تھا کہ بہت جلد حضرت علی کو نکلنے ہوئے دیکھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ میرے حق میں ریت کعبہ کی قسم فیصلہ ہوا، پھر میں نے حضرت معاویہ کو دیکھا کہ وہ بھی جلد ہی باہر آئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ رب کعبہ کی قسم میری مغفرت کر دی گئی۔

حماد بن ہاشم کہتے ہیں کہ ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کے دلہنے طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ  
 تھے اور بائیں جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 سامنے بیٹھے ہیں، پھر دیکھا کہ دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
 پہنچے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کہا کہ اے عمر بن عبد العزیز تمہارا عمل ان  
 دونوں - حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ - جیسا ہونا چاہئے، یہ خواب اس آدمی سے سن کر  
 حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسے قسم دے کر پوچھا کہ کیا تم نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو اس  
 نے قسم کھا کر کہا کہ ہاں میں نے یہ خواب دیکھا ہے، یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رو پڑے۔  
 عبد الرحمن بن غنم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے تین  
 دن بعد ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ سیاہ سفید رنگ والے گھوڑے پر سوار ہیں، اور ان کے  
 پیچھے بہت سے لوگ ہیں جن کے اوپر سبزے کپڑے ہیں اور وہ بھی اسی طرح کے گھوڑے پر  
 سوار ہیں، حضرت معاذ ان کے آگے یہ آیت پڑھتے ہوئے چل رہے ہیں یا لیت قومی  
 یعلمون بما خفوا لی ربی وجعلنی من المسکامین (یعنی کاش میری قوم جان لیتی کہ  
 میرے رب نے میری بخشش فرمائی اور مجھے مومنین کی جماعت میں کیا۔

پھر وہ دائیں اور بائیں مڑے اور فرمایا اے ابن رواحہ، اے ابن مظلوم  
 الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض ننبوا من الجنة حیث  
 نشاء ونعم اجر العالمین -

پھر انھوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھ سے سلام کیا۔

حضرت قیس بن عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو ان کی وفات کے بعد  
 خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، تو یہ تین شعر  
 پڑھے -

(۱) نظرت الی ربی حیانا فقال لی      ہنیئا عنای عنک یا ابن سعید

(۲) فقد کنت قواما اذا اللیل قد دجا      لعبرة محزون وقلب عمید

بقیہ ص ۴۴ پر



جلد ۱۰ جمل مفتاحی

## اکابر کے خطوط مذہبِ زہرِ زمزم کے نام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے خطوط

محبت کرامی ! زید لطفہ \_\_\_\_\_ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

غایتِ نامہ اس وقت ملا جب میں ایک سفر کے لئے پاہرِ رکاب تھا، سفر میں موقع نہ ملا، اب واپس آکر جواب دے رہا ہوں، مندرجات کا مختصر جواب دے رہا ہوں، امید ہے کہ آپ کچھ خیال نہ کریں گے۔

۱۔ گجرات کے دورے کا ابھی قطعی پروگرام نہیں بنا، جب بھی بنے گا ڈابھیل سٹاک اس میں ضرور شامل ہوں گے۔ آپ حضرات سے ملنا بجائے خود ایک خیر ہے، بعض اور سفر درپیش ہیں، ان کی وجہ سے ابھی قطعی طور پر فیصلہ نہ کر سکا کہ گجرات کو کب وقت دے سکوں گا۔

(۲)۔ عزیزِ سلمان کا مضمون ابھی تک میری نظر سے نہیں گذرا، پورا مضمون

(۱) مولانا سلمان ریاض سے تعلیم حاصل کر کے نو وارد ہوئے تھے، ان کے کسی مضمون کے بارے میں میں نے مولانا کو لکھا تھا کہ اس میں متجددین کی تکریر کا اثر ہے یہ اس کا جواب ہے۔

پڑھ کر اندازہ ہو سکتا ہے، یہ باتیں یقیناً بڑی احتیاط سے کہنے کی ہیں، مضمون نگار  
تجدد پسند نہیں ہے ممکن ہے کہ نو عمری میں اس میں تیزی پیدا ہو گئی ہو، باقی ان کے اس  
خیال سے خود بھی اتفاق ہے کہ عالم اسلامی کے علماء کے سامنے مسائلِ حاضرہ دستِ بستہ  
کھڑے ہیں، اور اپنا حل چاہتے ہیں۔ باقی اس میں کوئی نقص کی بات نہیں کہ فقہ کے گزشتہ  
ذخیرہ میں اس کا حل نہ ہو کیونکہ یہ حالات بھی اس وقت نہیں تھے، تو یہ مسائل کیسے پیدا ہوتے  
ایک کتابِ سنت کے دیئے ہوئے اصول، اور اصولِ فقہ میں ضرور ان کے حل کرنے کی صلاحیت  
ہے، اور اسی کے لئے استحسان اور مصالحِ مرسلہ کے اصول رکھے گئے ہیں، اور اجتہاد اسی  
کے لئے ہے، ہم لوگوں نے مجلسِ تحقیقاتِ شرعیہ اسی لئے بنائی تھی، اور ابھی پاکستان کے  
کے سفر میں، اور وہاں کے اسلامی نظریاتی کونسل کے جلسوں میں شریک ہو کر اس کا احساس  
اور بھی بڑھ گیا کہ ہمارے علماء کو اس سے زیادہ اپنی ذہنی و علمی صلاحیت کا ثبوت دینا  
چاہئے اور اس سے زیادہ اصولِ فقہ وغیرہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے جتنا کہ اٹھایا گیا ہے،  
باقی آپ نے سلف کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے زیادہ ہی کہا اور لکھا جاتا رہا ہے، لیکن  
سلفِ ہری کا اسوہ ہے کہ انھوں نے مسائلِ ماضو اور - نوازل - کا ہر دور میں حل پیش  
کیا ہے، اور اگر اب علماء نے اس صلاحیت و محنت سے کام نہیں لیا تو زمانہ ان کا انتظار  
نہیں کرے گا۔

امید ہے کہ آپ کو میری اس مختصر تحریر سے کوئی گرانی یا غلط فہمی نہیں ہوگی، آپ  
کی محبت و قدر اور آپ کے مخلصانہ مشوروں کی وقعت اسی طرح ہے جیسے پہلے تھی۔

والسلام

مخلص - ابوالحسن علی  
ہر عمر سلام

محکم دیر مدافعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - غلام نامہ محدثہ ۱۲ جمادی الثانی وقت پر لیا گیا تھا

یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ جیسے پور والی تقریر آپ کو نہیں پہنچی، میں نے مجلس کو ہدایت کر دی ہے کہ فوراً بیچ دی جائے۔ امید ہے کہ اس خط کے پہنچنے تک وہ بھی پہنچ جائیگی۔

آپتے میری ناپختہ خیالات کے متعلق جس تاثر کا اظہار کیا ہے ایک مصنف کی حیثیت سے اس کو معلوم کر کے خوشی ہوئی، شاید میری کتاب "الطریق إلى الملائكة" آپ کی نظر سے نہیں گذری، اگر آپ نے نہ پڑھی ہو تو میں بھیج دوں۔

یہاں گہری شدید ہے، شاید وہاں کم ہو، ابھی تک بارش کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

والسلام

مخلص - (جو المحسن علی

۵ جون ۱۳۸۶ء

اندراے برلی

عجب گرامی ذیہ لطفہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا فائیت نامہ میرے سفر حجاز کے دوران لکھنؤ پہنچا، میرے ایک رفیق نے مجھے اس کے مضمون کی اجمالی اطلاع دی، اور اس سے مسرت ہوئی، جب ۲۴ فروری کو

بمبئی پہنچا تو لکھنؤ سے آئی ہوئی ڈاک میں آپ کا محبت نامہ پڑھا، یہ پہلا موقع خط تھا جو

ایک دقیق قلم سے کتاب پر اطمینان و مسرت کا موجب ہوا اور نہ ابھی تک تو سوائے جھجھلاہٹ

اور ناراضگی کے خطوط کے کوئی خط نہیں ملا، میں نے کتاب اپنے حلقہ کے علماء کو بھی بھیجی تھی

لیکن کہیں سے رسید بھی وصول نہیں ہوئی، حیرت یہ ہے کہ کتاب نہایت احتیاط اور احترام

کے ساتھ لکھی گئی ہے اور میں نے کئی بار پڑھا کہ ہر ایسے لفظ کو قلم زد کر دیا جس سے ذرا بھی

طنز و تعریف کا انداز پیدا ہوتا تھا، لیکن پھر بھی متعلق حلقہ کے لئے وہ کتاب سخت برہمی کا

باعث ہوئی، لیکن یہ سب خطوط نیچے کے طبقہ سے آئے ہیں، صف اول کے لوگوں میں سے

کسی کا کوئی خط ابھی تک نہیں آیا، کتاب کا ترجمہ عربی میں ہو گیا ہے، انشاء اللہ تاہرہ یا

بیروت سے شائع ہو گا، ایک بڑے عرب ناشر اس کے لئے مستعمل ہیں، ترجمہ بھی انشاء اللہ

آپ پسند کریں گے، امید ہے کہ آپ جواب کی تاخیر کو اس لئے معاف کریں گے کہ میں سفر میں تھا، امید ہے کہ آپ ہر طرح بعافیت ہوں گے۔ (۱)

والسلام  
ابو الحسن علی ندوی

رائے بریلی

محبت فاضل و محکم زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، — عنایت نامہ مورخہ ۲۲ ربیع الثانی مجھے ۲ جمادی الاولیٰ کو رائے بریلی پہنچ کر ملا، میں ۲۰ مارچ سے ۱۰ اپریل تک تقریباً سفروں ہی میں رہا، اگر یہ خط دارالعلوم کے پتہ پر آتا، تو میں جلد جواب اور فرمائش کی تعمیل کر سکتا، خط پڑھتے ہی میں نے ہدایت کر دی کہ نیا عربی رسالہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ کر دیا جائے، امید ہے کہ اس وقت تک وہ پہنچ گیا ہو گا۔

آپ کا کوئی خط مجھے ایسا یاد نہیں جس کا جواب نہ دیا ہو، میں تو آپ کے خطوط بڑے شوق سے پڑھتا ہوں، اور جلد جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں، اس لئے کہ آپ کو عربی کا صحیح ذوق ہے، اور آپ محبت فرماتے ہیں، اور میں ایسے احباب کی بڑی قدر کرتا ہوں آپ اس طرف سے مطمئن رہیں۔

«السيرة النبوية» کے متعلق آپ نے اپنے جو تاثرات لکھے ہیں، وہ

(۱) غیر مقلدین نے علمائے امت کے بارے میں جو غیر محتاط تقریرات کا سلسلہ شروع کیا تھا مولانا بھی اس سے نالاں تھے، اور ایک رسالہ اردو میں انکی انہیں نگارشات کے رد میں اپنے مخصوص سنجیدہ اور متین انداز میں لکھا تھا۔ اس رسالہ کو میرے پاس بھی بھیجا تھا میں اسکو پڑھ کر اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا یہ خط اسی کے جواب میں ہے، بعد میں اس کا عربی ترجمہ الاضواء کے نام سے چھپا۔

میرے لئے موجب طماننت و تقویت ہے، افسوس ہے کہ کتاب میں طباعت کی بہت غلطیاں رہ گئیں، لیکن اس سے اطمینان ہے کہ اس کا دوسرا ایڈیشن جلد تیار ہو جائے گا اس کے اردو اور انگریزی ترجمے بھی اکھنڈ تیار ہو رہے ہیں، یہ ایڈیشن بھی پانچ ہزار سے زائد چھپا تھا، اور اکھنڈ چھپنے میں ختم ہو گیا۔

۱۔ السلام المملقن کے واقعی چند نسخے ہندوستان آئے تھے، اور وہ تیرک بن گئے، جیسے ہی موقع ملے گا اس کا کوئی نسخہ آپ کو مہیا کرنے کی کوشش کی جائیگی، اس کا مقدمہ اور پیش لفظ ایک نئے انداز کا ہے۔

آخر میں پھر آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ آپ کے کسی خط کا جواب میں نے تصدیقاً نہیں چھوڑا۔ امید ہے کہ آپ ہر طرح بعافیت ہوں گے۔

والسلام  
مخلص

ابوالمحسن علی  
۱۲ اپریل ۱۳۵۸ھ

بقیہ - ص ۵۶ کا

مجھے اسکا یا تھا، حق اور سرفی صدق شیخ جن حفظہ اللہ کے ساتھ ہے، جماعت اہلحدیث برحق ہے اور قدم قدم پر وہ صحیح حدیث پر چلا کرتی ہے۔  
میٹا۔ اباجی اس اعلان سے جن لوگوں نے دونوں کی بحثیں سنی ہیں وہ مطمئن ہو جائیں گے؟  
باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## خمار سلفیت

نمازیں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور شیخ کلو کی منطق

بیٹا - بابا

باپ - جی بیٹا

بیٹا - بابا آج شیخ کلو نے شیخ جن کو بڑا پریشان کیا ؟

باپ - کیا ہوا بیٹا ، دونوں ہی اپنی بجاوہت کے سربراہ ہیں، پی ایچ ڈی اور

حفظہ اسٹڈنٹس کے دونوں ہیں ۔

بیٹا - شیخ جن کے کسی نے بھرے مجمع میں سوال کر دیا کہ نمازیں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی

کوئی صحیح حدیث پیش کرو تو شیخ جن جھٹ سے صلوة الرسول لے کر آگئے اور یہ

حدیث سادی ۔

عن واثل بن حجاج قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع

یدایہ الیمنی علی الیسری علی صدرہ - (صحیح ابن خزيمة)

یعنی حضرت واثل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی

تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھے ۔

باپ - بیٹا بہت صحیح کیا سینہ پر ہاتھ باندھنے کی یہ سب سے بڑھیا حدیث ہے ،

صحیح ابن خزیمہ کی حدیث ہے۔

بیٹا۔ مگر اباجی شیخ کلوی منطق نے سارا کھیل بگاڑ دیا، انھوں نے شیخ جن سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ یہ حدیث صحیح ہے کہ ضعیف؟ اب شیخ جن چپکے چپ نہ ہاں میں جواب دے رہے ہیں نہ نایں، مسئلۃ الرسول کے مصنف نے بھی صرف حدیث نقل کی ہے نہ یہ بتلایا ہے کہ صحیح ہے اور نہ یہ بتلایا ہے کہ ضعیف ہے۔

باپ۔ پھر کیا ہوا بیٹا۔؟

بیٹا۔ تو شیخ کلوی نے کہا کہ ہمارے علماء محققین کہتے ہیں کہ اگر حدیث ضعیف ہو اور اس کا ضعیف ہونا نہ بتلایا جائے تو یہ حرام ہے، چنانچہ مسئلۃ الرسول کے محقق علامہ عبد الرؤف پاکستانی خاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی فرماتے ہیں:

”اگر کوئی حدیث ضعیف ہو تو اسے بیان کرتے وقت یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر کوئی اس کے ضعف جاننے کے باوجود بیان نہیں کرتا ہے تو وہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق گناہ گار اور عوام الناس کو دھوکہ دینے والا ہے“ (مسئلۃ الرسول محقق)

باپ۔ تو بیٹا، کیا یہ حدیث ضعیف ہے، میں تو اسکو اب تک صحیح سمجھ کر سینہ پر ہاتھ باندھ رہا تھا۔  
بیٹا۔ اباجی شیخ کلوی نے مسئلۃ الرسول محقق کے حوالے سے بیان کیا کہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے، مسئلۃ الرسول کے محقق صاحب فرماتے ہیں۔

”یہ سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل راوی سیئی الحفظ ہے۔“

جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے اور البوزرجمی نے کہا ہے یہ بہت غلطیاں کرتا ہے امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، دوسرے نے کہا ہے کہ یہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ (مشۃ البیضا)

باپ۔ بیٹا تب تو شیخ جن کا بننا بنایا کھیل بگڑ گیا، خود ہماری جماعت کے عالم نے اس حدیث کا راز افشا کر دیا، ہمارے علماء نے تو اسے بہت چھپانے کی کوشش کی تھی۔

بیٹا۔ اباجی جب اس حدیث کا راز افشاء ہو گیا اور شیخ کلو کی منطقی بنیاد بنایا کھیل بگاڑ دیا تو اب  
نمازیں ہاتھ کہاں باندھا جائے گا؟  
باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

## یک نہ شد و شد شیخ جن کی پریشانی میں اضافہ

بیٹا۔ اباجی  
باپ۔ جی بیٹا  
بیٹا۔ اباجی، کل شیخ کلو حفظہ اللہ کی وجہ سے شیخ جن حفظہ اللہ کی بڑی سبکی ہوئی تھی۔  
عشاء کی نمازیں میں نے خود دیکھا کہ ان کا ہاتھ کبھی سینے کے اوپر نہ رہتا تھا اور  
کبھی سینے کے نیچے اور کبھی نہ اوپر نہ نیچے بلکہ دونوں طرف لٹکا ہوا ہے۔  
باپ۔ بیٹا، پریشانی کی بات ہی ہے، میرا خود حال برا تھا اور میرا ہاتھ بھی بے چین ہی تھا  
ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا تھا، نہ اوپر نہ لٹکا تھا نہ نیچے بار بار سینہ پر ہاتھ باندھنے  
والی ضعیف حدیث کا خیال آ جاتا تھا۔

بیٹا۔ مگر اباجی آج شیخ جن کے ہاتھ میں پھر مصلوۃ الرسول تھی اور ان کے چہرہ پر  
تازہ مسکراہٹ بھی، اور انھوں نے بازار کے بیچ چوراسے پر جہاں کل شیخ کلو  
سے ان کی جھڑپ ہوئی تھی شیخ کلو کو جاگیرا، اور انھوں نے بڑے زور سے کہا  
کہ اگر کل والی حدیث ضعیف تھی تو مصلوۃ الرسول میں اور بھی نمازیں سینہ پر ہاتھ  
باندھنے کے سلسلہ کی امادیت ہیں، اور پھر انھوں نے سارے مجمع کے سامنے  
باداز بلند یہ حدیث پڑھی اور مصلوۃ الرسول کو ہوا میں ہرا دیا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ صنع یدک الیمنی علی التقال عند النخا

یعنی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ

باپ۔ بیٹا تب تو شیخ کلو کی ہوائی گم ہو گئی ہوگی۔ ۹



بیٹا۔ نہیں اباجی شیخ کلو کی ہوائی تو نہیں گم ہوئی بلکہ شیخ جن کی مزیدہ کرکری ہوئی۔

باپ۔ کیا ہوا بیٹا شیخ کلو نے اس کا جواب کیا دیا؟

بیٹا۔ اباجی شیخ کلو نے شیخ جن کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ حدیث میں نحر کا لفظ ہے اور

اور صلوة الرسول والے نے اس کا ترجمہ سینہ کیا ہے، کسی لغت میں نحر کا معنی سینہ

دکھلا دو تو میں تم کو تین بار لکھنوا سلام کروں گا، حدیث کے ترجمہ میں زبردست خیانت

ہے، اور پھر انھوں نے صلوة الرسول محقق لاکر سب کو دکھلایا کہ یہ حدیث بھی ضعیف ہے

محقق صاحب لکھتے ہیں۔

اس کی سند میں روح بن سیب ہے ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ غیر محفوظ حدیث بیان

کرتا ہے، اور ابن جان نے کہا ہے کہ یہ موضوع روایت بیان کرتا ہے اس سے تقاضا

لینا جائز نہیں۔ ۱۳۱

باپ۔ پھر کیا ہوا بیٹا، شیخ جن نے کیا جواب دیا؟

بیٹا۔ اباجی شیخ جن سر جھکائے یک نہ شد دوشد کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ چہرے پریشانی

ماں نمایاں تھی، لوگ بھی کہہ رہے تھے کہ صلوة الرسول کے مصنف نے پھر جو دم کام

کا ارتکاب کیا ہے، ضعیف حدیث ذکر کی اور اس کا ضعیف ہونا نہیں بتلایا۔

باپ۔ بیٹا ہے تو شرم کی اور پریشانی کی بات بھی۔

بیٹا۔ تو پھر اب کیا ہوگا اباجی شیخ جن اور شیخ کلو میں یوں بحثی، ہے گی یا صلح کی کوئی شکل

نکلے گی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

یک نہ شد دوشد سے شیخ جن کی حالت غیر

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا - اباجی نمازیں ہاتھ کہاں باندھا جائے، اس مسئلہ نے شیخ جن کو بڑا پریشان کر رکھا ہے۔  
باپ - بیٹا، ہوا کیا؟

بیٹا - اباجی گزشتہ دنوں شیخ کلو حفظہ اللہ کے ساتھ اسی مسئلہ میں شیخ جن حفظہ اللہ کی معرکہ آرائیاں کا قلعہ تو آپ کو معلوم ہے۔

باپ - جی بیٹا - شیخ جن حفظہ اللہ کی پریشانیاں اللہ دور کرے، شیخ کلو نے تو ان کو رسوا کر کے رکھ دیا ہے، آج پھر کچھ ہوا ہے بیٹا؟

بیٹا - اباجی شیخ جن سے کسی نے یہ کہہ دیا تھا کہ تم سینہ پر ہاتھ باندھنے کی اگر صحیح حدیث نہیں پیش کر سکتے ہو تو مسئلہ الرسول کتاب میں حکیم مصادق صلوٰۃ الرسول کے مصنف نے شیخ جیلانی کا قول پیش کیا ہے کہ انھوں نے اپنے مریدوں سے کہا تھا کہ تم لوگ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھو، اب شیخ کلو شیخ جیلانی کے قول سے تم بات دے دو گے، اور شیخ کلو کی مجال نہیں ہے کہ عوام کے مجمع کے سامنے پیران پیر خواجہ دستگیر شیخ عبد القادر جیلانی غوث اعظم کی بات رد کر دیں، اگر انھوں نے ایسا کیا تو عوام ان کی کھال نوچ لیں گے۔

باپ - پھر کیا ہوا بیٹا؟

بیٹا - اباجی یہ بات شیخ جن حفظہ اللہ کی سمجھ میں آگئی اور انھوں نے صلوٰۃ الرسول کتاب کو ہاتھ میں لیا اور پہنچ گئے بجو کے چلے خانہ جہاں فجر بعد شیخ کلو روزانہ چائے پیتے ہیں اور اس دوکان پر لوگوں کا مجمع لگا رہتا ہے۔

باپ - بیٹا تب تو شیخ کلو کی ناک کٹی ہوگی مزہ آگیا ہوگا؟

بیٹا - کچھ نہیں ہوا اباجی، نہ شیخ کلو کی ناک کٹی اور نہ مزہ آیا، البتہ شیخ جن کی لوگوں نے خوب پگڑی اچھالی اور صلوٰۃ الرسول کے کتاب ولے مولانا صاحب کو لوگوں نے بہت بُرا بھلا کہا ہے ایمان اور نہ جانے کیا کیا کہا۔

باپ - بیٹا یہ کیسے، کیا ہوا، کیا صلوٰۃ الرسول میں شیخ جیلانی کی بات نہیں ہے؟

بیٹا۔ اباجی شیخ جن نے شیخ جیلانی کی اصل عبارت نہیں پڑھی تھی اس کا ترجمہ پڑھا تھا،  
مسئلۃ الرسول کے مصنف نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

میرے مرید و دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے اوپر سینہ پر باندھو۔

باپ۔ بیٹا اس میں تو صاف ہے کہ نمازیں ہاتھ سینہ پر باندھو۔ غنیۃ الطالبین

بیٹا۔ جب شیخ جن نے یہ پڑھا تو شیخ کلونے جھپٹ کر شیخ جن کے ہاتھ سے کتاب لے لی  
اور لوگوں سے کہا کہ شیخ جن حفظہ اللہ اور کتاب کا مصنف حکیم صادق دلوں نے  
صداقت سے توبہ کر لیا ہے اور خیانت کو گلے لگا لیا ہے، اور شیخ پیران پیر پر افترا کیا  
ہے، لوگو دیکھو شیخ کی اصل عبارت صرف اتنی ہے۔

وضعوا الیمین علی الشمال فوق السراة (مسئلۃ الرسول ص ۱۹)

جس کا ترجمہ ہے کہ تم لوگ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے اوپر رکھو، سینہ پر  
ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں ہے، ناف کے اوپر رکھنے کا ذکر ہے، شیخ جیلانی جنہی ہیں،  
جنہی لوگ ناف کے اوپر اور سینہ کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، پھر شیخ کلونے چلا کر کہا  
کہ شیخ جیلانی کے کلام میں تحریف بہت بڑا گناہ ہے، شیخ کے ساتھ مذاق ہے، ان  
کے احترام کے خلاف بات ہے۔

باپ۔ بیٹا پھر کیا ہوا؟ شیخ جن بخیریت گھر آگئے؟

بیٹا۔ اباجی شیخ کلوی اس بات پر عوام نے جس میں زیادہ تر منافقان تھے شیخ جن کی  
چوٹی خوب اچھالی اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ کسی کے سامنے مسئلۃ الرسول کتاب  
کا کوئی مسئلہ نہیں بیان کریں گے، شیخ جن نے تین بار مسئلۃ الرسول کتاب کے توبہ  
کتاب وہ کسی طرح گرتے پڑتے اپنے گھر پہنچے۔

باپ۔ بیٹا یہی وجہ ہے کہ پھر کی نمازیں میں نے دیکھا کہ ان کا ہاتھ پھر ادھر ادھر رہا ہے،  
کبھی سینہ پر، کبھی سینہ کے نیچے اور کبھی ناف کے نیچے اور کبھی بالکل آزاد۔

بیٹا۔ اباجی ہمارے صادق سیالکوٹی نے نہا ز پر کتاب لکھی ہے، نام بھی رکھا ہے

صلوٰۃ الرسول اور پھر اس میں ان کی یہ ہیرا پھیری سمجھ میں نہیں آتی ہے، مرتبہ  
دھوکا دینے کا نام حدیث پر عمل کرنا ہے اباجی، ان کو خدا کا ٹکڑہ نہیں تھا؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## شیخ کلو اور شیخ جمن میں مصالحت ہو گئی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - گزشتہ دنوں جو شیخ کلو اور شیخ جمن کے بیچ اکھاڑا جماتھا اس کا شہر میں بہت  
پرچا ہے اور بہت سے سلعی نوجوانوں نے نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھنا شروع  
کر دیا ہے۔

باپ - جی بیٹا، مجھے معلوم ہے، شہر کے اکابر جماعت صورت حال سے بہت پریشان  
ہیں، اس بارے میں کل شام ایک میٹنگ تھی، شہر کے ذمہ داران جماعت جمع تھے  
شیخ کلو اور شیخ جمن کو بطور خاص بلایا گیا تھا۔

بیٹا - اباجی پھر کیلے پایا۔

باپ - بیٹا، جی یہ فدا راز کی بات ہے، اصل میں شیخ کلو کا بیٹا پورا سودیہ نہیں جاسکتا تھا  
صدر صاحب نے سودیہ بھیجنے کا وعدہ کیا تھا جب انہوں نے وعدہ پورا نہیں کیا تو  
شیخ کلو نے بھی اپنا ہاتھ دکھانا شروع کر دیا، اب صدر صاحب نے اس کا وعدہ  
کر لیا ہے کہ اس کو اسی ہسپتہ کی ۲۲ تاریخ کو سودیہ بھیج دیں گے، اور شیخ کلو سے  
یہ تحریر لکھوا لی ہے۔

شیخ کلو سلعی نہایت شرمندگی سے اعلان کرتا ہوں کہ گزشتہ دنوں

ان کے ہاٹل میں شیخ جمن حفظہ اللہ سے نمازیں ہاتھ رکھنے کے بارے

میں بحث ہوئی تھی ایسے ہراس میں ہی غلطی پر تھا اور ایک دیوبندی نے

## برطانیہ کا سفر

ڈابھیل کے زمانہ تدریس میں جن طلبہ کا مجھ سے خصوصی تعلق رہا ہے ان میں ایک نام عزیزم مولوی محمد اسماعیل جو گواڑی سکنہ کا ہے، یہ بہت کم گوا اور سیدھے سادھے طالب علم تھے، اساتذہ کی خدمت کا جذبہ تھا، میرے پاس معمولاً روزانہ ہی کسی نہ کسی وقت آیا کرتے تھے، ام کے موسم میں اچھی مقدار میں دو ایک مرتبہ میرے کمرہ میں ام پہنچایا کرتے تھے۔ اگر اس موسم میں میرا گھر آنا ہوتا تھا تو گھر کے لئے ایک دو ٹوکرا ام ضرور ساتھ کر دیتے تھے۔ بہت دنوں تک مبلغ سے میرا کھانا یہی لایا کرتے تھے۔

ڈابھیل سے میری ملازمت کا سلسلہ جب ختم ہوا تو شاگردوں کی بڑی تعداد ادھر ادھر ہو گئی، کوئی ڈابھیل میں رہا وہیں سے فارغ ہوا، کوئی دارالعلوم دیوبند گیا اور کوئی مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ ہوا، مولوی اسماعیل ڈابھیل سے سہارنپور آ گئے تھے، اور مظاہر العلوم میں اپنی تعلیم مکمل کی، پھر میرا ان سے کوئی رابطہ نہیں رہا، بعد میں معلوم ہوا کہ مولوی اسماعیل لندن چلے گئے ہیں۔

سال گزشتہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے استاذ عزیزم مولوی حافظ مفتی محمود نے فون پر اطلاع دی کہ مولوی اسماعیل صاحب آپ کو برطانیہ بلانا چاہتے ہیں، وہ آپ سے جلد ہی رابطہ قائم کریں گے، میں انتظار کرتا رہا مگر ان کا کوئی فون یا خط مجھے نہیں ملا۔

اس سال مئی کے مہینہ میں ایک روز مولانا مفتی احمد صاحب خاں پوری صدر شعبہ افتاء جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کافون آیا کہ مولوی اسماعیل جو گواڑی آئے ہوئے ہیں اور میرے پاس بیٹھے ہیں وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، بیس بائیس سال کے بعد میرے کان میں جب مولوی اسماعیل سلمہ کی آواز پہنچی تو ان کا سراپا سامنے آگیا، دریافت حال کے بعد انھوں نے کہا کہ اس سال اگست کے مہینہ میں ہم لوگ برطانیہ کیلئے آپ کا پروگرام بنانا چاہتے ہیں، انھوں نے بتلایا کہ اگست کا مہینہ یہاں کے موسم کے لحاظ سے بہت مناسب ہوتا ہے، انھوں نے مزید کہا کہ برطانیہ میں آپ کو لوگ آپ کی کتابوں اور مزمزم پرچہ کی وجہ سے جانتے ہیں، برطانیہ میں بھی سلفیت کا پھیلاؤ عوام اور کم پڑھے لکھے لوگوں میں بڑھتا جا رہا ہے، اس لئے یہاں کے لوگوں کی خواہش ہے کہ آپ کا پروگرام برطانیہ کے لئے ضرور ہو، میں نے کہا کہ میں انشاء اللہ یہ سفر ضرور کر دوں گا، مجھ سے انھوں نے بذریعہ فیکس میرے پاسپورٹ کا فوٹو مانگا تاکہ اسکو ضروری کارروائی کیلئے برطانیہ بھیج دیا جائے، انھوں نے بتلایا کہ انشاء اللہ جلد ہی کاغذات آجائیں گے۔

جون کے آخری ہفتہ کے ابتدائی دنوں میں ان کا لندن سے فون آیا کہ آپ کے کاغذات جمعیت علماء دہلی کے دفتر میں قاری حماد صاحب کے پاس بھیج دیئے گئے ہیں، آپ دہلی جا کر ان کے ملیں ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کی کارروائی اور انتظام انھیں کے ذمہ کیا گیا ہے، میں انھیں دنوں کانپور کے دو تین روزہ سفر سے واپس آیا تھا، میں نے ان سے کہا کہ ایک ہفتہ بعد میں دہلی جاؤں گا۔

جولائی کے پہلے ہفتہ میں دہلی پہنچا، قاری حماد صاحب میرا انتظار کر رہے تھے میرے کاغذات ان کے پاس موجود تھے، قاری حماد صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ خود اپنا کام کریں کسی کو واسطہ بنائیں گے تو اس میں تاخیر ہوگی، میرا بھی باہر کے سفر کے بارے میں یہی تجربہ ہے کہ دوسروں کے ذریعہ کام کرانے میں کافی ذہنی الجھن رہتی ہے، اور وقت پر کام بہت کم ہو پاتا ہے دوسروں کا احسان مند بھی ہونا پڑتا ہے، چنانچہ میں خود ہی

برٹش سفارت خانہ گیا وہاں معلوم ہوا کہ اب وزیرِ ادویہ کا کام صندرجنگ انیکلو میں سفارت خانہ کی شلخ میں انجام پاتا ہے، میں وہاں سے آؤر کشتہ سے صندرجنگ پہنچا، بریج کے باہر ہی ایک صاحبِ دیر کا قادم لئے کھڑے تھے میں نے ان کو پچاس روپے دیئے انھوں نے بہت اطمینان سے قادم بھرا اور مزید رہنمائی کی۔

میں وزیرِ قادم لے کر عمارت کے اندر گیا اور بیٹھا ہوا اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک فوجوان میری کرسی کے بغل میں آکر بیٹھ گیا اور اپنا نام خالد بتلایا اور بتلایا کہ وہ بریوں کا رہنے والا ہے، اس نے کہا کہ وہ اسی جگہ اسی شعبہ میں کام کرتا ہے، پھر اس نے کہا کہ آپ کا نمبر دیسے آئے گا، میں آپ کا کام اسی جگہ کر دیتا ہوں، چنانچہ اس نے میرا قادم لے کر چند منٹ میں اس کی کارروائی مکمل کی اور کہا کہ آپ اس کو لے کر کھڑکی نمبر ۶ پر جائیں اور وزیرِ اکی نہیں جمع کرادیں۔ ۲۹ سو وزیرِ اکی نہیں اور مزید ۲۰ روپیہ دیکھیں نے وزیرِ قادم جمع کرادیا پھر وہاں سے ایک بند لفافہ میں کاغذات کے ساتھ مجھے کھڑکی نمبر ۲ پر بھیجا گیا، وہاں ایک قانون کام کر رہی تھیں انھوں نے تین سو روپے مزید لئے اور کہا کہ آپ کل شام چھ بجے آکر اپنا پاسپورٹ لیجائیں، اس طرح میرا کام اس فوجوان محمد خالد کی وجہ سے پندرہ بیس منٹ میں ختم کیا اور میں دفترِ جمعیتہ علماء اپنے مقرب دو گھنٹہ کے اندر اندر آ گیا۔

دوسرے روز چھ بجے شام کو جب میں وہاں پہنچا تو آؤزیراں لسٹ پر میرا نام نہیں تھا، مجھے تھوڑی تشویش لاحق ہوئی، میں اپنے نمبر والی پرزی لے کر اندر گیا اور ایک جگہ سے کہا کہ میرا نام لسٹ پر نہیں ہے حالانکہ مجھے آج ہی بلایا گیا تھا، تو انھوں نے بتلایا کہ اگر آپ کا نام لسٹ پر نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا وزیرِ الگ گیا، لسٹ پر ان کا نام آؤزیراں ہوتا ہے جن کو انٹرویو کے لئے بلایا جاتا ہے، آپ کا انٹرویو نہیں ہوگا، اور واقعہ یہ ہے کہ تھوڑی دیر میں میرے ہاتھ میں برطانیہ کا دیزا لگا ہوا میرا پاسپورٹ تھا میں نے اللہ کا شکر ادا کیا، اس لئے کہ اگر مجھے انٹرویو کے لئے بلایا جاتا تو شاید میں سوالات کا

صحیح جواب نہیں دے پاتا، اس لئے کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے کون سوسائٹی بٹا رہی ہے  
لندن کے علاوہ کسی دوسرے شہر کا نام بھی میرے ذہن میں نہیں تھا، مجھے کس شہر میں جانا  
ہے مجھے نہیں معلوم تھا۔ مولوی اسماعیل کس جگہ رہتے ہیں اس جگہ کا نام بھی نہیں معلوم تھا،  
اور ان سب کے ساتھ انٹرویو کا انجام معلوم۔

بہر حال صرف دو دن کے اندر بلا کسی پریشانی کے برطانیہ کا دینا لگ گیا، اگر یہی معاملہ  
کسی عرب کنٹری کا ہوتا اس کے لئے ہفتوں غوار ہونا پڑتا اور پھر بھی انجام نامعلوم ہوتا۔  
میں نے ایک ایجنٹ کے ذریعہ ۲۰ جولائی اتوار کی شب میں لندن کے لئے ایرلینڈ  
سے اپنی سٹ بک کرائی، اور دوسرے روز گھر واپس آ گیا۔

ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر ایرلینڈ یا کی فلائٹ سے سینچر یا اتوار کو سفر کیا  
جائے تو اس کا ٹکٹ عام دنوں سے ہنگا ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ عام دنوں کا ٹکٹ اکتیس  
ہزار روپے میں ہے مگر سینچر اور اتوار کی فلائٹ کا ٹکٹ ۲۶ ہزار کا تھا، مولوی اسماعیل  
دیگر وہ کاروائی یہی تھی کہ اتوار کے روز کا ٹکٹ لیا جائے اس روز چھٹی کا دن ہوتا ہے،  
لوگوں کو ایر پورٹ آنے میں سہولت ہوگی، اس لئے مجھے یہی ہنگامہ والا ٹکٹ خریدنا پڑا۔

۱۹ جولائی کو مجلس عالمہ جمعیت علماء میں شریک ہونا تھا اس لئے غازی پور سے  
۱۸ جولائی کو بعد نماز جمعہ بنارس کے لئے روانہ ہوا، جمعہ سے پہلے میرے بڑے داماد  
کے بڑے بھائی نمبر سے اپنی گاڑی لے کر آئے تھے کہ آپ بنارس گاڑی سے جائیے میں  
بنارس میں اسٹیشن پر آپ سے ملوں گا اور آپ کو رخصت کر کے موڈاپس جاؤں گا۔  
میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور باصران ان کو گاڑی سے بنارس بھیجا اور خود اپنے پردگرم  
کے مطابق بعد جمعہ اطمینان سے بچوں سے رخصت ہوا اور ان کو اشرف کے سپرد کر کے دہلی  
اور پھر دہلی سے لندن کے طویل سفر پر نکلا۔

دہلی جمعیت علماء کی مجلس عالمہ میں شرکت کرنے کیلئے میرے عزیز دوست مولانا  
ابو القاسم نعمانی اور ان کے چھوٹے بھائی حافظ عبد الکلام بھی جا رہے تھے، انکی ہمراہی کی



وجہ سے دہلی تک کا سفر آرام سے کٹا۔ اور جولائی کی صبح سات بجے ہم لوگ دہلی پہنچ گئے اور دن میں مجلس عالم میں شرکت کی، مولانا قاری حماد صاحب سے پاسپورٹ اور ٹکٹ لیا۔ ان سے معلوم ہوا کہ ایرانڈیا کی فلائٹ جس سے مجھے سفر کرنا ہے ۲۰ جولائی کو صبح ۶ بجے ہے، اس وجہ سے مجھے رات ہی میں دعائی تین بجے ایرپورٹ کے لئے نکلنا ہوگا، دو تین گھنٹے آرام کرنے کے بعد میری آنکھ ٹھیک دو بجے کھل گئی، اسی وقت غسل کیا اور تیار ہو کر نیچے آیا اور آئی ٹی ایوے آؤر کشتہ سے ایرپورٹ پہنچا اور ایرپورٹ کی ضروری کارروائی پوری کر کے اندر پہنچا، جہاز اپنے مقررہ وقت سے بیس منٹ تاخیر سے روانہ ہوا، معلوم ہوا کہ یہ جہاز لندن ایرپورٹ پر ہندوستان وقت سے تقریباً تین بجے اترے گا اور اس وقت لندن میں گیارہ کا وقت ہوگا یعنی تقریباً نو گھنٹے کا یہ مسلسل سفر تھا، بیچ میں کہیں جہاز کو اتارنا نہیں تھا۔

جہاز میں جب میں داخل ہوا تو میری سٹ پر ایک خاتون اپنے بچوں کو لیکر قبضہ جمانے ہوئے تھیں مجھ کو اچھا نہیں معلوم ہوا کہ ان کو اٹھاؤں اس لئے میں جہاز کے نیچے ایک سٹ پر بیٹھا، جہاز میں دس بہت تھا، سٹ بھی تنگ تھی بڑی شکل سے یہ اگھنٹہ کا سفر طے ہوا، میرے جہاز کا نمبر ۱۱ تھا۔ ایرانڈیا جہاز کی سر دس بہت اچھی ہوتی ہے ملازمین با اخلاق ہوتے ہیں، ناشتہ اور کھانے کا بھی معقول انتظام ہوتا ہے، ضرورت کی چیز فوراً حاضر کر دیتے ہیں، کھانے میں میں نے سبزی لی، جہاز پر گوشت کے بارے میں بہت شبہ رہتا ہے، میں رات بھر کا جاگا ہوا تھا تھوڑی دیر نیند آگئی، ساڑھے اٹھائیس ہزار فٹ کی بلندی پر جہاز اڑ رہا تھا اور اس کی رفتار تقریباً ساڑھے نو سو کلو میٹر فی گھنٹہ تھی، آسمان پر جہاز اڑا تو زمین نگاہ سے غائب ہو گئی اور بار بار یہ دعا زبان پر جاری ہو رہی تھی سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لِمَقَرِّنِينَ۔ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ اس پورے جہاز میں میرے علاوہ کوئی مسلمان شکل سا فر نہیں تھا اور نہ کسی کے لباس و انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مسلمان ہے، ایسا تو نہ ہوگا کہ جہاز میں کوئی

مسلمان نہ ہو مگر ہم نے دوسروں میں اپنے کو اتنا ضم کر لیا ہے کہ ہماری پہچان اور شناخت ختم ہو گئی ہے، جہاں لندن کے وقت سے ٹھیک گیارہ بجے دن میں لندن ایرپورٹ پر اتر گیا۔

لندن ایرپورٹ کا داخلی حصہ بہت خوبصورت ہے، بہت وسیع اور بہت کثادہ بھی، انتظام اتنا چست ہے کہ مسافر کو ایگریژن میں ذرا بھی پریشانی نہیں ہوتی عموماً کاؤنٹر پر لڑکیاں بیٹھی نظر آئیں جو بڑی پھرتی سے مسافروں کو نمائندگی تھیں، ہندوستان اور عرب ملکوں میں ایگریژن کاؤنٹر پر پہنچنے کے بعد مسافر جو تھکا ماندہ ہوتا ہے اس کا مزید کس بس نکل جاتا ہے۔

میں جب کاؤنٹر پر پہنچا تو مجھ سے اس پر بیٹھی خاتون نے پوچھا آپ لندن میں کہاں جائیں گے، میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کہاں جانا ہے، پھر اس نے پوچھا کتنے روز یہاں رہیں گے میں نے کہا دو تین ہفتہ، پھر اس نے پوچھا آپ کا سفر کس مقصد کے لئے ہے میں نے کہا کہ مجھے مذہب پر لکچر دینا ہے، میری اس سے یہ گفتگو ایک اردو جاننے والی دوسری خاتون کے ذریعہ ہوئی، پھر اس نے کچھ نہیں پوچھا اور میں دو تین منٹ میں وہاں سے رخصت ہو کر سلمان کے پاس آیا، سامان اچکا تھا، میں نے اسے لیا اور باہر نکل آیا، کسی نے میری سامان کی چیکنگ بھی نہیں کی۔

میں ایرپورٹ سے جب باہر آیا تو میرے استقبال کے لئے مولوی اسماعیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے۔ ۲۲/۲۳ سال کے بعد میں مولوی اسماعیل سے مل رہا تھا اس عرصہ میں میرے اندر بہت تبدیلی آگئی ہے مگر مولوی اسماعیل میں اب محسوس نہ کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آئی اس لئے میں نے انہیں فوراً پہچان لیا مولوی اسماعیل کے ساتھ تین آدمی جو دوسرے تھے ان کا نام حاجی محمد عمر، قادی یوسف سیدت اور مولوی مشتاق تھا، مولوی مشتاق ہی اپنی گاڑی لے کر آئے تھے۔

حاجی محمد عمر صاحب عمر رسیدہ بزرگ ہیں اور معلوم ہوا کہ میری کتابوں کو خوب

# آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے

مفتاح

محمد ابو بکر غازی پوری



عشق کی منزلوں سے گذرتے ہوئے      باادب اپنے قدموں کو رکھتے ہوئے  
لڑکھڑاتے ہوئے پھر سنہلے ہوئے      آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے  
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پاگئے

بے نصیبوں کو بھی اب نصیب ملا      اپنی قسمت پہ روتا ترپتا رہا  
میری قسمت بھی جاگی بفضلِ خدا      آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے  
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پاگئے

ساعتِ پھر آخر ختم ہو گئی      دولتِ دین و دنیا بہم ہو گئی  
آنکھ پڑتے ہی جالی پر خم ہو گئی      آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے  
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پاگئے

کیا بتاؤں کہ ہم کو یہاں کیا ملا      جو نہ اب تک ملا تھا وہ سب مل گیا  
خاکِ طیبہ ملی دلِ رُبال کیا      آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے  
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پاگئے

بے سہارا تھے ہم کو سہارا ملا      غرقِ طوفان تھے اب کنار ملا  
غم کے ماروں کو اس در پہ چار ملا      آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے  
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پاگئے

میرے دیدہ کو یاں روشنی مل گئی      روح مردہ کو یاں زندگی مل گئی  
فکر غافل کو یاں آگہی مل گئی      آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے  
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پاگئے

جالیوں سے مسلسل میں پیٹا رہا      آنسوؤں سے گناہوں کو دھوتا رہا  
اسلام علیک، کو بڑھتا رہا      آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے  
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پاگئے

تا ابد کوئے جاناں ہی منزل رہے      در رسول خدا ہی کا حاصل رہے  
دید ہم کو یہاں ان کی حاصل رہے      آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے  
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پاگئے

تابِ فرقت کہاں کہ یہاں سے ٹلوں      سبز گیند کے سایہ میں جیتا رہوں  
موت آئے تو یارب یہیں پر مروں      آخرش شہر طیبہ میں ہم آگئے  
جتنا کھویا تھا اس سے سوا پاگئے

ملک کا بقیہ -

۱۰۰۔ فدا دلت فاخترای قہر تریکا      و ناری فانی منک غیر بعید  
میں نے اپنے رب کو کھلی آنکھ دیکھا، تو میرے رب نے مجھے کہا کہ اے ابن سعید تجھے  
میری رضا مبارک ہو -

تم رات کا تاریکی میں رنجیدہ انسان کے آنسو اور بیار دل کے ساتھ بہت نمازیں  
ادا کرنے والے تھے -

اب تمہارے سامنے یہ مملات ہیں جس محل کو چاہو پسند کرو اور میری زیارت کرو  
تم بے دور نہیں ہوں -

مکتبہ اشریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی و علمی مجلہ



مدیر مسئول و مدیر التحریر  
محمد ابو بکر غازی پوری

سالانہ چندہ ————— ۷۰ روپے  
پاکستان کیلئے پاکستانی ۱۲۰ روپے سالانہ  
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر مالک سے  
دش ڈالر امریکی

پست  
مکتبہ اشریہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور۔ ملوپی

فون نمبر ۲۲۲۱۷۵۷، ۲۲۲۵۳۳، ۲۲۲۱۷۵۸-۰۵

پن کوڈ ۲۳۳۰۰۱

مکتبہ اجماعی مفتاحی

## فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۶	محمد ابو بکر غازی پوری	نہوی ہدایات
۹	" "	مصلح مرسلہ اور استعجاب
۲۷	نور الدین نور الشرا عظمیٰ	مردوں کی روح کا آپس میں تعارف
۳۳	" "	ارشادات مولانا محمد امین صفدر اکاڑی
۴۷	محمد ابو بکر غازی پوری	اکابر کے کچھ خلوط
۴۳	لطیف شیرازی	خمار سلفیت
۵۲	محمد ابو بکر غازی پوری	برطانیہ کا سفر
۵۹	" "	وفات حسرت آیات

مجلس مفتاح

اداریہ



امریکہ نے عراق کو جتنا قدر سمجھا تھا عراق اس کیلئے اس سے زیادہ کڑا گھونٹ ثابت ہو رہا ہے، عراق کی عوام نے عراق پر امریکی قبضہ کے خلاف پر تشدد اور دیرانہ مزاحمت سے امریکیوں کو بتلادیا ہے کہ تم عراق کی سرزمین پر سکھ اور چین کی نیت نہیں سو سکو گے، یہاں تم کو کانٹوں کا فرش بچھا ہوا ملے گا، بعد تہہ را عراق پر قبضہ کا خواب پورا نہیں ہو سکا۔ ایک سال پہلے جب امریکی فوجوں نے عراق کو ہونہار کر کے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اور اس کی آبادیوں کو کھنڈروں میں تبدیل کر کے اور ہزار ہا ہزار انسان کی جان کا قتل کر کے عراق پر قبضہ کرنے اور صدام سے عراقی عوام کو اور دنیا کو نجات دلانے کا جو اعلان کیا تھا اور صدر بئش نے دنیا کے عوام کے عمومی احتجاج اور اقوام متحدہ کی عزت و ناموس کو پامال کرنے کے باوجود بڑے فخر سے یہ کہا تھا کہ اب عراق میں امن و سکون کا دور ہوگا، عراقی عوام نے صدام کے ظلم و استبداد سے نجات پالی ہے، عراق میں اب دودھ کی نریں جاری ہونگی۔ اور عراق کے کھنڈرات کو ہم پھر سے گل و گلزار بنا دیں گے، دنیا کے دانشوروں نے اور جنگجو عراقی تاریخ سے واقفیت ہے سمجھ لیا تھا کہ امریکہ کا صدر بئش نہایت غلط نہیں ہے اسے عراق کی تاریخ ہی معلوم نہیں ہے، عراق کی تاریخ گواہ ہے کہ وہاں کی عوام نے کبھی اور تاریخ کے کسی دور میں اپنے اوپر غیر ملکی تسلط کو گوارا نہیں کیا ہے۔

صدر بئش کو معلوم نہیں تھا کہ (اور اگر معلوم تھا تو اس کو جنگی جنون نے اس کی

عقل کو ماؤں کر دیا تھا) اسے امریکی فوجوں کو ایک ایسے دلدل میں پھنسا دیا ہے جس سے نکلنا اس کیلئے بہت مشکل ہوگا، اسے معلوم نہیں تھا کہ عراق اس کیلئے ایک دوسرا ویتنام بننے جا رہا ہے، اسے معلوم نہیں تھا کہ عراق امریکی فوجوں کیلئے انتہائی خطرناک کھائی ثابت ہوگا جس سے نکلنا امریکہ کیلئے بہت مشکل ہوگا۔

ایک سال کے بعد امریکہ کا زعم ٹوٹ رہا ہے، اس کے غرور اور گھمنڈ کی ہوا نکلتی جا رہی ہے۔ اور امریکی صدر بش کی عزت داؤ پر لگی ہوئی ہے، آج عالمی رائے عامہ امریکہ کے خلاف ہے اتحادی ممالک میں شگاف پڑ گیا ہے، اسپین نے اپنی فوج بلالی ہے، روس نے اپنے کام کرنے والے آٹھ سو دسیوں کو روس بلایا ہے، دوسرے ممالک بھی عراق میں بگڑتی ہوئی صورت حال کو دیکھتے ہوئے اپنے سابق موقف پر غور کر رہے ہیں، خود امریکہ اور برطانیہ میں رائے عامہ ٹوٹی بلیر اور بش کے خلاف ہے، صدر بش کا الکشن میں جیتنا مشکل نظر آ رہا ہے اس سال صرف اپریل میں ڈیڑھ سو سے زائد امریکی اور اتحادی فوج ماری گئی ہے، عراق میں امریکہ نے اپنی فتح کا پرچم لہرا دیا تھا مگر صرف ایک سال میں ساڑھے آٹھ سو سے زائد امریکی مارے جا چکے ہیں کئی ہزار زخمی ہو کر اپنی زندگی کو رو رہے ہیں، پچاسوں واقعات امریکی فوجوں میں خودکشی کے ہو چکے ہیں، امریکیوں اور اتحادی افواج کیلئے عراق کی زمین قبرستان بنتی جا رہی ہے، نلوجہ اور نجف میں امریکیوں نے آگ کی بارش برسادی مگر عراقی عوام کے غم و حوصلہ کو وہ پست نہیں کر سکا، نلوجہ میں بالآخر اس نے سپائی کا راستہ اختیار کر لیا، امریکہ سمجھ رہا تھا کہ شیعہ اور سنی میں اختلاف کی آگ بھڑکا کر وہ اپنا الو سیدھا کر تارہے گا، مگر ہوا اس کے برخلاف آج عراق میں شیعہ سنی متحد ہو کر اپنے مشترک دشمن کے خلاف مشترک کاروائی کر رہے ہیں، بش اس سے حواس باختہ ہو گیلیے، اپنی امید کے خلاف شیعہ اور سنی اتحاد کو دیکھ کر اس کے ہوش گم ہو چکے ہیں اور اس کی امیدوں پر پانی پھر چکا ہے۔

نجف اور نلوجہ میں امریکہ کی بے پناہ بم باریاں سے سیکڑوں عراقی عوام ختم ہو چکے ہیں جس کا عرب دنیا پر بہت خراب اثر پڑا ہے، اور عربوں کی قومی غیرت بیدار ہو چکی ہے



اس کا سب سے زیادہ اثر سودیہ میں دیکھا جا رہا ہے ، سودی عوام اور سودی علماء سودی حکومت کی امریکہ نواز پالیسی کے علی الرغم اپنے غم و غصہ کا برابر اظہار کر رہے ہیں ، سودی حکومت نے اس جرم کی پاداش میں سیکرٹوں اماموں اور خطیبوں کو مساجد کی امامت اور خطابت سے الگ کر دیا ، ان کی ملازمت ختم کر دی ، مگر اس سے سودی عوام کا غم و غصہ اور بھڑک اٹھا ہے اور امریکہ کے خلاف ان کے جذبات کا طوفان بڑھتا جا رہا ہے ۔

سودی حکومت میں مفتی عام کا عہدہ دینی اعتبار سے سب سے بڑا دینی عہدہ ہوتا ہے ، آجکل اس عہدہ پر خاندان آل شیخ کے شیخ عبدالعزیز بن اداام الشمرہ ہیں ، انھوں نے سودی حکام کی بالکل پرواہ نہ کرتے ہوئے اور عراقیوں پر امریکہ کے ظلم و ستم سے انتہائی نالاں اور برا فروختہ ہو کر تمام عرب دنیا کے مسلمانوں سے اپنے عراقی بھائیوں کی مدد کرنے اور امریکہ کے خلاف ہر قسم کا اقدام کرنے کا فتویٰ دے دیا ہے ، شیخ عبدالعزیز کا یہ انتہائی جواہر مذہب اور مومنانہ قدم ہے ، جس سے سودی حکومت کی آنکھوں کے پردے کھل گئے ہیں ، سودی حکومت کی مجال نہیں ہے کہ شیخ پر ہاتھ ڈال سکے اگر اس نے امریکہ کے اشارہ پر بے وقوفی کا ثبوت دیا اور مفتی عام کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو سودیہ جی میں نہیں بلکہ پوری عرب دنیا میں اس کا رد عمل بہت شدید ہوگا جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور ہو سکتا ہے کہ یہی چیز سودی حکام کی حکومت کیلئے آخری کیل ہو ۔ ثابت ہو ۔

سودیہ میں امریکیوں کے خلاف کس قدر نفرت کا جذبہ پیدا ہو چکا ہے اس کا اندازہ سودیہ میں ہونے والے ان دھماکوں سے ہو رہا ہے جو وہاں کے مجاہدین ، ظلم کا بدلہ اپنی جان دے کر ظالموں سے لے رہے ہیں ، ابھی سنی کی ۱۲ تاریخ مئی شہر میں امریکیوں اور برطانویوں پر حملہ ہونے جس میں سات اٹھ غیر ملکی مارے گئے ہیں ، اس حملہ نے سودیوں کے ہوش اڑا دیے ہیں ،

اور صدریش کی بھی آنکھ چوندھیا گئی ہے ، مینبوع وہ شہر ہے جس کو سودیہ میں اقتصادی اعتبار سے ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے ، اور وہاں کے تیل کے کارخانوں کی زیادہ تر امریکی اور برطانوی ہیں ، آج انکی زندگی داؤں پر لگی ہوئی ہے ۔

## نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا اور شرم کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ تھی۔ (بخاری)

حیا مسلمانوں کا زیور ہے، حدیث پاک میں اس کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اور اخلاق میں انتہائی کمال کو پہنچے ہوئے تھے وہیں آپ حیا میں بھی بہت ممتاز تھے، جس انسان میں حیا ہوتی ہے وہ بہت سی معصیتوں اور گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لئے اسلام میں حیا کو بہت اہمیت دی گئی ہے، جس انسان میں حیا نہ ہو تو وہ جانور سے بدتر ہو جاتا ہے، اور جب بے حیائی کا طوفان آگے بڑھتا ہے تو انسانی معاشرہ گندگیوں سے آلودہ ہو جاتا ہے، اگر اس کا کسی کو مشاہدہ کرنا ہو تو یورپ اور مغربی ملکوں کا سفر کرے وہاں کی زندگی میں حیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے، تو وہاں کے باشندوں کی زندگی دیکھ کر انسانیت کماہ اٹھتی ہے۔

شرقی ممالک میں بھی بے حیائی کا زور بڑھتا جا رہا ہے، عورتوں اور مردوں کے رنگ و خنک میں مغربی اور یورپی آثار کی پوری جھلک دکھائی دے رہی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ معاشرہ بھی ہر روز گندگیوں میں ڈوبتا جا رہا ہے، مسلمان گھرانے میں بھی بے پردگی اور بے حیائی کے ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ دانتوں میں انگلیاں دبالیں پڑتا ہے، اسلام میں حیا کے پہلو پر جتنا زور دیا گیا تھا آج مسلمان دین سے دوری کی وجہ سے

اس پہلو کو اتنا ہی نظر انداز کرتے جا رہے ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً یعنی تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔ (بخاری)

حسن اخلاق کی اسلام میں بڑی تاکید ہے، اس سے انسان کی قیمت اور قد میں اضافہ ہوتا ہے اس کی عزت بڑھتی ہے اور لوگوں کی نگاہ میں وہ محترم ہوتا ہے، بد اخلاق انسان بے وقار اور بے عزت ہوتا ہے، لوگ اس کو گری نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ دنیا والوں کی نگاہ میں بھی گرا رہتا ہے اور اللہ کے یہاں بھی اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے میں کبھی کوئی عیب نہیں نکالا، اگر وہ پسند کے مطابق ہوتا تو آپ اس کو کھاتے اور اگر پسندیدہ خاطر نہ ہوتا تو اس کو آپ چھوڑ دیتے۔ (بخاری)

کھانے کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت مبارکہ تھی، کھانا پسند کے مطابق ہے تو اس کو کھا لیتے اور کھانا مرغوب نہ ہوتا تو اس کو چھوڑ دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ آپ کھانے میں عیب نکالیں اور اس کی برائی کریں، ہر کھانے کی چیز اللہ کی نعمت ہے، اور اللہ کی نعمت کی برائی نہیں کی جاسکتی، ہاں انسان کا مزاج اور اس کی طبیعت الگ الگ ہے ضروری نہیں ہے کہ ہر کھانا ہر انسان کی پسند کا ہو، آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بشر تھے، کھانے کی کچھ چیزیں آپ کو مرغوب تھیں اور کچھ مرغوب نہیں تھیں جو مرغوب غذا ہوتی اس کا استعمال فرماتے اور نامرغوب غذا کو چھوڑ دیتے، کسی غذا کو مرغوب نہ ہونے کی وجہ سے نہ کھانا اور بات ہے اور اس کی برائی کرنا یہ اور بات ہے، پست سطح کے لوگ کھانے میں عیب نکالتے ہیں یہ انتہائی غیر اسلامی طریقہ ہے، وہی غذا جو آپ کو مرغوب نہیں ہے کسی کو مرغوب ہو سکتی ہے تو پھر کھانے میں عیب نکالنے کا کیا مطلب ہے۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم یکن سیرہ الحدیث کسرا کم یعنی تم لوگ جس طرح جلدی جلدی بات کرتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بات کرنے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات میں ہمیں ہر طرح کی باتیں ملتی ہیں، اور زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات حاصل نہ ہوں، ہم بات کرتے ہیں تو بات کیسے کریں، بات کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ مسلسل زبان چلتی رہے چاہے مخاطب کو بات سمجھ میں آئے چاہے نہ آئے اور اس کو بات کرنے کا موقع ملے یا نہ ملے، صرف ہم بات کرتے رہیں اس کو ہم بڑی ہوشیاری اور کامیابی سمجھتے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب دوسروں سے گفتگو کرتے تو اس کا پورا لحاظ رکھتے کہ مخاطب آپ کی بات پوری طرح سمجھ لے، آہستہ رفتار سے اور ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے، بسا اوقات ایک بات دو دو تین تین بار دہراتے تاکہ آپ کی بات سامنے والا پورے طور پر سمجھ لے، آپ اس کا بھی موقع دیتے کہ اگر مخاطب کچھ کہنا چاہتا ہے تو وہ بھی اپنی بات کہے، یہی گفتگو کا اسلامی طریقہ ہے، دوسروں کے جذبات کی رعایت ہر حال میں ضروری ہے۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا العائد فی حبتہ کالعائد فی قیثہ یعنی ہبہ کر کے اس کو واپس لینے والا ویسا ہی ہے جیسے کوئی شخص قے کر کے اس کو چلائے۔

کسی کو کسی چیز کا ہدیہ کرنا اور ہبہ کرنا رواداری اور محبت کی علامت ہے، اس سے محبت بڑھتی ہے اور آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں، اچھے لوگ ہدیہ کرنے کو احسان نہیں سمجھتے اور نہ کسی لاپچ اور دنیاوی غرض سے کسی کو ہدیہ کرتے ہیں، اگر کسی نے کسی طبع اور لاپچ یا کسی دنیاوی غرض حاصل کرنے کیلئے کسی کو کچھ لیتا دیتا ہے تو اس کا نام ہدیہ یا ہبہ نہیں رکھا جائے گا اور نہ اس پر اسے کوئی ثواب ملے گا یہ تو ایک طرح کی ثروت ہوتی، ہدیہ میں اخلاص اور صدق نیت شرط ہے۔

مجلہ علمی مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

# مصلح مرسلہ اور استصحاب

کتابوں اور مجلات کو ادھر ادھر کر رہا تھا کہ مجلہ القاسم دیوبند کا ایک شمارہ نظر آیا جس کو عالمی موتمر ابنائے قدیم دیوبند نے جاری کیا تھا، پھر وہ بند ہو گیا۔ القاسم کے اس شمارہ میں میرا ایک مضمون مطبوعہ نظر آیا۔ جس کا عنوان تھا "مصلح مرسلہ اور استصحاب"۔ مضمون نگار کو اس کی قدیم تحریر جب نظر آتی ہے تو اسے وہ دلچسپی سے پڑھتا ہے۔ میں نے بھی اس مضمون کو پڑھا تو اپنا ایک قدیم مضمون پڑھ کر بے انتہا خوشی ہوئی، یہ مضمون میری نگاہ سے اوجھل تھا۔ اب اس کو دوبارہ زمزم میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ یہ محفوظ ہو جائے اور اہل علم اس سے فائدہ اٹھائیں۔

القاسم شمارہ ۷۰ جلد ۲ جنوری ۱۹۸۲ء مطابق ربیع الاول ۱۴۰۳ھ میں یہ مضمون اس حاشیہ کے ساتھ شائع ہوا تھا۔

یہ مضمون دراصل میرے اس طویل مقالہ کا تتمہ ہے جو رسالہ دارالعلوم دیوبند میں "انام ابو حنیفہ اور قیاس" کے نام سے مسلسل چھ قسطوں میں شائع ہوتا رہا ہے اور اب کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ "مصلح مرسلہ اور استصحاب" کی بحث جو اسی موضوع سے متعلق تھی بعض حواضن کی وجہ سے رہ گئی تھی جسے اب اس رسالہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اب جب انام ابو حنیفہ اور قیاس مقالہ شائع ہوا تو اس مضمون کا اس کے

ساتھ اضافہ مناسب معلوم ہوا۔ محمد ابو بکر فازی پوری

مصلح مرسلہ کی تعریف :- اخلاف کے سوا بعض ائمہ نے خصوصاً مولک اور شوافع نے ایک نفاذ مصلح مرسلہ کا دلائل شرعیہ کے ضمن میں استعمال کیا ہے، جو دلائل اربعہ شرعیہ کے سوا ایک مستقل دلیل ہے، اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اہل شرعیہ سے حکم نہ معلوم ہونے کی شکل میں اپنی رائے سے اس حکم پر عمل کیا جائے جو مصلحت کا تقاضا ہے شوکانی ارشاد الفحول میں فرماتے ہیں :

القسم الثالث ما لم يعلم  
احتیاساً ولا الغاۃ وهو الذی  
لا یشہد لہ اصل معین من  
اصول الشریعۃ بالاعتبار وهو  
المسہی بالمصلح المرسلۃ  
تیسری قسم مناسب کی وہ ہے جس کے  
اعتبار یا عدم اعتبار کا علم نہ ہو اور جس  
کے اعتبار کرنے پر شریعت کے اصول میں  
سے کوئی اصل شہادت بھی نہ دے ہی  
کا نام مصلح مرسلہ ہے۔

اور ارشاد الفحول میں ابن برہان کے حوالہ سے اس کی تعریف یوں کی گئی ہے :  
قال ابن برہان ہی مالا  
لستند الی اصل کلی ولا جزئی  
ایضاً ۲۲۵  
ابن برہان نے کہا ہے کہ مصلح مرسلہ  
وہ دلیل ہے جو کسی اصل کلی یا جزئی کی  
طرف منسوب نہ ہو۔

ابن قدامہ حنبلی اس کا جواب دیتے ہوئے کہ اس کو ہم قیاس نہیں کہہ سکتے۔

فرماتے ہیں :

ولا نسبہ قیاساً لان القیاس  
یرجع الی اصل معین۔  
ہم اس کا نام قیاس نہیں رکھتے ہیں اس  
وجہ سے کہ قیاس تو کسی اصل معین کی طرف

راجع ہوتا ہے۔

(روضۃ الناظر ص ۱۶۱)

(اور مصلح مرسلہ میں کسی اصل کا اعتبار نہیں ہوتا)

اور استاذ عبد الوہاب خلاف علم اصول الفقہ میں فرماتے ہیں۔

المصلحة الماسلة	مصلحت مرسلہ یعنی مطلقہ اہل اصول
ای المصلحة في اصطلاح الاصوليين	کے نزدیک اس مصلحت کو کہتے ہیں جس
المصلحة التي لم يشع الشارع	کے بروئے کار لانے کا کوئی شرعی حکم نہ ہو
حكما لتحقيقها ولم يدال دليل	اور نہ اس کے اعتبار کرنے پر کوئی دلیل
شرعی علی اعتبارها۔	شرعی۔

ان عبارتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مصراع مرسلہ کے ناکامے جو چیز ہمارے سامنے لائی جاتی ہے اس کا تعلق محض اپنی رائے سے ہے، شریعت نے اس طرح کی مصلحتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے اور نہ اس کو اس نے مستقل کوئی دلیل شرعی قرار دیا، آئیے اب یہ بھی معلوم کر لیں کہ اس سلسلہ میں علماء امت کی رائے کیا ہے۔

مصراع مرسلہ کے قائلین

ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں :

فذهب مالك وبعض الشافعية	امام مالک اور بعض شوافع اس مسئلہ
الى ان هذه المصلحة حجة لان	کو حجت سمجھتے ہیں، اس لئے کہ مصلحت
ذلك من مقاصد الشارع۔	کا اعتبار مقاصد شرع میں سے ہے۔

(رد مئة الناظر ۲۴۵ ج ۱)

شوکانی یہ بیان فرماتے ہوئے کہ مصراع مرسلہ کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف

ہے۔ فرماتے ہیں :

الاول من لا تمسك بها والثاني	یعنی پہلا مسلک تو یہ ہے کہ اس سے دلیل
الجواز مطلقا وهو المحكي عن	نہیں پکڑی جاسکتی اور دوسرا مذہب
مالك۔ (۲۴۵)	یہ ہے کہ اس سے استدلال مطلقاً جائز ہے

اور یہی مسلک امام مالک کا نقل کیا جاتا ہے۔

ابن قیم اور ابن تیمیہ نے بھی اس کے جائز ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر القیاس فی الشرائع الاسلامی میں ان دونوں بزرگوں کا بڑا طویل اور زوردار کلام موجود ہے۔

### مجوزین کے دلائل

جو لوگ مصالحِ مرسلہ کے قائل ہیں وہ اس بارے میں دو بات کہتے ہیں، پہلی بات کا حاصل یہ ہے کہ انسانی مصلحتیں کسی خاص حد میں منحصر نہیں ہیں، ہر روز نئے نئے مسائل پیش آتے رہتے ہیں اور ان کا حکم معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے، دلائل شرعیہ یعنی قرآن و حدیث، اجماع اور قیاس سے سب کا حکم معلوم نہیں کیا جاسکتا، اگر ہم نے پیش آمدہ مسائل میں فیصلہ کا دار و مدار صرف انہیں دلائل پر رکھا جس کا شرع نے اعتبار کیا ہے تو بہت سی انسانی مصلحتیں معطل ہو کر رہ جائیں گی، حالانکہ ان کا تقاضا ہوتا ہے کہ حالات اور زمانہ کے اعتبار سے ان کی رعایت کی جائے اور اس کے مطابق کوئی حکم شرعی مقرر کیا جائے، نیز ان مصلحتوں کے نظر انداز کرنے میں اسلامی تشریعات کا دروازہ تنگ کرنا ہے اور گویا اس بات کا اعلان کر دینا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ بدلے ہوئے حالات کا ساتھ نہیں دے سکتی۔

(علم اصول الفقہ ص ۵۵)

اور دوسری دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی قوانین میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ سے لیکر ائمہ مجتہدین تک سب نے مصالح کا اعتبار کیا ہے اور محض مصلحتوں کی بنیاد پر احکام صادر کئے ہیں اور اس سلسلہ میں ان مصلحتوں کے اعتبار کرنے کیلئے انہوں نے کسی شاہد شرعی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

(علم اصول الفقہ ص ۵۵)

### مصالحِ مرسلہ کے منکرین

یہ ہیں یہ دلائل جو مصالحِ مرسلہ کے قائلین پیش کرتے ہیں، ان کے مقابلہ میں علماء کرام کا ایک دوسرا گروہ ہے جو مصالحِ مرسلہ کا اعتبار نہیں کرتا، اس میں سرفہرست امام ابوحنیفہ ہیں اور بعض نے جمہور کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے۔ ابن ہمام فرماتے ہیں:

والمختار ما دلاذلیل پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ یہ دلیل مردود ہے



علی الاعتبار  
اس لئے شریعت نے اس کا اعتبار نہیں  
کیا ہے۔ (تیسرے شرح تحریر مبیہ ۲۱۵)

اور صاحب روضۃ الناظر علامہ ابن قدامہ ضلی فرماتے ہیں۔  
والصحيح ان ذلك ليس صحيح بات یہ ہے کہ وہ حجت نہیں ہے  
محبۃ ۲۱۵  
اور پھر آگے چل کر یہ بتلایا ہے کہ مصلحتوں کے پیش نظر اگر آدمی کو یہ اختیار دیدیا جائے  
کہ وہ خود فیصلہ کر لیا کہ تو شریعت اسلامیہ بازیچہ اطفال بن جائے گی اور ہر شخص شارع  
کا منصب اختیار کر لے گا۔ فرماتے ہیں۔  
کان وضعاً للشرع بالناہی  
یعنی یہ شریعت سازی ہوگی اور محض  
وحکماً بالعقل المجرد۔ عقل سے فیصلہ کرنا ہوگا۔

### (ایضاً مبیہ ۲۱۶) منکرین کے دلائل

جنہوں نے مصالح مرسلہ کا انکار کیا ہے انہوں نے اپنے انکار کی بنیاد مندرجہ ذیل دلائل  
پر رکھی ہے۔

پہلی بات تو وہی ہے جس کا ابھی ذکر ہوا کہ جن دلائل کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا،  
اس پر مسائل کی بنیاد رکھنا حقیقت میں تشریع کا منصب اپنے ہاتھ میں لے لینا ہے، نیز وہ  
فرماتے ہیں کہ شریعت نے خود ساری مصلحتوں کی رعایت کر رکھی ہے اور شرعی نصوص اور شرعی  
دلائل جس کا شریعت نے اعتبار کیا ہے خود وہ اپنے عموم اور شمول کے اعتبار سے قیامت تک  
آنے والے سارے قضایا اور مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، استنباط اور قیاس کا  
دروازہ کھلا ہوا ہے اور یہ اسی لئے ہے کہ امت کسی حرج میں مبتلا نہ ہو، اور پھر یہ کہ شرعی جتنے  
بھی مصالح ہیں اس کی طرف شریعت نے خود توجہ فرمائی ہے، اس لئے اب مزید کسی کو اپنی طرف  
سے عقل درائے کی پیروی کے کوئی فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ابن ہمام اسی کا

جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

قالوا فتخلو وقائع ؟ قلنا  
نمنع الملازمة لان العمومات  
والاقيسة شاملة وبتقدير  
عدمه فنفى كل ملاك خاص  
حكمه الاباحية الاصلية فلم تخل  
عن حكم الشارع -  
( تحریر مع تیسیر ص ۲۱۵ )  
لوگوں نے کہا ہے کہ اگر مصالح کا اعتبار نہ  
ہوگا تو بہت سے مسائل صحیحہ حکم سے  
رہ جائیں گے ہم عرض کریں گے کہ ہمیں یہ لازمہ  
تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ نفوس کے عموماً  
اور قیاسات شرعیہ عام ہیں اور اگر بفرض محال  
یہ بات نہ بھی ہو جب بھی شرع نے اباحت اہلیہ  
کا اعتبار کیا ہے ( اسلئے کوئی مسئلہ شرعی حکم سے  
خالی نہیں ہوگا )

تیسری بات جو سب سے اہم ہے وہ یہ کہ مصالح کی بنیاد پر اگر حاکم وقت یا عام انسان کے  
فیصلہ کرنے کا دار و مدار رکھ دیا گیا تو ایک ہی واقعہ میں مختلف حکم ہوگا، اور ہر آدمی اپنی اپنی مصلحتوں  
کے مطابق عمل کرے گا، اور ہر شخص کو اس حکم میں اپنی ذاتی خواہش اور رجحان کا دخل ہوگا، نتیجہ  
یہ ہوگا کہ شرعی حدود و قیود کے دائرہ سے نکل کر اپنی من مانی کرتا پھرے گا، اور پھر شریعت  
اسلامیہ ایک تماشا بن کر رہ جائے گی۔ ( علم اصول الفقہ ص ۸۸ )

چوتھی بات یہ ہے کہ شریعت نے سب مصلحتوں کی رعایت خود ہی نہیں کی ہے کہ  
ہمیں بھی ہر ہر مصلحت کی رعایت کرنا واجب اور ضروری ہو، ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں :

لانما عرف من الشارع  
المحافظة على الدماء بكل طابق  
لذلك لم يشرع المثلة وان كانت  
ابليغ في الردع والتجرو ولم يشرع  
القتل في الساقة والشراب الخمر  
فاذا اثبت حكماً لمصلحة من هذه  
مصالح مرسلہ کے اعتبار نہ کرنے کی وجہ یہ  
ہے کہ خود شریعت نے ہر ہر مصلحت کا اعتبار  
نہیں کیا ہے مثلاً شارع نے خون کی حفاظت  
کے سارے طریقے اختیار نہیں کئے چنانچہ  
قاتل کے لئے اس نے شدہ کرنے کو جائز نہیں  
رکھا حالانکہ یہ قتل سے زیادہ روکنے والی

المصالح لم يعلم ان الشرع حافظ  
على تلك المصلحة باثبات ذلك  
الحكم كان وضعاً للشرع بالرأى  
وحكما بالعقل المجرد  
( مباحثہ ۱۷ )

چیز تھی چوری میں اور شراب میں اس نے  
قتل کی سزا نہ رکھی اس لئے اب کوئی اگر  
ان مصلحتوں کے پیش نظر اپنی طرف سے ان  
مصلحتوں کا اعتبار کر کے کوئی حکم ثابت کرے گا  
دراختالیکہ وہ جانتا ہے کہ شریعت نے ان مصلحتوں  
کی پابندی نہیں کی ہے وہ محض رائے اور عقل سے  
شریعت سازی کے جرم کا مرتکب ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ معتبر علماء کا اتفاق ہے کہ مقادیر کے  
باب میں قیاس جاری نہ ہوگا اور یہ کہ قیاس کا حکم یہ ہے کہ اصل کا حکم فرع تک کسی علت مشترکہ کی  
وجہ سے متعدی ہو نہ کہ کسی مصلحت کو علت قرار دیدیا جائے یا کسی چیز کو رکن اور شرط قرار  
دیدیا جائے نیز اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ مصلحت کے وجود کی وجہ سے قیاس جائز نہ ہوگا  
بلکہ قیاس کیلئے کوئی قابل اعتبار علت ہونی چاہئے جس پر حکم کا مدار ہو، فرض کر دو کہ کسی مقیم کو  
کوئی حرج درپیش ہے تو تم اس کو بھی قصر صلوٰۃ کا حکم دیدو اس وجہ سے کہ قصر صلوٰۃ کی مصلحت  
تمہارے نزدیک حرج کا پایا جانہے تو یہ قیاس نہ ہوگا اسلئے کہ دفع حرج رخصت اور افطار  
کی مصلحت ہے افطار اور قصر صلوٰۃ کی علت تو سفر ہے اور علت پر حکم کا مدار ہوتا ہے نہ کہ  
مصلحت پر۔

اسی طرح اگر ریشم کے حرام ہونے کی مصلحت کوئی یہ سمجھے کہ اس سے فقر اور کادل  
ٹوٹتا ہے اور چونکہ گھریں پہننے میں یہ بات ہیں پائی جاتی اس لئے یہ سمجھ کر کہ حرمت کی مصلحت  
مفقود ہے اور گھریں اس کا استعمال کرے تو یہ جائز نہ ہوگا اس لئے کہ ریشم سے جو منع کیا  
گیلے اس نہی کی بنیاد کسی مصلحت پر نہیں ہے بلکہ نفس حریر ہی حرام ہے اب آدمی چاہے تو  
اس کی مصلحت بھی تلاش کرے یہ بات الگ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ نماز کی حکمت اقامت ذکر ہے اور یہ مصلحت چونکہ دوسرے

اذکار میں مشغول ہونے سے حاصل ہو رہی ہے اس لئے اگر نماز چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور تارکِ صلوٰۃ گنہگار نہیں ہوگا تو اس کا یہ سمجھنا غلط ہوگا اس لئے کہ اقامتِ صلوٰۃ یہی مقصود بالذات ہے نہ کہ اس کی وجہ کوئی مصلحت ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۳)

حاصل کلام یہ ہوا کہ مصلحتوں کے اوپر شرع احکام کی بنیاد نہیں ہے بلکہ ان کی بنیاد علتوں پر ہے اگرچہ ان علتوں کے ضمن میں مصالح کا بھی اعتبار کیا گیا ہے اس سے ہیں انکار نہیں بلکہ میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ جو مصالح مرسلہ کے منکرین ہیں وہ مطلقاً مصالح کا انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ انہوں نے بھی بعض جگہ پر مصلحتوں کا اعتبار کیا ہے، یہاں ہماری گفتگو مصالح مرسلہ یعنی مطلقہ میں ہے کہ آیا اسے شرعی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے کہ نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اسے شرعی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا ورنہ اس سے قول بالرای کا دروازہ کھل جائے گا اور امت ایک عظیم فتنہ میں مبتلا ہو جائے گی بلکہ بسا اوقات احکام شرعیہ منصوصہ میں بھی تصرف کرنے کی انسان میں جرأت پیدا ہو جائے گی اور یہ صرف اندیشہ کا اظہار ہی نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے، چنانچہ یحییٰ بن یحییٰ لیبی نقیہ اندلس اور مالکیہ کے مشہور عالم کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اندلس کے ایک بادشاہ کو جس نے عیداً رمضان میں افطار کر لیا تھا، یہ فتویٰ دیا کہ اس سے دو ماہ کا روزہ رکھنا ہے اور اس سے کفارہ کو ساقط کر دیا اور مصلحت یہ بیان کی کہ ان بادشاہوں کو کفارہ دینا آسان ہے اور ایک غلام کا آزاد کر دینا ان کیلئے مشکل نہیں اس لئے ان کیلئے یہی مصلحت ہے کہ یہ دو ماہ مسلسل روزہ رکھیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مصلحت اپنی جگہ ناقابلِ انکار ہے لیکن فقیہ اندلس کا یہ فتویٰ صریح نفسِ قطعی کے خلاف ہے اس لئے کہ کتاب و سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ رمضان میں جو عیداً روزہ توڑتا ہے پہلے وہ غلام آزاد کرے روزہ رکھنے کا حکم بعد کا ہے اور اس وقت جب کہ اس کو اعتقادِ رقبہ پر قدرت نہ ہو، اور اس حکم میں شاہ و گدا کی کوئی تفریق نہیں ہے، آپ خود غور فرمائیں کہ اس مصلحت پر عمل کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا نکلا کہ ایک نفس شرعی قرآنی کی صریح مخالفت کا ارتکاب کیا گیا، مصالح مرسلہ کا انکار اسی لئے کیا جاتا ہے کہ اس طرح کے اور بھی دروازے کھلیں گے جن کا بند کرنا دشوار ہوگا، اور اس سے بھی دلچسپ مگر قابلِ عبرت

واقعہ ابن قیم کا ہے، ایک طرف تو ابن قیم قیاس اور رائے کے شدید مخالف ہیں لیکن یہی جب مصلحتوں کے اعتبار کرنے پر آگئے تو ربوہ جیسی حرام چیز کو بھی جائز قرار دیدیا، چنانچہ اس بارے میں جو کچھ انھوں نے کہا ہے اسے میں القیاس فی الشرائع الاسلامی سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے انھوں نے ربوہ النسیہ اور ربوہ الفضل میں سے پہلے کی تحریم کو اصل اور حقیقی قرار دیا ہے اور دوسرے کی تحریم کو اصل نہیں بلکہ سد ذرائع میں سے تسلیم کیا ہے، یعنی ربوہ الفضل اس وجہ سے حرام ہے کہ وہ ربوہ النسیہ جو ربوہ حقیقی اور اصل ہے اس کا ذریعہ بنتا ہے اور جو چیز کسی حرام کا ذریعہ بنے وہ حرام ہوا کرتی ہے اس وجہ سے ربوہ الفضل حرام ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

لا تبيعوا الدارهم بالدارهمین یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم ایک دہم کے عوض فانی اخاف علیکم الرماء والرفاء دو دہم فروخت نہ کرو اس وجہ سے کہ مجھے ربوہ کا اندیشہ ہے یعنی فی نفسہ ایک دہم کا تبادلہ دو دہم سے ممنوع نہیں بلکہ اس وجہ سے ممنوع ہے کہ وہ ربوہ کا ذریعہ بنتا ہے۔

(القیاس فی الشرائع الاسلامی ص ۲۳)

پھر بحث کرتے ہوئے یہ بتلایا ہے کہ ربوہ الفضل میں سے بعض وہ چیز ہیں جس کو شریعت نے باوجود اس کے کہ اس میں ربوہ کا معنی پایا جاتا ہے جائز قرار دیا ہے جیسے عریا اور اسی قسم سے سوندی اور چاندی کے وہ سامان بھی ہیں جن کا استعمال شرعاً جائز ہے مثلاً عورت کے زیورات اور چاندی کی انگوٹھی وغیرہ۔ فرماتے ہیں کہ ان مباح اور جائز سونے اور چاندی کے سامانوں کا تفاعل کے ساتھ تبادلہ ہو تو جائز ہے اور دلیل یہ ہے کہ اب یہ سونا اور چاندی سامان کی شکل اُجالنے کے بعد اثمان کی جنس سے باقی ہی نہ رہے بلکہ ان کا حکم کپڑے اور دوسرے سامانوں کا ہو گیا، اس لئے جس طرح کپڑے اور عام سامانوں کے تبادلہ میں تساوی کی شرط نہیں ہے اسی طرح ان سونے اور چاندی کے سامانوں میں تساوی کی شرط نہ ہوگی اور یہ ان کی تفاعلاً جائز ہوگی۔

ان المحلیۃ المباحۃ صارت  
یعنی مباح زیورات جو مباح صنعت سے  
بالصنعة المباحۃ من جنس الثیاب  
تیار ہوں وہ کپڑے اور سامانوں کی جنس سے  
والسلع لا من جنس الاثمان۔  
ہیں وہ اثمان کی جنس سے نہیں ہیں۔

اور پھر صاف صاف کہہ دیا فلا یجری الربو بینہا اس لئے اس میں ربو کا تحقق  
نہیں ہوگا۔ اور چونکہ بہت سی چیزیں مصلحتاً حرام ہو کرتی ہیں اس وجہ سے اگر کبھی مصلحت کا  
تعلق ہو تو وہ جائز بھی ہو جائیں گی۔ فرماتے ہیں۔

وما حرم سداً للذریعة  
یعنی جو چیز سد ذریعہ کے طور پر حرام ہوتی  
ایح للمصلحتہ الراجحة  
ہے کبھی مصلحت راجحہ کی وجہ سے جائز ہو جایا  
کرتی ہے۔ (ص ۲۱۱)

جیسے ریشم کو اس کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ریشم کے استعمال میں تشبہ بالنساء ہے اس  
وجہ سے یہ حرام ہے، لیکن کبھی حاجت اور مصلحت کی بنا پر اس کو جائز بھی کہہ دیا جاتا ہے، اسی طرح  
جائز زیورات میں بھی یہ بات ہونی چاہئے کہ مقدار کے تقاضا کے ساتھ بیجا اور خرید اجا کے سلسلے  
لان الحاجة تدعو الی ذلک  
کبھی اس کی حاجت ہو کرتی ہے اور تقاضا  
ومحرمات التقاض انما کان سداً  
کی حرمت تو محض سد ذریعہ کے طور پر تھی۔  
للذریعة۔

اور فرماتے ہیں کہ :

فهذا محل القیاس ومقتضى  
ہی اصل قیاس ہے اور شرعی اصول اسی  
اصول الشراع ولا تتم مصلحتہ  
کا مقتضی ہے اور لوگوں کی مصلحت اسی طرح  
الناس الالباء (ص ۲۱۲)  
پوری ہوگی۔

آپ اس پوری بحث کو پڑھ جائیے اور دیکھئے کہ کس طرح محض اپنی رائے سے مصلحت کی  
خاطر ایک ایسی چیز کو جائز کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے جواز کی شریعت میں قطعاً گنجائش  
نہیں ہے اور اس طرح سنت ثابتہ اور حدیث صحیح کے خلاف محض اپنی رائے سے ایک غلط

بات کو صحیح بات قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، ایک طرف آنحضرتؐ کی یہ حدیث ہے۔  
 المخطئة بالمخطئة والشعير  
 یعنی گندم، جو، کھجور، نمک، سونا اور  
 بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح  
 چاندی کا آپس میں تبادلہ بغیر کسی کمی بیشی  
 والذهب بالذهب والفضة  
 برابر اور ہاتھوں ہاتھ ہوگا اور زیادتی  
 بالفضة مثلاً بمثل يداً بيداً  
 کے ساتھ بیع و شرا، سود قرار پائے گی۔  
 والفصل رلوا۔

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ سونے اور چاندی کو تفاضل کے ساتھ بیچنے کی ممانعت کی  
 جا رہی ہے اور اسے ناجائز قرار دیا جا رہا ہے، اور دوسری طرف ابن قیم فرماتے ہیں کہ زیورات  
 کی شکل میں آجانے کے بعد ثمنیت سے خارج ہو جاتے ہیں اور ان کی جنس بدل جاتی ہے اس وجہ  
 سے اب کمی بیشی کے ساتھ ان کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ خرید و فروخت مباح  
 ہے، کیا یہ تحلیل ما حرم اللہ کا ارتکاب نہیں ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا سونے اور چاندی  
 کا ڈلا زیورات کی شکل میں ڈھل جانے کے بعد وہ سونا اور چاندی نہ رہا، کیا پانی اسی وقت  
 تک پانی ہے جب تک کنویں اور دریا میں رہے۔ پیالہ کی شکل اختیار کر لینے کی وجہ سے وہ  
 پانی نہ رہا؟ تعجب ہے کہ ابن قیم جیسا انسان جو رائے اور قیاس کا شدید مخالف ہے معنی  
 اپنی رائے اور وہی مصلحت کی خاطر رہا جیسے نازک مسئلہ میں اس قدر دیر کیسے ہو گیا، ایک  
 چیز جس کی حرمت ابدی ہے اور جس کی حرمت پر قرآن و حدیث ناطق ہیں اس کے جائز کرنے  
 کی آخریہ کوشش کیوں کی جا رہی ہے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ ایک طرف ابن قیم اور ان کے استاذ ابن تیمیہ حیل شرعیہ کے  
 شدید مخالف ہیں۔ خود ابن قیم فرماتے ہیں :

والحیل باطلۃ فی الشراع  
 یعنی شریعت میں حیلے باطل ہیں۔

(ص ۲۱۱)

دوسری طرف کیا انھوں نے خود اس مسئلہ میں حیلوں کا دروازہ نہیں کھول دیا اور کیا

اب یہ نہیں ہوگا کہ جسے سونا یا چاندی توافل کے ساتھ بیچنا ہوگا وہ زیورات کی شکل میں  
 کر کے فروخت کرے گا، آخر آپ اسے اب روکنے کا کیا طریقہ اختیار کریں گے، کیا اس  
 سے ربلو کا موازنہ نہیں کھلے گا اور حرام کا ارتکاب اس جیلہ کی شکل میں نہ ہوگا۔

یہ ہے اپنی رائے سے معلومت کے نافذ کرنے اور اس پر حکم شرعی نافذ کرنے کا کرشمہ۔  
 میں ابن قیم کی اس پوری بات پر تبصرہ کرنا نہیں چاہتا، اس وقت یہ میرا موضوع نہیں ہے  
 البتہ یہاں اتنا ضرور اشارہ کر دینا چاہتا ہوں کہ سونے اور چاندی کی بیع میں توافل کی حرمت  
 اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں فلاں معلومت ہے بلکہ فی نفسہ سونا اور چاندی اس حرمت  
 توافل کی موجب ہے اس لئے جہاں جس شکل میں پائے جائیں گے ان کی بیع توافل کے ساتھ  
 حرام ہوگی۔ ایک دفعہ پھر آپ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو دیکھ جائیے اور  
 اس کی روشنی میں اس مسئلہ کو سمجھئے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اگر احکام کی بنیاد مصباح ہی پر ہوتی تو پھر رسول کی بعثت کی  
 حاجت نہ ہوتی اور لوگ براہمنہ بن کر رہ جاتے اس لئے کہ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ہمیں رسول  
 کی حاجت نہیں، احکام کی معرفت اور تادیب اخلاق کے لئے ہماری عقل کافی ہے وہ جسے  
 اچھا کہے اچھا ہے اور جسے بُرا کہے وہ شئی بُری ہے اور اگر کسی کی اچھائی اور بُرائی  
 کا فیصلہ عقل نہ کر سکے تو حسب حاجت و معلومت ضروری چیز کو لے لیا جائے اور غیر ضروری سے  
 صرف نظر کیا جائے۔

بہر حال ان خرابیوں اور مضرتوں کے پیش نظر علماء نے مصباح کا انکار کیا ہے، اب  
 آئیے بیک نظر قائلین مصباحِ مرسلہ کی دونوں دلیلوں کا جائزہ بھی لیتے چلیں جس کو انھوں نے  
 اپنے مسلک کے جواز میں پیش کیا ہے۔

مصباحِ مرسلہ کے قائلین کے  
 دلائل بہر ایک نظر

پہلی دلیل جس کا حاصل یہ تھا کہ اگر معلومتوں کا اعتبار نہ کیا گیا تو شریعت کا دائرہ تنگ



ہو جائے گا۔ اس کا جواب گذر چکا ہے کہ اصول ثلثہ اور قیاس سے ہر مسئلہ حاصل معلوم کیا جاسکتا ہے، نیز اباحت شرعیہ کا حکم شرعی موجود ہے، اس وجہ سے شریعت کے دائرہ کی تنگی کا سوال ہی نہیں دوسری بات یہ ہے کہ ہم صرف مصالحِ مرسلہ کے منکر ہیں وہ مصلحتیں جن کا شریعت نے کسی درجہ میں اعتبار کیا ہے اس سے ہمیں انکار نہیں، چنانچہ ارشاد الغول میں شوکانی لکھتے ہیں۔

قال امام الحرمين ذهب الشافعي ومعظم اصحاب ابی حنیفۃ الی تعلیق الاحکام بالمصالح المراسلۃ بشرط الملائمة للمصالح المعتبرۃ المشہود لها بالاصول ۲۲۵

یعنی امام حریمین کا قول ہے کہ حضرت امام شافعی اور امام ابو حنیفہؒ کے بیشتر اصحاب کا مسلک ہے کہ مصالحِ مرسلہ پر احکام کا مدار ہو سکتا ہے بشرطیکہ ان مصلحتوں کے موافق ہو جن کا اعتبار کیا گیا ہے اور جس کے اعتبار کی شہادت اصولِ شرعیہ میں موجود ہے۔

خود ابن ہمام نے تحریر میں تصریح کی ہے کہ

المناسب ان کان معتبر النفس او اجماع فالموثر

یعنی مصلحتِ مرسلہ (جس کی مناسبت ثابت ہو) کا نفس اور اجماع سے اعتبار ثابت ہو تو وہ دلیل موثر ہے۔

قائلین مصالحِ مرسلہ کی دوسری دلیل یہ تھی کہ صحابہ اور تابعین سے اس کا ثبوت ہے مثلاً حضرت ابو بکرؓ کا مصلحت کی خاطر قرآن کی تدوین کرنا، حضرت عمرؓ کا عام مجاہدیت میں حدود کا موقوف کر دینا وغیرہ۔ تو اس سلسلہ میں دو گزارشیں ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کا معاملہ عام امتیوں سے جدا ہے ان کو کتاب و سنت نے معیار بتلایا ہے اور ان کی اتباع و پیروی کا ہمیں حکم دیا ہے اور قرآن خود ناطق ہے کہ ان کی اتباع موجب رہنمائے الہی اور دخول جنت کا ذریعہ ہے، اس لئے صحابہ کو ایک طرح کا حق تشریع حاصل ہے، اس لئے ان کا عمل ہمارے لئے اس حیثیت سے قابلِ تقلید ہے کہ وہ صحابہ کا عمل ہے خواہ اس کی بنیاد کسی حکمت پر ہو یا نہ ہو، اور وہ حکمت ہمیں معلوم ہو کہ نہ ہو جس طرح کتاب و سنت کی اقتدار محض اس وجہ سے ہمیں کرنی ہے کہ یہ خدا اور رسول کا حکم ہے، مصالح کی بنیاد

ہمیں اقتدا نہیں کرنی تھی کہ جب جب مصلحتیں اور حکمتیں ہمیں معلوم ہوں اقتدار واجب اور ضروری ہو ورنہ نہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام کا بھی معاملہ ہے ان کو شریعت اسلامیہ میں ایک درجہ میں تشریع کا حق حاصل تھا اور یہی وجہ ہے کہ رسول کے بعد انسانوں میں صرف صحابہ کرام ہی کا عمل حجت ہے اور کسی کا نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں :

پس کمال قضاے مستغنیہ مسئلہ  
یعنی اگر خلفائے راشدین کا فیصلہ اور  
یا فتویٰ ایساں درعادتہ ظاہر شود آں دلیل  
فتویٰ کسی مسئلہ میں ظاہر ہے تو وہ  
شرعی باشد کہ مجتہد بہ آں تمسک نماید  
دلیل شرعی ہے مجتہد اسے دلیل بناتا  
(ازالۃ الخفاء ۱۹)

ہے۔

آنحضور کا ارشاد ہے :

اصحابی کالنجوم فبایہم  
میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی  
اقتدایتم اہتدایتم -  
پیروی کرو گے راہ یاب ہو گے۔  
عرض یہ کرنا ہے کہ صحابہ کے اوپر ہر شخص کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ صحابی اور  
غیر صحابی دونوں کو ایک ترازو میں تو لا جائے۔ پھر یہ کہ حضرت ابو بکرؓ کا فیصلہ اور قرآن کی تدوین  
کی کوشش یہ محض رائے کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ ان کے پیش نظر خلافت قرآن کا مسئلہ تھا اور قرآن  
کی آیت پیش نظر تھی۔

انا منحن نزلنا الذکرا وانا لالما لفظون اور بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جو مسئلہ  
شریعت میں معتبر ہو اس کے جوازیں کسی کو اختلاف نہیں ہے، نیز یہ کہ گذشتہ بیان سے آپ  
کو معلوم ہو چکا ہے کہ مصابح مرسلہ سے انکار کی اصل وجہ صرف یہ ہے کہ اس سے قول بالزلزلے اور  
عمل بالتشہی کا رد و اذہ کھلتا ہے اور صحابہ کی ذوات گرامی اس مسئلہ سے بہت دور ہے ان کے  
بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ان کا کوئی عمل محض رائے اور خواہش نفس کی بنیاد پر صادر  
ہو ہے اسلئے صحابہ کرام کے اس طرز عمل کو اپنے لئے حجت بنا کر صحابہ کرام ہی کو لا حجت کوئی دوسرا مال  
کرنے کی کوشش کرے تو اسے رد کر دیا جائے گا اسلئے کہ کسی دوسرے کے بارے میں ہم نہیں کہہ سکتے

۲۲  
کہ وہ قول بالرائے اور اتباع ہوئی سے بچ سکے گا۔

بہر حال معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو اندھے شریعہ اختیار ہے اور خصوصاً خلفائے راشدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رائے سے بھی کوئی فیصلہ کر سکیں۔ اس لئے اب یہ ضرورت نہیں رہی کہ میں یہ بھی بتلاؤں کہ حضرت عمرؓ نے عام مجاعت میں حد کیوں موقوف کر دی تھی اس کا صاف جواب یہ ہے کہ اس کا انھیں حق حاصل تھا مگر میں یہاں مضامین کے قائلین کو بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کے اس عمل کو اپنی تائید میں پیش کرنا بڑی بھول ہے اس وجہ سے کہ اولاً تو آپ کا قاعدہ ہے کہ:  
ان لا يعادون الشرايع لهداه  
المسئلة حكماً او مبداً ثابت  
اس مصلحت کی وجہ سے جو قانون وضع کیا جائے  
وہ کسی ایسے حکم اور اصل کے معارض نہ ہو  
بالنص او الاجماع۔  
جس کا ثبوت نص اور اجماع سے ہے۔

اور یہاں حضرت عمرؓ کا یہ عمل صرف نص قرآنی کے مخالف ہے آخر اس کی آپ کیا توجیہ کریں گے، اس لئے صاف بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس بارے میں استحسان پر عمل کیا تھا اور اس کی توضیح یہ ہے کہ قحط عام میں کبھی آدمی مضطر ہو جاتا ہے اور حالت اضطرار میں حرام کھانے کی اجازت ہے فَمَنْ اضْطُرَّ خَيْرٌ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (سورہ بقرہ)  
اس لئے اس بات سے شبہ پیدا ہو گیا کہ عام مجاعت میں چوری کرنے والے نے ہو سکتا ہے کہ حالت اضطرار میں چوری کا گناہ کیا ہو، جو معاف ہے، اور شرعی اصول ہے کہ شبہات سے حدود دوہرا ہو جاتے ہیں۔ ادرءوا الحداد بالشبهات۔ ہمارے نزدیک یہی وہ بات تھی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے حد جاری نہیں کی۔

### استصحاب حال کے قائلین اور اس کی تعریف

اب تک آپ نے یہ معلوم کیا کہ مصاحح مرسلہ کے نام سے جو دلیل پیش کی جاتی ہے اس کا معقین علماء نے انکار کر دیا ہے اور ان کے انکار کی وجہ بھی آپ کے سامنے آچکی ہے، اب آئیے استصحاب حال کا بھی حال معلوم کر لیں جو مصاحح مرسلہ ہی کی طرح ایک غیر شرعی دلیل ہے، جس کا شریعت نے کوئی اعتبار نہیں کیا ہے کہ استصحاب حال کی تعریف کی گئی ہے۔

معنا لا ان ما ثبت في زمان  
الماضي فالاصل بقائه في الزمان  
المستقبل۔ (ارشاد الفحول ص ۲۲)  
یعنی استصحابِ حال کا مطلب یہ ہے کہ جو  
حکم زمانہ ماضی میں ثابت ہو وہ حکم زمانہ مستقبل  
میں بھی باقی رہے۔

اور امام سرخسی فرماتے ہیں:  
وهو التمسك بالحكم الذي  
كان ثابت الى ان يكون الدليل  
المزيل۔ (اصول سرخسی ص ۲۲)  
استصحابِ حال نام ہے اس حکم سے دلیل  
پکڑنے کا جو پہلے ثابت رہا ہو تا آن کہ اس  
کے خلاف کوئی دلیل قائم ہو جائے۔

### استصحابِ حال کے قائلین

استصحابِ حال سے جو لوگ استدلال کرتے ہیں ان میں حنابلہ، مالکیہ اور شافعیہ کی ایک  
بڑی جماعت اور ظاہریہ ہیں۔ ارشاد الفحول میں شوکانی لکھتے ہیں۔

انما حجتنا وبنا قائل الحنابلة  
والمالكية واكثر الشافعية والظاهرية  
سواء كان في النسخ لولا اثبات۔  
یعنی استصحابِ حال یہ حجت ہے اور  
اسی کے قائل حنابلہ، مالکیہ اور اکثر شافعیہ اور  
ظاہریہ ہیں نفیاً و اثباتاً دونوں شکل میں اس  
سے استدلال جائز ہے۔ (ص ۲۲)

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ان حضرات کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ چونکہ یہ کوئی دلیل شرعی نہیں ہے  
اس وجہ سے اس پر فتویٰ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا، لہذا کہ دلائل شرعیہ سے مسئلہ کا حکم معلوم نہ ہو سکے  
ارشاد الفحول میں ہے۔

نحو از می نے کافی میں لکھا ہے کہ یہ دلیل فتویٰ کا آخری مدار ہے، مفتی سے  
جب کسی مسئلہ کے بارے میں سوال ہوگا تو پہلے کتاب و سنت اجماع اور قیاس  
سے حکم معلوم کریگا اگر ان سے مسئلہ کا حکم معلوم نہ ہو سکا تو آخری وجہ میں وہ استصحاب  
حال سے حکم حاصل کرے گا، نفیاً و اثباتاً دونوں طرح، پس اگر تردد حکم کے نفاذ  
میں ہو تو اس کے بقا کا حکم ہوگا اور اگر تردد اس حکم کے ثبوت میں ہو تو اصل عدم ثبوت ہوگا،

اور امام اسحاق شیرازی شافعیہ کے امام فرماتے ہیں :

وذلك طريق يفرع اليها      يعني استصحاب حال کے اعتبار کرنے پر معتبر  
المجتهد عند عدم أدلتها الشارع      اس وقت مجبور ہوتا ہے جب ادلہ شرعیہ میں  
(کتاب اللع ۸۲)      اسے حکم نہ مل سکے۔

معلوم ہوا کہ استصحاب حال ادلہ شرعیہ معتبرہ سے الگ ایک دلیل ہے جس کا لوگوں نے ضرورتاً اعتبار کر لیا ہے اور چونکہ پہلے مصالح مرسد کی بحث میں یہ بات تفصیل سے معلوم ہو چکی ہے کہ اس دلیل غیر شرعی کے اعتبار کی وجہ یہ حضرات بیان کرتے ہیں وہ ہیں تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک یہ کہنا بالکل صحیح نہیں ہے کہ ادلہ شرعیہ اربعہ قضایائے متحدہ کے بارے میں فیصلہ کرنے سے کسی بھی زمانے میں قاصر ہے، اس لئے محض اس عذر کی بنا پر کسی غیر شرعی دلیل کا اعتبار کر لینا اور اسکو مدار حکم بنانا ہمارے نزدیک قطعاً جائز نہیں ورنہ یہاں بھی وہی خرابی لازم آئے گی جو مصالح مرسد کی بحث میں تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے یعنی اسوار اور غواہشات کا دروازہ کھلتا رہے گا اور لوگ استصحاب حال کی آڑ میں جائز اور ناجائز کی حدود سے تجاوز کرتے رہیں گے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اس کو مسائل شرعیہ کیلئے رجحان تسلیم نہیں کیا ہے۔ چنانچہ امام سرخسی فرماتے ہیں :

والنوع الرابع استصحاب      یعنی چوتھی قسم استصحاب حال ہے جس سے  
الحال لا ثبات الحكم ابتداءً وهذا      کسی حکم کو ابتداءً ثابت کیا جاتا ہے، اس کا  
خطأ محض وهو ضلال محض ممن      اگر کوئی آدمی قصداً و عمدہ استعمال کرتا ہے  
يتعمداً -      تو وہ بڑی غلطی کرتا ہے۔

ابن قیم نے بھی اس طرح کی بات کہی ہے یعنی وہ بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں :

فرماتے :

وبالجملة فالاستصحاب      یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ استصحاب حال سے  
لا يجوز استدلال به الا اذا      استدلال اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جبکہ اس بات  
اعتقلا انتفاء النقل - (اعلام الموقعين ۲۲)      کا یقین ہو کہ تبدیل حکم کی دلیل مفقود ہے۔

اخاف بھی مطلقاً اس کے عدم جواز کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس سے کسی حکم جدید کو ثابت نہیں کیا جاسکتا البتہ حکم ثابت کے خلاف کوئی حکم لگانے کی شکل میں اس کے دفع کے لئے اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے، مندرجہ ذیل مثال سے اس بات کو سمجھئے۔

فرض کیجئے کہ ایک آدمی گم ہے، پتہ نہیں چلتا کہ زندہ ہے یا مرگیا، اور یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ ہے کہاں تو حنفیہ کہتے ہیں کہ استصحاب حال کی وجہ سے اسے زندہ شمار کیا جائے گا اور جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ مرچکا ہے اس کی موت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ اب اگر کوئی اگر یہ دعویٰ کرے کہ وہ مرچکا ہوگا اس وجہ سے اس کی وراثت تقسیم کی جائے اور اس کی بیوی کو اجازت ہو کہ وہ دوسری شادی کرے اور اس کا عقد اجازہ فسخ کیا جائے تو یہ باتیں اس وقت تک قابل تسلیم نہ ہوں گی جب تک اس کی موت پر کوئی قطعی شہادت نہ پیش کی جائے ورنہ مدعی موت کا دعویٰ مردود ہوگا اور اس کے زندہ ہی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن اس استصحاب حال کی وجہ سے کوئی جدید حکم کا اثبات ممنوع ہوگا۔ مثلاً یہ سمجھ کر کہ چونکہ وہ زندہ ہے اور اس کی موت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اس وجہ سے کسی کی وفات پر جس سے اس کا رشتہ ہو اس کی وراثت میں سے اس کا بھی حصہ لگایا جائے، یہ صحیح نہ ہوگا۔ اس وجہ سے کہ اس کی حیات محض اعتباری ہے اور کسی حکم کا اعتبار حقائق پر ہوا کرتا ہے نہ کہ اعتبارات اور مفروضات پر۔

یہ ہے وہ بنیادی فرق جو استصحاب حال کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے ائمہ کے مابین ہے، اور اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کی دقت نگاہ کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ امام صاحب نے کس طرح شرعی مقاصد کی رعایت کی ہے اور شریعت کی حفاظت کے سلسلے میں ان کی نگاہ کتنی دہریس تھی، ورنہ محض ظن اور تخمین پر احکام کے انکار اور اثبات کا دروازہ کھول دیا جاتا تو نہ معلوم شریعت کی ہیئت کیا ہوتی۔

نور الدین نور اللہ الاعظمی

مفتاح  
قسط ۱۰

مردوں کی روحوں کی آپس میں تعارف بات چیت

اور ملنا جُلنا ہوتا ہے

حافظ ابن قیم کی کتاب الروح کی ایک فصل کی تلخیص و ترجمانی

سوال :- روحوں کی آپس میں ملاقات ایک دوسرے کی زیارت اور بات چیت ہوتی ہے یا نہیں ؟

جواب :- بڑا ہتم نشان سوال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ روحوں کی دو قسم ہے۔ ایک قسم ان روحوں کی ہے جو مبتلائے عذاب ہیں، اور ایک قسم کی وہ روحوں ہیں جو نعمتیں اور راحتوں میں ہوتی ہیں۔

جو روحوں عذاب میں گرفتار ہیں تو وہ عذاب ہی میں رہتی ہیں، ان کو ایک دوسرے

کی زیارت اور ملاقات کا موقع حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اور وہ روحوں جو نعمتوں میں ہوتی ہیں اور جنہیں کہیں آنے جانے سے محبوس کر کے روکا نہیں گیا ہے، ان کی آپس میں ملاقات اور بات چیت ہوتی ہے، اور ہر روح اپنے جیسے عمل کرنے والی روح کے ساتھ ہوتی ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک رفیقِ علیٰ میں ہے۔

خدا کا ارشاد ہے :

”اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے

ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کا انعام ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور

صالحین کے ساتھ ہوں گے، اور ان لوگوں کی رفاقت بہترین رفاقت ہوگی۔

اور یہ معیت دنیا میں بھی ثابت ہے اور برزخ میں بھی اور دارالکبراء میں بھی اور آدمی ان تینوں جگہوں میں ان کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرے گا۔  
حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم آپ کی محبت سے اس دنیا میں ہٹ کر رہیں گے اس لئے کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو آپ کا متاعا بلند ہوگا، ہم آپ کو دیکھ نہیں سکیں گے، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَالشَّاهِدِينَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسَنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا۔ (۱)

اور اللہ کا لڑنا ہے۔ یا ایہا النفس المطمئنت ارجعی الی ربک راضیہ مرضیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔  
اے نفس مطمئنہ تو لوٹ جا اپنے رب کی طرف خوش خوش پس داخل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا جنت میں۔

فادخلی فی عبادی کا مطلب ہے کہ تو میرے بندوں کے ساتھ ہو جا، یہ روح سے موت کے وقت کہا جاتا ہے۔

اور معراج کے قصہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سے ملاقات کی اور آپس میں ان انبیاء علیہم السلام کی بات چیت ہوئی، ان انبیاء علیہم السلام نے قیامت کے بارے میں گفتگو کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا علم نہیں تھا، پھر حضرت موسیٰ سے پوچھا گیا تو ان کو بھی اس کا علم نہیں تھا پھر حضرت عیسیٰ سے



اس کے بارے میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی کچھ نشانیاں بتلائی ہیں، حضرت عیسیٰ نے دجال کے نکلنے کا ذکر کیا اور کہا کہ مجھے اس وقت زمین پر اتارا جائے گا اور میں اسے قتل کروں گا الیٰ آخرا حدیث، اس حدیث کو حاکم، بیہقی وغیرہ محدثین نے ذکر کیا ہے۔

یہ حدیث اس بارے میں نفس اور صریح ہے کہ روحیں آپس میں بات چیت کرتی ہیں اور اللہ جل شانہ کا شہدار کے بارے میں ارشاد ہے۔  
یہ لوگ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں، اللہ کے یہاں سے روزی پاتے ہیں اور دنیا میں رہنے والے اہل ایمان کے حالات سے خوشی حاصل کرتے ہیں اور اللہ نے ان پر جو انعام اور مہربانی فرمائی ہے اس سے وہ خوش ہوتے ہیں۔

اس ارشاد بانی میں روحوں کی آپس میں ملاقات تین طرح سے ثابت ہوتی ہے  
اول، جب آیت سے پتہ چلا کہ شہدار زندہ ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔

دوم۔ یہ شہدار بعد میں آنے والے مسلمانوں کو دیکھ کر اور ان سے مل کر خوش ہوتے ہیں۔  
سوم۔ قرآن میں یسبتشرون کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب عربی زبان میں ایک دوسرے کو خوشخبری دینا ہوتا ہے جیسے یسبشرون کا یہی معنی ہوتا ہے۔  
اور روحوں کی ملاقات کے بارے میں تو اترے خواب ذکر کئے گئے ہیں۔

(۱) صالح بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سلمیٰ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا اللہ آپ پر رحم کرے، دنیا میں آپ بہت غمگین اور ملول رہا کرتے تھے، تو انہوں نے فرمایا، اس کا بدلہ مجھے اللہ نے یہ دیا کہ اب میں ہمیشہ خوش اور مسرور رہتا ہوں، پھر میں نے ان سے معلوم کیا کہ جنت میں آپ کا درجہ کون ہے، تو بتلایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، یعنی انبیاء، شہدار، صدیقین اور صالحین کے ساتھ ہوں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، تو انہوں نے بتلایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے لقاء حاصل ہوئی ہے۔

(۳) صخر بن راشد فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا، میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ پر موت طاری نہیں ہو چکی ہے؟ تو انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ تو عرض کیا کہ اللہ نے میری ساری گناہیں بخش دی ہیں، پھر میں نے پوچھا، اور حضرت سفیان ثوری کا کیا حال ہے، تو انہوں نے کہا واہ واہ ان کا کیا کہنا وہ تو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی صحبت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

حافظ ابن ابی الدنیا یقظہ بنت ارشد کی حدیث میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مروان محلی نامی ایک شخص میرا پڑوسی تھا، اور وہ بہت عبادت گزار قاضی تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو مجھے بڑا رنج پھر میں نے اس کو خواب میں دیکھا، میں نے اس سے پوچھا، اے اللہ کے بندے تمہارے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ تو اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے جنت میں داخل کیا ہے، میں نے کہا کہ اس کے بعد کیا ہوا، تو اس نے بتلایا کہ میرا مقام اصحاب یمن تک پہنچا دیا گیا ہے میں نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ تو اس نے کہا کہ مجھے مقربین میں کر دیا گیا، میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنے ساتھیوں میں سے کس کو کس کو دیکھا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے حسن بصری، ابن سیرین اور سیمون بن سباہ کو دیکھا ہے۔

حماد فرماتے ہیں کہ ان سے ہشام بن حسان نے بصرہ کی ایک دیندار عورت کے بارے میں بتلایا کہ اس نے ان سے اپنے ایک خواب کا تذکرہ کیا، اس نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک اچھے گھر میں داخل ہوئی، پھر ایک باغ میں داخل ہوئی، وہ باغ بہت بڑا حسین اور خوبصورت تھا، میں نے دیکھا کہ اس باغ میں ایک شخص سونے کے تخت پر ٹیک

لگائے ہوئے بیٹھا ہے، اس کے ارد گرد ہاتھ میں جام لئے خدام ہیں ابھی اس منظر پر تعجب ہی کر رہی تھی کہ کسی نے کہا کہ یہ مردانِ محلی ہیں جو اچھل کر اپنے تخت پر بیٹھ گئے ہیں، پھر میں خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ اسی وقت میرے دروازہ سے مردانِ محلی کا جنازہ گزر رہا تھا۔

اور مرتح احادیث میں بھی روحوں کے ملنے اور ان کے آپس میں تعارف کا بھی تذکرہ ہے ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ جب بشر بن برادر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انکی والدہ کو شدید غم لاحق ہوا اور انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ قبیلہ بنی سلمہ کا کوئی نہ کوئی فرد مرتا ہی رہتا ہے تو کیا مردوں کا آپس میں تعارف نہ ہوتا ہے اگر ایسا ہو تو میں بشر کو سلام بھیجوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اے ام بشر اس ذابت کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مردہ کا آپس میں ایک دوسرے سے ایسا ہی تعارف ہوتا ہے جیسے چڑیاں درختوں پر ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن کر قبیلہ بنی سلمہ کا جب کوئی آدمی مرتا تو بشر کی والدہ اس کے پاس پہنچتی اور اس سے کہتی ہیں کہ بشر کو میرا سلام کہنا۔

ابن ابی الدنیا حبیب بن عمر کی روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ اہل قبور خبریں معلوم کرتے رہتے ہیں، جب ان کے پاس کوئی مردہ آتا ہے تو اس سے وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں کا عمل کیسا رہا، تو وہ کہتا ہے کہ اچھا رہا، اسی طرح سے دوسروں کے بارے میں پوچھتے ہیں، اور مردہ ان کو ان کے بارے میں بتلاتا رہتا ہے، اور جب وہ کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جس کا انتقال ہو چکا ہوتا ہے، تو وہ مردہ ان سے کہتا ہے کہ کیا وہ تمہارے پاس پہنچا نہیں، تو قبر والے کہتے ہیں کہ نہیں آیا نہیں، تو آنے والا کہتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اس کا ٹھکانا کہیں اور ہوا۔

صالح المری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات بزرگوں سے پہنچی ہے کہ روحيں موت کے وقت ملاقات کرتی ہیں، مردوں کی روحيں اس مرنے والے کی روح سے پوچھتی ہیں کہ تمہارا

ٹھکانا کیسا تھا، تمہارا مسکن اچھے بدن میں تھا یا خراب بدن تھا؟ صلح یہ کہہ کر رونے لگے اور خوب رونے۔

عبید بن عمر کہتے ہیں کہ جب مردہ کی وفات ہوتی ہے تو اس کے سامنے روحیں آتی ہیں اور اس سے دوسروں کے بارے میں دریافت حال کرتی ہیں کہ فلاں نے کیا کیا، اور فلاں کا عمل کیسا رہا، اور فلاں کا کیا حال ہے، اور جب کسی کے بارے میں مردہ بتلاتا ہے کہ وہ تو مر چکا اور اس کی ملاقات ان روحوں سے نہیں ہوئی ہے تو وہ کہتی ہیں کہ اسے جہنم میں لیجا یا گیا۔

عبید بن السائب فرماتے ہیں کہ جب باپ مرتا ہے تو اس کا بیٹا اس کا اسی طرح اس کا استقبال کرتا ہے جیسے سفر سے واپس آنے والا کا استقبال کیا جاتا ہے۔

عبید بن عمر کہا کرتے تھے کہ اگر میں ان لوگوں کی ملاقات سے مایوس ہو جاؤں جو اہل خانہ میں سے وفات پا چکے ہیں تو میں غم سے مر جاؤں گا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انشور کے رسول نے فرمایا کہ جب کسی مومن کی وفات ہوتی ہے تو اللہ کی رحمت میں رہنے والے اس کا استقبال اس طرح کرتے ہیں جیسے دنیا میں جنگ میں فتح کی خوشخبری سننے والے کا استقبال کیا جاتا ہے، یہ بندے کہتے ہیں کہ دیکھو یہ تمہارا بھائی ہے، جو دنیا میں سخت مصیبت میں تھا، پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے، اور فلاں کا کیا حال ہے، اور فلاں عورت کی شادی ہوئی یا نہیں اور جب وہ کسی ایسے آدمی کے بارے میں پوچھتے ہیں جس کا اس سے پہلے انتقال ہو چکا ہوتا ہے اور وہ بتلاتا ہے کہ وہ تو مر چکا ہے تو وہ اننا شڑپٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے جہنم میں لیجا یا گیا۔

مسع بن عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے عاصم بخدری کو ان کے مرنے کے دو سال بعد خوب میں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا اللہ میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہوں، میں اور میرے کچھ اصحاب ہر جمعہ کی شام اور جمعہ کو بن

## ارشادات مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی طلاق کے مسئلہ میں یہودیت اور عیسائیت میں افراط و تفریط

۱۔ طلاق کے مسئلہ میں پہلے دینوں میں افراط اور تفریط پائی جاتی تھی، عیسائی مذہب میں سرے سے طلاق دینا ہی جائز نہیں ہے جب ایک دفعہ نکاح ہو گیا اب وہ مرد اسے طلاق دے نہیں سکتا۔ یہودیوں کے نزدیک طلاق کی کوئی تعداد ہی نہیں ہزار طلاق اگر کوئی دے دے بیوی کو بچہ بھی رکھ سکتا ہے۔

### دین اسلام کا طلاق کے بارے میں معتدل رویہ

۲۔ اسلام چونکہ فطری دین ہے اس لئے وہ صحیح بات بیان کرتا ہے، تعلقات قدیم کے ہوتے ہیں۔ ایک تعلق وہ ہوتا ہے جو خدا کا جوڑا ہوا ہوتا ہے، اس کو توڑنے کا انسان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور نہ بندہ اس کو توڑ سکتا ہے جیسے باپ بیٹے کا تعلق ہے، بھائی بہن کا تعلق ہے، اب بھائی سو مرتبہ کہے کہ تو میری بہن نہیں لیکن یہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا، باپ سو مرتبہ کہے کہ تو میرا بیٹا نہیں، یا بیٹا سو مرتبہ کہے کہ تو میرا باپ نہیں تو یہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا کیوں کہ یہ رشتہ اللہ کا جوڑا ہوا ہے، تو جس طرح اس کے جوڑنے میں بندہ کا اختیار نہیں اسی طرح اس کے توڑنے میں بھی بندہ کو کوئی اختیار نہیں۔

تعلق کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے جسے انسان خود جوڑتا ہے، جیسے میاں بیوی کا رشتہ

اور جس مقصد کے لئے جوڑتا ہے اگر وہ مقصد پورا نہیں ہو رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو توڑنے کا بھی اختیار دیا ہے، نکاح کا مقصد میاں بیوی میں خوشگوار تعلق قائم کرنا ہے، آپس کی موانست ہے اور اولاد کی پیدائش ہے، اگر یہ مقصد پورا نہیں ہوتا تو اس کا حل بھی شریعت میں موجود ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے ابغض الحلال عند اللہ الطلاق اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے، البتہ بوقت ضرورت اس کی اجازت فرمائی ہے، یہ نہیں کہ مرد طلاق دے ہی نہیں سکتا جیسا کہ عیسائیت میں ہے۔ ہماری شریعت نے یہودیوں کی طرح معاملہ کھلا بھی نہیں رکھا کہ جتنی چاہے طلاق دو پھر اس عورت کو بیوی بنا کر رکھ لو۔

### شیعیت کی اصل یہودیت ہے

۳۔ حضرت شیخ جیلانی غنیۃ الطالبین میں جہاں فرقوں کا ذکر ہے اس میں فرماتے ہیں کہ شیعیت کی اصل یہودیت ہے، یہودی تین طلاق دینے کے بعد بیوی کو رکھ لیا کرتے ہیں شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ تین طلاق کے بعد بیوی رکھی جاسکتی ہے، اور اب یہی حال غیر مقلدوں کے گھر سے بھی برآمد ہو رہا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق کے بعد بیوی رکھی جاسکتی ہے۔

### حلالہ اور حرامہ

۴۔ ایک شخص نے تین طلاق دی پھر غیر مقلدوں کے ساتھ میرے پاس آیا، اور مجھ سے مسئلہ پوچھا، میں نے اس کو یہ آیت سنائی فلا تحل لہا من بعد حتی تنکح نرجا غیرہ یعنی بیوی تین طلاق کے بعد شوہر کیلئے حلال نہیں تا آنکہ کسی اور سے نکاح نہ کر لے، تو جلدی مجھ سے کہنے لگا، آپ حلالہ کے قائل ہیں؟ میں نے کہا آپ حرامہ کے قائل ہیں؟ عجیب بات ہے کہ اگر تو حلال فلا تحل لہا من بعد حتی تنکح نرجا غیرہ ہی سے پھر گیا تو تو قرآن کا منکر ہے۔

غیر مقلدین اکثر شور کیا کرتے ہیں کہ یہ حلال کرتے ہیں، حلالہ کے قائل ہیں، حلالہ کا ثبوت تو خود قرآن سے ہے، یہ قرآن کے منکر ہیں مگر ان کو اس کی پرواہ نہیں۔

## جواب دینے کا ایک سنت طریقہ سوال پر سوال بھی ہے

۵۔ جواب کا ایک سنت طریقہ یہ بھی ہے کہ سوال پر سوال کر دو، بخاری شریف میں جو قیاس کا باب ہے، اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے مسئلہ پوچھا کہ اگر میں اپنے مال کی طرف سے حج کر دوں تو ادا ہو جائے گا؟ اب اس کا جواب تو یہی تھا کہ حضرت پاک فرماتے ہاں، لیکن آپ نے اس سے سوال کیا کہ اگر تیرے والد کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا تو تیرے ادا کرنے سے وہ ادا ہو جاتا یا نہیں؟ اس نے کہا کہ ادا ہو جاتا حضرت پاک نے فرمایا جس طرح بندے کا قرض اتر جاتا ہے اسی طرح اللہ کا قرض بھی ادا ہو جاتا ہے۔

تو جواب دینے کا ایک سنت طریقہ یہ بھی ہے کہ سوال پر سوال کر کے جواب دیا جائے۔  
دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے، جو اصل پر چلے اس کے ذمہ دلیل نہیں  
اصل خود مستقل دلیل ہے

۶۔ جس طرح ہر مقدمے میں ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ ہوتا ہے، بحث میں بھی ایک مدعی ہوتا ہے اور دوسرا مدعی علیہ، مدعی وہ ہوتا ہے جو خلاف اصل ہوتا ہے اس کے ذمہ دلیل ہوتی ہے، مسئلہ طلاق میں غیر مقلد مدعی ہے کیونکہ جو ایک کو ایک کہتا ہے وہ اصل کے مطابق کہہ رہا ہے اس کے ذمہ دلیل نہیں، جو دو کو دو کہتا ہے وہ اصل کے مطابق کہہ رہا ہے اس کے ذمہ دلیل نہیں، جو تین کو تین کہہ رہا ہے وہ اصل کے مطابق کہہ رہا ہے اس کے ذمہ دلیل نہیں، جو تین کو ایک کہتا ہے وہ اصل کے خلاف کہتا ہے اس کے ذمہ دلیل ہے جو اصل پر چل رہا ہے اس کے ذمہ دلیل نہیں کیونکہ اصل خود مستقل دلیل ہوتی ہے۔

## غیر مقلدین اور تین طلاق، ان سے چار سوال

۷۔ (۱) ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اب غیر مقلد سے مسئلہ پوچھا کہ ایک مجلس میں میں نے تین طلاقیں دی ہیں کیا حکم ہے؟ وہ کہنے لگا ایک ہوتی ہے، پھر اس نے کہا کہ میں نے نو طلاقیں دی ہیں، غیر مقلد نے کہا کہ تو بھی ایک ہی ہے، وہ کہنے لگا تین ایک تھیں، چھ دو ہو گئیں، اور نو تین ہو گئیں، مولوی صاحب کہتے ہیں تو بھی ایک ہی ہے، اب

غیر مقلد صحیح حدیث پیش کرے کہ نوطلاقیں ایک ہوتی ہیں قیامت تک ایسی حدیث نہیں پیش کر سکتے۔

(۲) ایک آدمی نے تین مجلسوں میں تین طلاقیں دیں، ایک صبح کو ایک دوپہر کو ایک شام کو اب یہ تین مجلسوں کی تین طلاقیں ہیں لیکن غیر مقلدین اس کو بھی ایک کہتے ہیں، لیکن وہ اس پر قیامت تک دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

(۳) ایک شخص نے ایک طلاق پیر کو دی دوسری منگل کی تیسری بدھ کو غیر مقلدین کہتے ہیں یہ بھی ایک ہوئی لیکن مراحت کے ساتھ حدیث پیش کریں کہ تین دنوں میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں، قیامت تک ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتے۔

(۴) چوتھا سوال یہ ہے ایک شخص نے ہینے کے پہلے ہفتہ میں ایک طلاق دی دوسرے ہفتہ میں دوسری تیسرے ہفتہ میں تیسری طلاق دی تین ہفتوں میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہیں یا تین، وہ کہتے ہیں کہ ایک ہے، اس پر قرآن و حدیث سے قیامت تک دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

**گناہ اس تین طلاق میں ہے جو ایک مجلس میں اکٹھی دی گئی ہوں**

۸۔ بعض صحابہ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، اب کیا حکم ہے؟ صحابی نے فرمایا تجھے گناہ بھی ہوا اور بیوی بھی گئی، جب آپ یہ پیش کرتے ہیں تو غیر مقلد شور کرتے ہیں کہ ایک مجلس کا لفظ دکھاؤ، اس میں ایک مجلس کا لفظ نہیں ہے، لیکن پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ گناہ صرف انھیں تین طلاق پر ہے جو ایک مجلس میں دی جائیں، جو تین گھر یا میں دی جائیں کوئی نہیں کہتا کہ گناہ گار ہوا ہے، صحابہ کرام بار بار فرما رہے ہیں کہ عصیت ربط و بانث امرأتک فلا تحل لک من بعد حتی تنکحہا وجا غیرہا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی اب وہ تیرے لئے حلال نہیں ہے۔  
اِلا یہ کہ وہ کسی اور سے شادی کر لے، اس میں ایک مجلس کا لفظ آئے یا نہ آئے جب اس میں گناہ کا لفظ آ گیا تو اس سے وہی تین طلاقیں مراد ہیں جو اکٹھی ایک مجلس میں دی جائیں۔



مجلہ اعلیٰ مفتاح

دوسری قسط

## مدیرِ زمزم کے نام اکابر کے کچھ خطوط

مکاتیب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

محبت عزیز و فاضل مولانا محمد ابو بکر صاحب غازی پوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ایک ان لینڈ ڈاک کے ذخیرہ میں اچانک سامنے آیا جس پر ۹ مارچ ۱۹۶۶ء کی تاریخ پڑی ہوئی ہے، معلوم نہیں یہ کہاں دبا رہ گیا۔ جواب کی اس اضطراری تاخیر کو امید ہے کہ آپ معاف کریں گے۔

سب سے پہلے والد صاحب مرحوم کی وفات پر دلی تعزیت قبول کیجئے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اور درجات بلند کرے، انھوں نے آپ جنیبا خلف الرشید چھوڑا جو ان کے لئے انشاء اللہ باعثِ مسرت و رفع درجات ہوگا، چونکہ یہ راقم بھی اس مرحلے سے گزر چکا ہے، اس لئے اس کے اثرات سے واقف ہے، لیکن کان امر اللہ اقداراً مقدوراً۔

آپ کی فاضلانہ کتاب وقفۃ مع اللامذہبیہ پر نظر ڈالی تھی اس کا نام بھی بہت پسند آیا تھا، یہاں بعض دوسرے فاضل اساتذہ کے مطالعہ میں ہے،

بہتر ہے کہ آپ اصلاحی و ایجابی مسائل پر جو تعاون علی النحر و تعاون علی الإصلاح کے لئے معاون ہوں، اور ملت میں اتحاد پیدا کریں، قلم اٹھائیں، امید ہے کہ آپ نے ہماری کتاب انصواء پر نظر ڈالی ہوگی، اس کا ترجمہ بھی بطور کے نام سے شائع ہو گیا ہے، خدا کرے کسی موزوں و بہتر موقع پر آپ سے ملاقات بھی ہو، ہم بھی انشاء اللہ والد صاحب کے لئے مغفرت و رفع درجات کیلئے دعا کریں گے۔

والسلام

دعا گو و طالب دعا ابوالمحسن علی مندوی

۱۵ جولائی ۱۹۶۶ء

رائے بریلی

بھی! زید لطف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا خط مورخہ ۲۷ ستمبر وقت پر مل گیا تھا، اس سے مسرت ہوئی کثرت نامہ تار مل گیا ہے اور آپ شریک بھی ہوں گے۔

(۱) حضرت مولانا نے یہ مشورہ اس وقت دیا تھا جب مولانا کو الدیوبند یا یہ کتاب کے مشتملات کا تفصیلی علم نہیں تھا، پھر جب ان کو اس پر اطلاع ہوئی اور خود ان کے خلاف غیر مقلدوں نے کتابیں لکھیں اور ان کو کافر و مشرک، زندیق کہا تو مولانا کی رائے بدل گئی تھی، اور پھر مولانا نے خود ایک کتاب عربی میں، الانصواء کے نام سے لکھی اور رد غیر مقلدیت کے بارے میں میری کوششوں اور کاوشوں کی داد دی، اور دعاؤں سے یاد فرمایا، مولانا نے غیر مقلدیت کے فتنے سے عرب کے ذمہ داروں کو واقف کرانے کے لئے اور اس کے برے اثرات سے انکو آگاہ کرنے کیلئے بنی طور پر جو کوششیں کی تھیں ان کا علم بھی مجھ کو ہے مگر ادراہ مصلحت ان کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ الانصواء ان کا عربی رسالہ اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔

آپ نے جس داخلی فتنہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں شدت ہو گئی ہے، خود ہمارے خلاف ایک منہم کتاب عربی میں لکھی گئی ہے، ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے اپنے انداز پر اس فتنہ کے ازالے کیلئے کر رہے ہیں۔

آپ کے احساسات و جذبات قابلِ قدر ہیں، اور اس سے مکمل اتفاق ہے، اسی طرح آپ اس راہ میں جو کوششیں کر رہے ہیں ان کی قدر کرتا ہوں۔ "آپ سے ملاقات کی خواہش اور اشتیاق ہے، امید ہے کہ اس کانفرنس کے موقع پر آپ سے ملاقات ہوگی۔

والسلام

مخلص۔ (جو احسن علی من دوی)

دائے بریلی

۸/ صفر ۱۳۷۰ . محب فاضل و محترم زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حنایت نامہ مودعہ ۲۶/ محرم اکرام جو آپ نے دو بچے شب میں لکھا تھا، پہنچا، باعثِ مسرت ہوا، میں ۲۰ دسمبر کو لکھنؤ آ گیا تھا، مگر بعض پریشانیوں اور بحرانی مصروفیتوں میں مبتلا رہا، اس سے مسرت ہوئی کہ روداد چین آپ کی نظر سے گزری، اور آپ کو پسند آئی، یہ بات مصنف کے لئے بھی مسرت اور تقویت کی باعث ہوگی۔

آپ نے جس مسئلہ کے متعلق لکھا ہے، اس مسئلہ کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں

(۱) اس خط سے معلوم ہوا کہ مولانا کو بھی غیر مقلدیت کے فتنہ کا شدید احساس ہو گیا تھا، اور ان کے خلاف قلم اٹھانے کو مولانا پہلے جو اتحاد کے خلاف سمجھتے تھے، اب وہ خود اس فتنہ سے بے چین نظر آ رہے تھے اور میری تحریروں کو وقت کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے۔

آپ جب سفر کی پوزیشن میں ہوں، تو آپ مجھے لکھیں، یا چند دن کے لئے آجائیں، تعارفی خطوط بڑی خوشی سے لکھ دوں گا، لیکن یہ سب حضرات نہایت مشغول ہیں اور مجھے اس میں بہت شک ہے کہ ان سے کوئی منظم فائدہ اٹھایا جاسکے، جہاں تک مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کا تعلق ہے اس سال تو اس کی گنجائش نہیں، اور آئندہ بھی میں آپ کو مشورہ نہ دوں گا۔ اس میں غیر ضروری نصاب اور دروس میں آپ کا بڑا وقت ضائع ہوگا، اور آپ بہت ضیق محسوس کریں گے میں اب اس مسئلہ پر غور کر دوں گا۔<sup>(۱)</sup> اس وقت تو آپ ڈابھیل میں ہیں طویل سفر آپ کیلئے مشکل ہے۔ آپ غازی پور آئیں،<sup>(۲)</sup> میں لکھنؤ یا رائے پور میں موجود ہوں تو آپ مجھ سے مل لیں ممکن ہے اس وقت میرے ذہن میں کوئی بہتر تجویز آجائے۔ جہاں تک ادب اور جدید اسالیب کا تعلق ہے، مصر کا قیام زیادہ مفید ہے، وہاں ہر وقت لکھنے پڑھنے کی فضا رہتی ہے، لیکن کہیں بھی داخلہ لیجئے گا تو تین چار سال صوابہ کی تعلیم میں گزارنے پڑیں گے جس سے اب آپ بلند ہو چکے ہیں بہر حال آپ دو تین دن کیلئے میرے پاس قیام کریں تو میں مختلف صحبتوں میں اس پر آپ سے تبادلہ خیال کر دوں گا۔

امید کہ آپ ہر طرح بخیر ہوں گے والسلام  
طاگو ابوالحسن علی

۶۷۷/۱/۲۹

(۱) عربی زبان سے تھوڑی بہت شد بد حاصل ہو جانے کے بعد یہ شوق پیدا ہو گیا تھا کہ سودیہ یا شام میں کسی عربی زبان کے ماہر عالم کے پاس جا کر استفادہ کیا جائے یا مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ مل جائے تو اس شوق کی تکمیل کچھ آسانی سے ہو جائیگی، اس بارے میں مولانا سے خط و کتابت ہوئی تھی، یہ خط اس سلسلہ کے خطوط میں سے ایک جواب ہے۔

مولانا کا یہ جواب بڑی بعیرت پر مبنی تھا اور میرے لئے بالکل صحیح مشورہ تھا اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خرد سے اگر انھوں نے میری رعایت میں مجھے کہیں لگا دیا ہوتا یا میرا داخلہ بھی مدینہ یونیورسٹی

محب فاضل و محرم زید لطف سلام علیکم

غایت نامہ مورخہ ۲۷ مارچ پہنچ کر باعث مسرت ہوا، مجھے تعجب تھا کہ میرے خط کی کوئی رسید نہیں آئی، شاید ملا نہیں، اب آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ ڈابھیل میں نہیں تھے، کتاب کے بارے میں ہمارے دینی حلقوں میں اب تک بالکل سکوت ہے، مجھے جماعتی عصبيت کے ایسے تجربے ہو رہے ہیں جو اس سے پہلے نہیں ہوئے تھے، امام شافعیؒ کے اسی شعر کو زندہ جاوید اشارہ عالم گیر صداقتوں میں سمجھتا ہوں جس کی صداقت کا بیسویں بار تجربہ

وعین الرضا عن کل عیب کليلة

کہا ائن عین السخط بقدا المسادیا

جہاں تک جماعت اسلامی کا تعلق ہے ان کا حال مولانا کے بارے میں اور ان

پر تنقید کے سلسلے میں بریلیوں سے بالکل مختلف نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں *One way* کا قانون نافذ ہے کہ ہم چاہے جس پر تنقید کریں، ہم پر کوئی تنقید نہیں کر سکتا، آپ سے بے تکلف ہونے کی بنا پر اتنی بات زبان قلم پر آگئی (۱)

میں ہو جاتا جو مولانا کے توسط سے کوئی مشکل امر نہیں تھا تو معلوم نہیں میں اس وقت کہاں کھڑا ہوتا، مولانا میرے مزاج سے طویل راسلت کی وجہ سے واقف ہو چکے تھے، اس لئے بلا درد عایت بالکل صائب اور بہت صحیح مشورہ دیا رحمہ اللہ رحمة واسعة وابلغ علیہ من شایب رحمة و رفع درجۃ فی علیین۔

(۱) مولانا نے جماعت اسلامی کے انکار و اذراء اور دین کے بارے میں ان کے بنیادی نظریات کے سلسلے میں ایک کتاب جمعہ حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح کے نام سے لکھی تھی، چونکہ حضرت مولانا کا اسلوب نقد و جمع بہت متطا ہوتا تھا اس وجہ سے اپنے حلقوں میں اس کتاب کی ویسی پذیرائی نہ ہو سکی تھی جس کی مولانا کو توقع تھی، البتہ جماعت اسلامی کے حلقوں میں کھلم کھچا گیا تھا، اس خط میں مولانا اپنی اور جماعت اسلامی دونوں کے رویوں کے بارے میں اپنا خیال ظاہر فرما رہے ہیں، یعنی شکایت دونوں طبقوں سے مولانا کو تھی۔

اس خط سے ناظرین کو معلوم ہو گا کہ مولانا مجھ سے بہت سی وہ باتیں کہہ جاتے تھے جو بعض مدبروں

آپ کی علمی و دینی ترقیات اور جسمانی صحت کے لئے دعا کرتا ہوں، اور دعا کا طالب

ہوں۔

والسلام

مخلص ابو الحسن علی ندوی

۴ مارچ ۱۹۹۱ء

نورہ - لکھنؤ  
۱۳/۹/۹۹ء

محبت فاضل و محکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مودعہ مرحومہ اثنائے قدرے تاخیر سے ملا، مختارات وزارت تعلیمات حکومت سعودیہ نے شائع کی ہے، یہ اسی کا آفسٹ ہے، جی چاہا کہ نئی طباعت کا ایک نسخہ بھی آپ کے پاس بھیج دوں، انشاء اللہ دوسرا حصہ بھی جلد شائع ہو جائے گا۔

تہنیم کا عربی ترجمہ تیار ہے، انشاء اللہ اسی ہسینہ میں پریس سے باہر آ جائے گا، غزنی مولوی نور عالم صاحب نے ترجمہ کیا ہے، میں نے اس میں خاصے اضافے کر دیئے ہیں، آپ دیکھ کر خوش ہوں گے۔<sup>(۱)</sup> میرا اس وقت گجرات کا سفر نہیں ہے، ورنہ آپ کو ضرور مطلع کرتا۔

والسلام

ابو الحسن علی

سے نہیں کہہ سکتے تھے، میرے پاس جو مولانا کے خطوط کا مجموعہ تھا اگر وہ ضائع نہ ہوا ہوتا تو مولانا کے مزاج و طبیعت کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔

(۱) مولانا کا میرے ساتھ نطف و کرم اور شفقت کا جو معاملہ تھا اسکو سوچتا ہوں تو آج

حیران رہ جاتا ہوں، مولانا کی بیشتر عربی کتابیں اسی طرح ان کے دستخطوں سے مزین مدینہ پہنچی ہیں۔ مولانا کی یہ کتاب التفسیر البیسی للاسلام نام ہے چھپی تھی جو عصر حاضر میں دین کی تہنیم و تشریح کتاب کا ترجمہ تھا۔

# خمار سلفیت

بخاری شریف میں یہ حدیث کہاں ہے؟

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی صبح صبح مرزا گوشت نشین تشریف لائے تھے، وہ آپ سے ملنا چاہتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ اس وقت آپ آرام فرما رہے ہیں، تو یہ کافردے کر گئے ہیں کہ آپ بیدار ہوں تو آپ کو دیدوں۔

باپ - بیٹا میرا چشمہ تہساری والدہ کے کمرہ میں ہے، تم پڑھو کیا لکھا ہے۔

بیٹا - اباجی، مرزا گوشت نشین پوچھتے ہیں کہ یہ حدیث لوکان مومنی حیا العادسۃ الا اتباعی (یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری ہی تابعداری کرتے)

بخاری شریف میں کہاں ہے، مزید یہ لکھا ہے کہ ایک دیوبندی نے کہا ہے کہ اگر

بخاری شریف میں یہ حدیث کوئی دکھلا دے تو وہ دکھلائیوالے کو پانچ بار کھنوا (سلام)

کرے گا اور بخوکے پوٹل سے بالائی والا زندہ کھلائے گا۔

باپ - بیٹا۔ ہمارے مولانا شہناشاہ صاحب شیخ الاسلام نے اپنی کتاب مذہب اہل حدیث

میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری شریف میں ہے۔ (دیکھو نمبر ۴۲ مطبوعہ اگست ۱۹۱۵ء)  
 بیٹا۔ اباجی مرزا گوشہ نشین نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب کی کتاب ہی میں  
 یہ حدیث دیکھ کر بخاری کے حوالے سے گزشتہ رات کو تقلید کے مد میں بڑی ضرور دل  
 تقریر کی تھی، اس پر ان کو ایک دیوبندی نے پکڑ لیا کہ تمہارے شیخ الاسلام نے  
 لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری شریف میں ہے دکھلاؤ بخاری شریف میں کہاں ہے  
 مرزا گوشہ نشین یہ پارے صرف اہل حدیث ہیں نہ بخاری جانتے ہیں نہ مسلم عربی  
 بھی واقف نہیں ہیں، تو وہ دوڑے آپ کے پاس آئے تھے۔

باپ۔ تم بخاری شریف کو دیکھ لیتے ہمارے شیخ الاسلام نے حوالہ دیا ہے تو یہ حدیث ضرور  
 بخاری شریف میں ہوگی ہمارے علماریوں ہی ہوائی نہیں اڑاتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی میں نے صبح سے اپنا سارا وقت بخاری شریف ہی کی ورق گردانی میں خرچ کیا  
 ہے، مجھے یہ حدیث بخاری شریف میں نظر نہیں آئی، پھر صوفی جن کی خدمت  
 میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ صوفی گوشہ نشین بخاری شریف کو زیادہ جانتے  
 ہیں ان کے پاس جاؤ، صوفی شہ نشین نے اندر ہی سے کہہ دیا کہ پی، ایچ ڈی کلو سے  
 تحقیق کرو، میں صبح سے مارا مارا پھر رہا ہوں اس حدیث کا کوئی بخاری شریف  
 میں اتہ پتہ بتلا تا رہی نہیں، صوفی گوشہ نشین ابھی ابھی اہل حدیث ہوئے ہیں،  
 ان کے بدک جانے کا خطرہ ہے۔

باپ۔ بیٹا۔ ہے واقعی فحک کی بات، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب کا دقتار بھی  
 مجروح ہو گا کہ انہوں نے بخاری پر افترا کیا ہے۔

بیٹا۔ تو اباجی کیا شیخ الاسلام صاحب نے ہوائی اڑائی ہے، بخاری شریف میں یہ

حدیث نہیں ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔



## ضعیف حدیث اگر قابل استدلال نہیں تو اس سے استدلال کیوں؟

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی آج صوفی باغ میں جلسہ ہے، مرزا گوشتہ نشین اور مہونی شہ نشین کی تقریر ہوگی، موضوع ہے، تقلید کا رد، مرزا گوشتہ نشین میرے پاس آئے تھے کہ تقلید کے رد والی کوئی حدیث میں انکو نوٹ کرا دوں۔

باپ۔ بیٹا، کار خیر میں حصہ لینا چاہیے، تم نے انکو حدیث نوٹ کرا دی نا؟

بیٹا۔ اباجی میں نے قرآن و حدیث کو بہت اٹا پلٹا مجھے تقلید کے رد میں نہ کوئی آیت نظر آئی اور نہ حدیث، اور ائمہ کی تقلید مت کرو اس معنی کی کوئی موضوع حدیث بھی نہیں ملی۔

باپ۔ ہمارے مولانا شہداء اللہ صاحب شیخ الاسلام امرتسری نے اپنی کتاب ”الہدایت کا مذہب“ میں بخاری شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے، وہ حدیث بخاری

شریف کی ہے اور بڑی زور دار ہے، اس سے تقلید کا غوب رد ہوگا۔

بیٹا۔ اباجی شیخ الاسلام صاحب نے بخاری شریف کی تقلید کے رد میں یہ حدیث

ذکر کی ہے۔ لو کان موسیٰ حیا لہا وسعدا الا اتباعی یعنی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری ہی

تابعداری کرتے۔

مگر اباجی ہمارے شیخ الاسلام صاحب نے بخاری کا غلط حوالہ دیا ہے، اور بخاری

شریف پر اکتفا کیا ہے، یہ حدیث بخاری شریف کے کسی کونہ میں نہیں ہے۔

باپ۔ بیٹا۔ اگر بخاری شریف میں نہیں ہے تو کیا ہوا صحیح حدیث تو ہے، ہم تو حتماً

صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں، اس حدیث سے تقلید کا رد ثبوتی زور دار طریقہ پر

ہوگا۔ ہمارے مولانا شہداء صاحب شیخ الاسلام نے بھی تقلید کے رد میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

بیٹا۔ اباجی افسوس تو یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح بھی نہیں ہے، یہ حدیث بہت ضعیف ہے ہمارے شیخ الاسلام صاحب نے اس کا ضعف ظاہر نہیں کیا حالانکہ ہمارے علماء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی حدیث ضعیف ہو تو اسے بیان کرتے وقت یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر کوئی شخص اس کے ضعف کو جاننے کے باوجود بیان نہیں کرتا ہے تو وہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی مطابقت گنہگار اور عوام الناس کو دھوکہ دینے والا ہے۔

(مقدمہ مسئلۃ الرسول بحق ص ۳۵)

باپ۔ بیٹا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ حدیث صحیح نہ ہو، جب ہمارے شیخ الاسلام مولانا شہداء صاحب نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف نہیں کہا ہے تو یقیناً یہ حدیث صحیح ہوگی، ہمارے شیخ الاسلام صاحب عوام کو دھوکہ دینے والا اور گناہ کا کام نہیں کریں گے۔

بیٹا۔ اباجی، پی ایچ ڈی رحمت علی نے اس حدیث کی تحقیق کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک راوی بکالد بن سعید ہے، امام طور محمد بن اس کو ضعیف کہتے ہیں، امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ وہ قابل احتجاج نہیں ہے، امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ محض بیچ تھا، امام نسائی اور امام دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف اور کمزور تھا، امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید اس کی تصنیف کرتے تھے اور امام عبد الرحمن بن مہدی اس سے روایت نہیں کیا کرتے تھے، ابو امام فرماتے ہیں کہ وہ قابل احتجاج نہیں اور حدیث میں قوی نہیں، امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے اور امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ وہ حدیث میں ضعیف تھا۔ اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ وہ کمزور اور ضعیف تھا اور آخر میں

اس کے مافظ میں نمایاں خرابی پیدا ہو گئی تھی،

(۱)

(میزان الاعتدال میں تہذیب التہذیب ص ۱۰۶-۱۰۷ تقریباً ۳۴۶)

ابا جی جب اتنے سارے محدثین اس راوی کو مجروح اور ضعیف اور ناقابلِ احتجاج بتلاتے ہیں تو جس حدیث کا راوی ایسا کمزور ہو وہ حدیث کتنی کمزور ہوگی اور اس سے دلیل پکڑنا کیسے جائز ہوگا۔

باپ۔ بیٹا میں تو شیخ الاسلام پر اور ان کے علم پر، ان کے زہد و تقویٰ پر بڑا اعتماد کرتا تھا، بڑا ناز کرتا تھا، مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنی کمزور حدیث سے تقلید کا رد کریں گے اور اس قسم کی حدیث سے دلیل پکڑیں گے، ہم لوگ جو الزام دوسروں کو دیتے ہیں اب دوسرے یہی الزام ہم کو دیں گے کہ ہم لوگ بھی ضعیف حدیث کو قبول کرتے ہیں۔

بیٹا۔ ابا جی مرزا گوشتہ نشین کو آج ردِ تقلید والے جلسہ میں تقریر کرنی چاہتے یا نہیں؟  
باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

انہی کی تقلید واجب بھی ہے اور شرک بھی ہے  
”یہ سب سمجھنے کا نہ سمجھانے کا“

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ابا جی تقلید کے بارے میں ہمارے علماء کی واضح بات بتلائیں کہ تقلید جائز ہے کہ ناجائز؟

باپ۔ بیٹا، فتاویٰ نذیریہ ہمارے فتاویٰ کی کتابوں میں سب سے معتبر کتاب ہے،

اس میں لکھا ہے کہ تقلید نہ کسی آیت قرآنیہ سے ثابت ہے اور نہ کسی حدیث سے اور نہ کسی امام نے اپنی تقلید کرنے کی اجازت دی ہے، تقلید کے بطلان پر بہت اچھے اچھے رسالے تصنیف ہو چکے ہیں۔ (مہیچہ ۱۶۴)  
اس سے معلوم ہوا کہ تقلید جس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے اور نہ حدیث سے یہ باطل چیز ہے۔

بیٹا۔ مگر اباجی ہمارے نواب بھوپالی صاحب تو فرماتے ہیں۔  
ووجب علی العامی تقلیدہ یعنی عامی آدمی پر مجتہد کی تقلید  
(لفظہ العجلان ص ۱۳۷) واجب ہے۔

اور اس پر حضرت معاذ والی حدیث سے استدلال کیا ہے، یعنی تقلید کا وجوب حدیث سے ثابت کیا ہے، اور شیخ الكل فی الكل حضرت میاں صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب میعار الحق میں فرماتے ہیں، تقلید کی چار قسم ہے، اول واجب ہے اور ایک قسم مباح لکھی ہے۔

باب۔ واجب کوئی تقلید ہے، اور مباح کون سی، اباجی میاں صاحب فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے بلا تعین کسی بھی امام کی تقلید واجب ہے، اور تعین کے ساتھ مباح ہے یعنی تقلید غیر شخصی واجب ہے اور تقلید شخصی مباح ہے۔

بیٹا دیکھو نواب صاحب اور میاں صاحب کی یہ بات آؤٹ نہ ہو کہ تقلید واجب اور مباح ہے، اس ماہ کی ۵ تاریخ کو صوفی غمگین حنفی گمادت شکیبہین حنفہ اسٹریٹ تقلید کے بارے میں مناظرہ کا جلغہ دیا ہے، اگر یہ بات آؤٹ ہو گئی تو صوفی غمگین کا مناظرہ جیت جانا یقینی ہے۔

بیٹا۔ اباجی، مگر اباجی جب تقلید قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے تو تقلید واجب یا مباح کیسے ہو گئی، اباجی میاں صاحب والی کتاب میعار الحق میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو کوئی مجتہد کے قول پر عمل کرے گا تو وہ دونوں جہان میں نواب

پائے گا۔ (ص ۶۹)

اباجی اگر تقلید حرام اور شرک ہے تو مجتہد کی تقلید کرنے والے کو دونوں جہان میں ثواب کیوں ملے گا۔

باپ - بیٹا۔ اپنے علماء کی ان گورکھ دھندوں والی تحریروں کو دیکھ کر میرا دماغ چوک آنے لگا ہے۔

بیٹا - اباجی ہمارے علماء علمی میدان میں گورکھ دھند اکیوں چلاتے ہیں۔  
باپ - یہ نہیں بیٹا۔

### فرقہ ناجیہ کون فرقہ ہے؟

بیٹا۔ اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی، فرقہ ناجیہ یعنی جنت میں جو فرقہ جائے گا وہ کون فرقہ ہے؟  
باپ - بیٹا، فرقہ ناجیہ یعنی جنت میں جانے والا گروہ صرف اہل حدیث کا ہے، ایک مقلد بھی جنت میں نہیں جائے گا، تقلید شرک ہے، ضلالت ہے، گمراہی ہے ہمارے علماء نے مختلف کتابوں میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ فرقہ ناجیہ صرف اہل حدیث کا گروہ ہے، اور تقلید شخصی سراسر حرام اور ناجائز ہے، اس لئے کوئی مقلد حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی جنت میں نہیں جائیگا۔

بیٹا - یہی بات میں نے صوفی بدر الدی جی سے کہی تھی مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ تحقیق ہماری جماعت کے نچلے درجہ کے لوگوں کی ہے، جماعت میں جن کا درجہ شیخ الکلی فی الکلی کا ہے یعنی میاں سید نذیر حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ موجودہ دور میں اہلسنت وجماعت صرف مقلدین ہیں۔

باپ - بیٹا، ایسا نہیں ہو سکتا، میاں صاحب نے تو تقلید کے رد میں بڑی معیاری کتاب

معیار الحق نام کی لکھی ہے۔

میٹا۔ اباجی اس کتاب میں تو یہ لکھا ہے جو صوفی بدرالدجی کہہ رہے تھے انہوں نے

معیار الحق کتاب ہی سے اس کا ثبوت دیا ہے، میاں صاحب فرماتے ہیں۔

”بموجب حکم خدا و رسول کے سب اہل سنت کے مقتدائے صحابہ اور تابعین

اور مجتہدین ائمہ اربعہ اور سوائے ان کے اور مقلدین ان کے فرقہ ناجیہ میں داخل تھے

آج کے دن عادت ایسی ہو گئی ہے کہ سوائے اہل مذاہب اربعہ کے کوئی

نہیں رہا اور روایت بھی کسی مذہب کی سوائے مذاہب اربعہ کے اکثر کو نہیں

ملتی۔ (معیار الحق ص ۲۵) (۱)

اباجی صوفی بدرالدجی کہتے ہیں کہ میاں صاحب نے صاف صاف اقرار کر لیا ہے کہ

اس زمانہ میں فرقہ ناجیہ کا اطلاق جس پر ہوگا وہ صرف چاروں مذاہب ہی والے ہیں

یعنی فرقہ ناجیہ اب مذاہب اربعہ ہی میں منحصر ہے۔

باپ۔ بیٹا میاں صاحب کی یہ بات بڑی خطرناک ہے، اب ہم اہلحدیثوں کا کیا ہوگا،

ہم نے تو اب تک یہی شور مچا رکھا تھا کہ فرقہ ناجیہ صرف اہلحدیث کا فرقہ ہے،

مقلدین صرف گمراہ ہیں، چاروں مذاہب کتاب و سنت سے دور ہیں۔

میٹا۔ اباجی میاں صاحب سے پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی کچھ ایسا ہی کہہ دیا ہے۔

ابن تیمیہ اس شخص کا رد کرتے ہوئے جو یہ کہتا ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی پابندی نہیں

کرتا فرماتے ہیں۔

وان اراد انی لا اتقید بہا کلمہ ابل اخالفہا فهو مخطئ فی الغالب قطعاً

انالحق لایخرج عن هذا الاربعة فی عامۃ الشریعة۔ (مختصر الفتاویٰ)

اگر اس شخص کی مراد یہ ہے کہ میں کسی مذہب کی پیروی نہیں کروں گا اور سب کی

مخالفت کروں گا۔ تو دوسری صورت پر بیشتر مسائل میں غلطی کرے گا اس لئے کہ اکثر مسائل شرعیہ میں حق انہیں چاروں مذاہب کے اندر ہے۔

باپ۔ بیٹا اس کا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ ہم لوگ جو ان مذاہب کی تقلید نہیں کرتے ہیں عام طور پر حق ہمارے ساتھ نہیں ہیں، اور اکثر مسائل شرعیہ میں غلط کار ہیں۔  
بیٹا۔ اباجی بالکل یہی مطلب ہے۔ میاں صاحب اور شیخ الاسلام دونوں بزرگوں نے ہماری جماعت کو سخت دھکا دیا ہے۔

بیٹا۔ اباجی ان دونوں بزرگوں کے اس سخت دھکا دینے کے بعد ہماری جماعت کیسے اپنے کو سنبھال پائے گی؟  
باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

مادام شگفتہ کا مطالبہ اور صوفی جنگلاہٹ کی بوکھلاہٹ

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی مادام شگفتہ کو ان کے شوہر نے تین طلاق دے کر اپنی زوجیت سے الگ کر دیا ہے۔ وہ صبح اپنی رام کسان لے کر صوفی جنگلاہٹ حفظہ اللہ کے پاس گئی تھیں اور ایس واپس آئیں۔

باپ۔ بیٹا صوفی جنگلاہٹ حفظہ اللہ تو قوی کے بڑے ماہر ہیں انہوں نے چالیس ایسے ہی کیس کو چٹکی بجاتے حل کر دیے، اور ساری مطلقہ عورتیں اپنے شوہروں کو واپس گئیں، یہ اکتالیسواں کیس کیسے گڑ بڑا گیا۔

بیٹا۔ اباجی صوفی جنگلاہٹ نے جب چٹکی بجاتے اس کیس کو بھی حل کرنا چاہا تو مادام شگفتہ نے کہا مجھے آپ کا قوی نہیں چاہئے، امام احمد بن حنبل کا قوی بتلاؤ کہ وہ کیا کہتے ہیں اس لئے کہ نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ ان کو دس لاکھ حدیثیں

یاد تھیں، اور آٹھ لاکھ مردوں اور ساٹھ ہزار عورتوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی، اور وہ اپنے زمانہ میں ایسے ہی تھے جیسے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اپنے اپنے زمانہ میں تھے، اور ان کے زمانہ میں ان کے جیسا علم اور تقویٰ والا کوئی دوسرا نہیں تھا، اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دینی امور میں انہیں کی اقتدار کرنے کا حکم دیا تھا۔ (التاج المکمل)

باپ - تو بیٹا صوفی جنگلاہٹ حفظہ اللہ نے کیا جواب دیا۔  
بیٹا - اباجی کچھ نہیں، مادام شگفتہ کہہ رہی تھیں کہ وہ دائیں بائیں جھانکتے رہے اور گم مہم بیٹھے رہے، تھوڑا میں نے انتظار کیا اور پھر میں واپس آگئی۔  
اباجی صوفی جنگلاہٹ نے مادام شگفتہ کا جواب کیوں نہیں دیا؟  
باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

مسہ کا بقیہ۔

کایہ اقتصادی و تجارتی مرکز کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔  
امریکہ دہشت گردی ختم کرنے کا عزم کیا تھا، آج اس کی بدترین اور ظالمانہ اور غیر انسانی پالیسی کی وجہ سے پوری دنیا دہشت گردی کے خوف سے ہراساں ہے، اور بے شرم بش اور بے شرم ٹونی بلیر آج بھی بے غیرت بنے دذنا تے پھر رہے ہیں کہ انہوں نے عراق اور افغانستان پر جو حملہ کاپروگرام بنایا تھا وہ بہت درست تھا، وہ پروگرام انسان دوستی پر مبنی تھا، وہ دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے تھا، ان کے اس جھوٹ کا پردہ فاش ہو چکا ہے اور دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد امریکہ کا صدر بش اور برطانیہ کا پرائم منسٹر ٹونی بلیر ہے۔

مسہ کا بقیہ۔

عبداللہ مرنی کے پاس جمع ہوتے ہیں، اور تم لوگوں کی خبریں معلوم کرتے ہیں، میں نے کہا کہ کیا آپ لوگوں کی روحوں جمع ہوتی ہیں یا جسم بھی، تو انہوں نے کہا کہ بدن تو مٹی میں مل گئے روحوں کی ملاقات ہوتی ہے۔



## برطانیہ کا سیفر

ہم لوگ مولوی مشتاق کی گھڑی پر بیٹھ کر مولوی اسماعیل کے گھر کے لئے نکلے مولوی اسماعیل کا گھر لندن کے ایک مضافاتی علاقہ کلیپٹن (CLOPTAN) میں واقع ہے، اور لندن ایرپورٹ سے تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ کا راستہ ہے، آج چونکہ اتوار تھا، اس وجہ سے دوکانیں عام طور پر بند تھیں، البتہ راستہ میں کچھ جگہیں ایسی بھی نظر آئیں جہاں پوری مارکٹ کھلی تھی، اور بازاروں کی چہل پہل نظر آرہی تھی، لندن شہر بڑا صاف ستھرا اور نظام کا پابند ہے، گھڑی میں لوگ بیٹھے ہیں تو ہارن نہیں بجاتے ٹرانک کا نظام بہت پختہ اور عمدہ ہے، سڑکیں کشادہ اور جم جم کرتی نظر آتی ہیں، کلیپٹن کے راستہ میں ایک جگہ کٹام (STAMFORD HILL) ہے، یہاں یہودی کثیر تعداد میں آباد ہیں، یہودیوں کا عام طور پر لباس ایک لانا گھٹنوں تک کا کوٹ اور مخصوص قسم کی پیکون یا پتلون نما پیجامہ ہوتا ہے۔ ۹۵ فی صد یہودی خواہ جوان ہو یا بوڑھا ڈاڑھی رکھتا ہے، ہر بڑے چھوٹے کے سر پر ہیٹ نما ٹوپی ہوتی ہے، چھوٹے بچوں کا بھی یہی لباس ہوتا ہے، عورتوں کا لباس بھی سارے ہوتا ہے، مجھے لندن میں مختلف یہودی آبادیوں سے گزرنا ہوا میں نے ہر جگہ کا منظر ہی دیکھا، یہودی بہت کڑ قسم کے مذہبی ہوتے ہیں اور اپنی مذہبی رسوم و عادات کے سختی سے پابند نظر آتے ہیں، ان کا میل ملاپ دوسروں سے نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے

عام زندگی میں وہ عیسائیوں سے بھی دور دوری رہتے ہیں، اپنے کام سے کام رکھو یہ یہودی زندگی کی بہت خاص بات ہے۔

ہم لوگ لندن کے شہر پر دائرہ نگاہ ڈالتے ہوئے پون گھنٹے میں مولوی اسماعیل کے گھر کیلین آگئے، یہاں حاجی نصر اللہ خاں صاحبؒ اور بعض دوسرے اجاب ہمارے منتظر تھے۔

ان حضرات سے مل کر سفر کی کلفت دور ہو گئی، ناشتہ اور کھانے سے فارغ ہو کر میں اپنی آرام گاہ میں چلا گیا اور عصر تک سوتا رہا، چونکہ رات بھر کا جاگنا ہوا تھا، اسلئے بڑی

(۱) حاجی نصر اللہ خاں صاحبؒ کا تعلق گجرات سے ہے، عرصہ دراز سے برطانیہ میں مقیم ہیں اور یہاں کے سماجی اور دینی کاموں میں بڑا چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اللہ نے ان سے اس بلاد کفر و ضلالت میں بڑا کام لیا ہے اور لے رہے ہیں، بہت سی مساجد اور مدرسے انکی جدوجہد اور محنت سے برطانیہ میں قائم ہوئے ہیں۔

مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ سے بیعت و ارشاد کا اور مولانا اسعد صاحبؒ مدنی سے عقیدت و محبت کا تعلق ہے، برطانیہ میں ایک شہر نئی ٹن ہے وہیں اس وقت ان کا قیام ہے، یہ اپنے شہر سے پیرانہ عمری میں سوا دو سو یا ڈھائی سو کیلو میٹر کا سفر کر کے آئے تھے، بہت سیدھے سادے اور متواضع شخص ہیں، مزاج میں مزاج ہے، انکی صحبت سے خواہ کتنی بھی طویل ہو گراں باری نہیں ہوتی، میرے پورے قیام برطانیہ کے دوران بیشتر جگہوں پر یہ میرے ساتھ ساتھ تھے، لندن شہر سے باوجود اس کی وسعت کے ایسے واقف ہیں جیسے کوئی اپنے محلہ کی گلی کو چوں سے واقف ہوتا ہے ایک مضافان کی رفاقت میں پورے لندن شہر کو ہم نے گھوم پھر کر کے دیکھا۔ اللہ ان کی عمر کو دراز کرے، مولوی اسماعیل سے ان کا خصوصی تعلق ہے، برطانیہ میں بہت سے دینی و دنیوی پروگرام ان دونوں کی مشترک کوششوں سے انجام پاتے ہیں۔

گہری نیند آئی، سو کر اٹھا تو طبیعت بہت ہلکی پھلکی محسوس ہوئی۔

آج عصر بعد میرا ایک پروگرام تھا، یہاں عموماً دینی پروگرام مساجد ہی میں ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ میرا پروگرام (FLASHET GARAVE) جگہ نام کی ایک مسجد میں ہے، یہ جگہ لندن شہر ہی میں ہے مگر کلیٹن سے اچھا خاصا فاصلہ ہے، ہم لوگ تیار ہو کر اپنے اس پروگرام کیلئے چل پڑے اور عصر کی نماز حسب پروگرام یہاں کی اسی مسجد میں ادا کی گئی جہاں مجھے تقریر کرنی تھی۔

برطانیہ میں عام طور پر مساجد بہت شاندار ہیں، کشتیوں جگہوں پر انکو بنایا گیا ہے، اندر اور باہر سے بہت صاف ستھری، تقریباً تمام مساجد میں بہترین قالین بچھے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے۔ استنبا خانہ اور باتھ روم بھی بہت صاف ستھرے دھنوک جگہ چمکتی دکھائی دے گی۔ دھنوک کے بعد ہر تہ پوچھنے کیلئے جو تولیہ ہوتے ہیں وہ بہت صاف، بعض جگہ چھوٹے چھوٹے تولیے ہوتے ہیں آپ اس سے دھنوکا پانی خشک کر کے ایک ڈرام حبشی شکل میں ڈال دیتے، ایک تولیہ ایک ہی آدمی استعمال کر لے گا اس کو دوسرا استعمال نہیں کرے گا۔ تقریباً سبھی مسجدیں مہمان خانہ کا نظم بھی ہوتا ہے، اور بہت سی مساجدیں پورا باورچی خانہ اپنے نام لوازمات کے ساتھ موجود ہوتا ہے کہ مہمان جب چاہے کھانا بنا لے اور جب چاہے ناشتہ اور چائے کا انتظام کر لے، اور یہ سارا انتظام مساجد کیٹیجی طرف سے ہوتا ہے، ہم نے بہت سے گرجوں کو بھی دیکھا، گرجوں میں بستی بے رونقی نظر آئی اسی اعتبار سے مساجد پر رونق اور پرشکوہ نظر آئیں، نمازیوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہوتی ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ نوجوان طبقہ بھی بڑی تعداد میں نظر آتا ہے۔

برطانیہ میں شور و ہنگامہ کو پسند نہیں کیا جاتا اسی وجہ سے گاڑیوں میں ہارن کا بجانا بھی معیوب ہے۔ میوزک جہاں بکتے ہیں اس کی آواز بھی بہت دھیمی ہوتی ہے بعض ہوٹلوں میں جانا ہوا تو وہاں ٹیلی ویژن پر میوزک بج رہا تھا مگر اس کی آواز بہت ہلکی اور دھیمی تھی جو کانوں کو بھلی معلوم ہو رہی تھی، اور ہٹوں آنے جانے والوں کیلئے

کسی ناگواری کا باعث بھی نہیں تھی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ برطانیہ میں مساجد میں لافٹ اسپیکر پراذان تو ہوتی ہے مگر اس کی آواز باہر نہیں جاتی، البتہ گھروں میں ایک مانک فٹ ہوتا ہے جس کا سلسلہ مساجد کے مانک سے جڑا ہوتا ہے اس وجہ سے ہر گھر میں اذان کی آواز سنی جاتی ہے، مساجد میں جو تقاریر ہوتی ہیں وہ بھی اسی نظام کے تحت گھر میں بیٹھ کر آدھی سن لیتا ہے، مساجد میں گھن گرج کے ساتھ تقریریں ہوتی ہیں مگر مسجد کے باہر کچھ نہیں سنائی دیتا اور گھروں میں آپ بڑے اطمینان سے پوری تقریر سن سکتے ہیں، یہاں کی مساجد میں عموماً ایسی مشینیں فٹ ہوتی ہیں کہ اگر آپ کے پاس موبائیل ہے اور وہ آن ہے تو مسجد میں داخل ہونے کے بعد وہ خود جام ہو جاتا ہے، اور یہ کارنامہ اس مشین کا ہوتا ہے جو مسجدوں میں فٹ ہوتی ہیں، اس وجہ سے موبائیل آن ہونے کے بعد بھی اس کی گھنٹی نہیں بجتی۔

\_\_\_\_\_ PLASHETGARAV کی مسجد کا ذکر آگیا تو برطانیہ میں مساجد کے سلسلہ کی یہ باتیں بھی زیرِ قلم آگئیں، ذکر چل رہا تھا کہ ہم یہاں عصر کے وقت تقریر کیلئے بیٹھ چکے تھے، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک فوجیان آیا اور بڑی عقیدت سے ملا، اور بتلایا کہ میرا نام محمد نور ہے اور میں گجرات کے شہر سورت کے قصبہ ترکیشور کا رہنے والا ہوں۔ اس نے مزید کہا کہ مجھے آپ سے غالباً نہ تعارف ہے، آپ کی کتابیں پڑھ چکا ہوں، اور میری بڑی خواہش تھی کہ آپ کی زیارت کا موقع ملے۔ آج لندن میں مجھے یہ موقع ملا۔ میں نے اس کی محبت کا جواب بہت سے دیا اور اس کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے میری حقیر ذات کو کہاں کہاں اور کیسے کیسے لوگوں سے متعارف کرا دیا ہے۔

اس کے بعد ایک دوسرے صاحب جو نوجوانی کی سرحد کو پار کر چکے تھے وہ بھی اسی طرح پیک کر اور بڑی عقیدت و محبت سے ملے، اور اپنا نام موسیٰ بتلایا، اور بتلایا کہ میں گجرات بھروچ شہر کا رہنے والا ہوں اور ڈابھیل میں آپ کا خادم اور شاگرد رہ چکا ہوں تو مجھے اپنے عزیز شاگرد موسیٰ سلمہ یاد آگئے یہ ڈابھیل میں بہت دن تک میرے لئے مہیج سے کھانا لانے اور ہر جمعہ کو میرے کپڑے دھونے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔

ان سے تقریباً ۲۵/۲۶ سال بعد لندن میں ملاقات ہو رہی تھی۔ اس اچانک ملاقات سے وہ بھی بہت خوش تھے اور مجھے بھی بڑی مسرت تھی، معلوم ہوا کہ وہی اس مسجد کے امام ہیں، میری تقریر سے پہلے انھوں نے ہی میرا سامعین سے تعارف بھی کر لیا، چونکہ میرے پروگرام کی لوگوں کو خبر ہو چکی تھی اس وجہ سے مجمع اچھا خاصا تھا، میں نے تقریباً پون گھنٹہ تقلید کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت پر تقریر کی، اس مجمع میں نوجوان بھی اچھی تعداد میں تھے اور اردو سمجھنے والے تھے، الحمد للہ تقریر کو لوگوں نے دلچسپی سے سنا اور لوگوں کو بات سمجھ میں آئی۔

مغرب کی نماز سے پہلے ہم لوگ حاجی عمر صاحب کے گھر آ گئے، نماز مغرب بعد ان کے گھر ہی کھانا کھایا گیا اور پھر تھوڑی دیر کی نشست کے بعد ہم لوگ مولوی اسماعیل صاحب کے گھر آ گئے، عشاء کی نماز ان کے گھر کے ایک کمرہ ہی میں پڑھی گئی اور پھر میں تو اپنے کمرہ میں آ گیا اور مولوی اسماعیل اور حاجی نصر اللہ خاں صاحب اور پاس پڑوس کے بعض دوسرے احباب کی مجلس رات دیر تک چلی رہی۔

مجھے بتلایا گیا تھا کہ یہاں فجر کا وقت دو بجے شب ہی سے شروع ہو جاتا ہے، میری ایک دفعہ آنکھ کھلی تو ڈھائی بج رہا تھا، میں نے سوچا نماز سے فارغ ہو جاؤں، مجھے فجر کی نماز سے پہلے نہانے اور اس کے بعد چائے پینے کی عادت ہے، نہانے کیلئے نیچے کی منزل میں جب غسل خانہ کے پاس پہنچا تو مجھے بجلی کا ٹپن نہیں مل رہا تھا کہ اسے دبا کر غسل خانہ میں روشنی کر دوں، اپنے اپنے کمروں میں سب سوئے تھے، اندھیرے ہی میں میں نے غسل کیا، اب چائے کی خواہش تھی، مولوی اسماعیل کو جگانا نہیں چاہ رہا تھا جب دیر ہونے لگی تو میرے سر میں درد شروع ہو گیا اور میں پریشان ہو کر اپنے کمرہ میں نیچے آیا تو اتفاق سے میری کھٹ پٹ سے مولوی اسماعیل کی آنکھ کھل گئی انھوں نے اسی وقت چائے بنا کر پلائی تو آرام ملا اور سر کا درد غائب ہوا۔

مجھے بہت ٹھنڈا پانی پینے کی عادت ہے، لندن کا موسم گرم بھی تھا میں نے برمت

ڈال ڈال کر خوب ٹھنڈا پانی پیا تھا، اس کی وجہ سے گلے میں خراش پیدا ہو گئی تھی، اور بڑی تکلیف محسوس ہو رہی تھی، اس وقت یہ تکلیف اندوں پر تھی میں نے اپنا علاج کیا یعنی تیز گرم پانی سے دیر تک غرارہ کرتا رہا، الحمد للہ اس عمل سے بہت سکون ہوا اور پھر جذبار پورے دن میں یہ عمل دہراتا رہا تو خراش کا تکلیف بالکل ختم ہو گئی، پھر میں نے برطانیہ کے پورے قیام کے دوران تیز ٹھنڈا پانی پینے سے احتراز کیا۔

چائے اور نماز سے فارغ ہو کر مولوی اسماعیل نے کہا کہ گھر فون کر لیجئے، گھر پر فون کیا اور بچوں کی خیریت معلوم کی اور اپنے باعافیت لندن پہنچنے کی اطلاع دی، پھر اپنی بڑی بیٹی کو فون کیا اس سے اور داماد سے بات ہوئی یہ سب میرے لندن بخیریت پہنچ جانے کی خبر سے خوش تھے۔

میں غازی پور سے لندن فون کرتا تھا تو منٹ دو منٹ ہی میں سو روپے کے قریب خرچ ہو جاتا تھا، مولوی اسماعیل نے بتلایا کہ برطانیہ میں فون بہت سستا ہے، ساڑھے تین پونڈ یعنی ہندوستانی ڈھائی سو روپے کے آس پاس کی رقم میں ۴۰ منٹ تک دینکے جس حصہ میں چاہیں آپ بات کر سکتے ہیں، یہاں فون کرنے کیلئے کارڈ سسٹم ہے، میں نے غازی پور بات کی تو ایک منٹ لگا اور ایک منٹ موبات کرنے لگا، آپ حساب لگائیں کہ کس قدر فون سستا ہے، اگر غازی پور سے ہندوستان کے بمبئی شہر میں آپ بات کریں تو دو منٹ میں پچاس روپیہ لگ جاتا ہے، پاکستان بات کیجئے تو سو روپے سے زیادہ لگتا ہے، اور لندن بات کریں تو دو سو روپیہ لگ جائے، اگر ہندوستان سے ۴۰ منٹ دوسرے ملکوں میں بات کریں تو ہزاروں کی رقم آپ کے جیب سے نکل جائے گی۔ اور یہاں لندن میں صرف ساڑھے تین پونڈ میں ۴۰ منٹ تک دینکے کسی حصہ میں بات کر سکتے ہیں۔

## ایک مرد حق گو و حق آگاہ کی وفات حسرت آیات

مجلہ انور مدینہ لاہور سے معلوم ہوا کہ قائد حسین احمد پاکستان میں آخری سہ ماہی

یعنی حضرت مولانا قاضی منظر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ ۳۰ فروری ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶ جنوری ۲۰۰۲ء کو اپنی حیات ستار کے ستر سال پورا کر کے اپنے خدا سے جا ملے۔

حضرت قاضی صاحب کی رحلت کا حادثہ ان اہل حق کے لئے بہت بڑا جھٹکا ہے جو پاکستان میں حق کی سر بلندی کے لئے جان داؤں پر لگائے ہوئے ہیں، قاضی صاحب ان کے لئے بڑا سہارا تھے، اور ان کا وجود ان مجاہدین کے خون کو گرائے رکھتا تھا۔

حضرت قاضی صاحب راہ سلوک و تصوف کے ایسے مرد حق آگاہ تھے جن کو صرف اپنی کٹیا اور خانقاہ ہی سے مطلب نہیں تھا، بلکہ وہ تصوف و سلوک کے جام و ساعترے بادہ کستی کو نیولے ایسے مرد آہن تھے جن کی پوری زندگی باطل سے ٹکڑا نے اور فرق باطلہ کے رد و ابطال میں گزری اس کے لئے مرن کو بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا، پیرانہ سالی میں پاکستانی حکومت نے انکو

نظر بند کیا اور جیل کی ہوا کھلائی، مگر حضرت قاضی صاحب صاحب عزیمت تھے، پاکستان میں جانشین شیخ الاسلام تھے، ان کی تربیت حضرت مدنی جیسے اسلام کے مجاہد و راہنما نے کی تھی، جن کی خود پوری زندگی مسلسل جہاد تھی اور جو پورے برصغیر میں اسلام کی ایسی شمع فروزاں تھے جو خطرناک آنڈھیلوں اور دل دہلا دینے والی بجلیوں اور طوفانوں میں بھی

محمد اسماعیل مفتاحی مونا تھ  
بھجنی یو پی انڈیا

اپنی جگہ پر قائم رہی اور جلتی رہی، حضرت قاضی منہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے اسی بطل جلیل کے پر تو تھے، ان کی زندگی کا عکس جمیل تھے، اور انہیں خصوصیات سے اللہ نے ان کو بھی نوازا تھا۔ جن سے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، باطل کے خلاف آواز اٹھانا، حق کے لئے ڈٹ جانا اور لومۃ لائیم کی پرواہ کئے بغیر دین و شریعت کی راہ دکھانا حضرت قاضی صاحب کا پوری زندگی کا مشن تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی کا نمونہ ہندوپاک میں اب دیکھنے کو نہیں ملے گا۔

آج کل "رواداری" کا دور ہے، اسلام پر حملہ ہو رواداری ہے تو کچھ نہ بولو، باطل طاقتیں پورے دم خم کے ساتھ میدان میں اتریں اور اسلام کے خلاف جو چاہیں سازشیں رچیں، مگر تم زبان سی لور واداری ہے تو خاموش رہو، گمراہ فرقوں اور تحریکوں کے خلاف آواز بلند کرنا اور ان کی حقیقت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا بھی جرم بن گیا ہے، اس لئے کہ یہ بات رواداری کے خلاف ہے، اللہ والوں کو گمراہ اور مشرک کہا جائے صحابہ کرام کی عزت و ناموس کو تار تار کیا جائے، دین کی غلط تشریح ہو، کتاب و سنت کی تحریف ہو، مگر آج کا روشن خیال طبقہ بے غیرتی اور بے حسی کے اس مقام پر ہے اس کے دل میں ذرا ٹیس نہیں اٹھتی اور اگر کسی نے ان گمراہ لوگوں کے خلاف اپنی زبان کھولی یا قلم چلایا، ان روشن خیالوں کی طرف سے شور سنائی دینے لگتا ہے کہ آج کل کا دور اتحاد کا ہے، مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے سے بچنا چاہئے، تشدد اور تعصب سے اپنے ذہن و دماغ کو صاف رکھو سب کے ساتھ رواداری برقرار رکھو اتحاد اور رواداری کی اس خوش نما دعوت سے اپنی دینی بے غیرتی اور بے حسی پر پردہ ڈالے رہتا ہے۔

پاکستان میں حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کو بھی رواداری کے ایسے پیجاریوں اور اتحاد کی دعوت کے ایسے نعرہ بازوں سے سابقہ رہا ہے، مگر حضرت قاضی صاحب نے ان نعرہ بازوں اور پیجاریوں کو کبھی کوئی اہمیت نہیں دی، اور حجابات حق سمجھی اسے بر ملا



کہا، اور جس باطل تحریک اور فرقہ نے سڑٹھایا اس کے خلاف ان کا قلم چلا اور انکی آواز بلند ہوئی، اور انھوں نے اسلام کے قلعہ سے ان پر زبردست بمباری کی، یعنی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ وہی تھا جو ان کے شیخ کا تھا، مرد مست قلم نہ بھی تھے، مجددیت و تواضع کا بیکو بھی تھے، صاحبِ کلم اور صاحبِ سنان بھی تھے جہادی میدان کے مرد آہن تھے، پیشانی پر عبادت کا نور تھا، سراپا اخلاق سراپا محبت بھولے بھولے ایسے کہ ان کو دیکھ کر دل گواہی دے کہ یہ اللہ کا وہ بندہ ہے جس کا دل دنیاوی اغراض و طمع سے خالی اور اللہ کی یاد سے آباد ہے۔

میری ملاقات حضرت قاضی صاحب سے صرف ایک مرتبہ مدینہ پاک میں ہوئی تھی اور اس ایک ملاقات نے حضرت قاضی صاحب کے سراپا کا نقش دل پر کچھ ایسا مرسم کیا کہ آج بھی وہ میرے تصور کی نگاہوں میں ایسے ہیں۔

حضرت مفتی عاشق الہی صاحب برنی مدینہ پاک میں قبا کے قریب کسی جگہ رہتے تھے مگر رمضان پاک میں وہ ایک ماہ کے لئے حرم پاک سے بالکل قریب ایک مدرسہ میں جو بنجاریلو کا ہے وہاں آجاتے تھے، اور انکی یہ قیام گاہ علمائے ہندوپاک کا مرکز بن جاتی تھی، میرے لپوہ حضرت مفتی صاحب کی خاص شفقت تھی، عمرہ کے لئے جب میرا جانا ہوتا اور مدینہ پاک حاضری ہوتی تو میرا کھانا پینا سحر و افطار زیادہ تر حضرت مفتی صاحب کے ساتھ ہوتا، چند سال قبل کی بات ہے جب حضرت مفتی صاحب باجرات تھے، حسب معمول میں عمرہ کیلئے گیا اور مدینہ پاک کی حاضری کے موقع پر میرے قیام کی جگہ حضرت مفتی صاحب کی قیام گاہ تھی ایک روز بعد عصر میں حسب معمول ان کی خدمت میں پہنچا تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ تم کو پاکستان کے ایک بڑے عالم حضرت شیخ مدنی کے خلیفہ مولانا قاضی منظر حسین صاحب یاد کر رہے ہیں، بعد مغرب ان کا آدمی آئے گا اور تمہیں ان کے پاس لیجائے گا، حضرت قاضی صاحب سے میں پہلے سے واقف نہیں تھا، نہ ان کا نام سنا تھا، خیال گزرا یہ کتنی بزرگ ہیں اور مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں، مگر چونکہ مفتی صاحب نے ان کے نام کے ساتھ حضرت مدنی کے

خلیفہ کا بھی جلد بڑرکھا تھا اس لئے اب مجھے خود بھی خواہش ہو گئی اس بزرگزیہ ہستی سے ملاقات کی جائے، جس کو حضرت مدنی سے خلافت کی نسبت ماحصل ہے، چنانچہ میں بعد مغرب حرم سے جلد ہی مکمل مفتی صاحب کے پاس پہنچا اور پھر دس منٹ کے بعد دو تین آدمی مجھے لینے کیلئے آگئے، ان کے ساتھ میں حضرت قاضی صاحب کی اقامت گاہ پر پہنچا وہ اوپر کے حصہ میں تھے، ہم بھی سیڑھیاں طے کر رہے تھے کہ حضرت کھڑے ہو کر ہماری طرف بڑھے، اور پیک کر سینہ سے لگایا اور دس منٹ تک اپنے سینہ مبارک سے لگائے رکھا، چہرہ گلاب کی طرح خوشیوں سے کھل رہا تھا، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ چہرہ سے روشنی پھوٹ رہی ہے، میں نے اپنی زندگی میں بہت کم ایسا پروردہ چہرہ دیکھا ہے، اور پھر انھوں نے رد غیر مقلدیت پر میری کتابوں کے بارے میں گفتگو شروع کی اور بہت بلند اور عرصہ افزا کلمات سے نوازتے رہے، میں بھی آپ کے تواضع اور اپنائیت اور محبت اور بے تکلفی کے انداز سے ایسا متاثر ہوا کہ اس کا احساس کئے بغیر کہ میں کتنی عظیم اور بلند شخصیت کے سامنے ہوں، خوب باتیں کرتا رہا، حضرت اپنی دعاؤں سے نوازتے رہے، خورد و نوازی کا ایسا مظاہرہ انھیں سے ہوتا ہے، جو وحدیت و قائمیت کا مظہر ہوتے ہیں، اخلاص کا پیکر ہوتے ہیں، دل کے اعتبار سے سمندر ہوتے ہیں، اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرت والا کی نگاہ سے میری عربی کتاب وقفۃ مع اللامذہبیۃ اور بعض دوسری کتابیں اور تحریریں گزر چکی ہیں، اور حضرت نے اسے پسند فرمایا ہے، اور فقہ غیر مقلدیت سے حضرت کافی فکرمند ہیں، اور میری کتابوں کو اس فقہ کی سرکوبی کیلئے مفید پایا ہے۔

یہ مجلس پندرہ بیس منٹ کی تھی مگر اس کی یاد اب تک تازہ ہے، پھر میرا پاکستان جانا ہوا، میری خواہش تھی کہ میں حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حاضری دوں مگر لاہور کے غمخسوں نے مجھے اس موقع پر لاہور سے باہر جانے نہیں دیا، نواز شریف کا زمانہ تھا، علماء کی پکڑ دھکڑ بڑے زور شور سے جاری تھی و مدارس دینیہ حکومت کے زیرِ عتاب تھے میری تقریر کا پروگرام بھی بہت تھا طریقہ پر لوگ بنا رہے تھے، جس روز ٹی وی پر اسی روز شب میں نواز شریف کی حکومت کا تختہ مشرف نے پلٹ دیا، جابرول کو

جاہلوں کے انجام سے عبرت حاصل نہیں ہوتی، کل جو نواز شریف کر رہا تھا آج وہی سب کچھ بلکہ اس سے بھی زیادہ مشرف کر رہا ہے، حکومت اور طاقت و قوت آجانے کے بعد انسان کو فرعون بننے دیر نہیں لگتی، مگر وقت کے ان فرعونوں کو معلوم نہیں کہ ان کا انجام بھی حضرت موسیٰ کے زمانہ کے فرعون جیسا ہوگا، ذلت و رسوائی ہر ظالم و جاہل کا مقدر ہے۔  
حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ سے وابستہ حضرت مولانا صفدر این اکاڈمی

تھے، اپنے شیخ کے عاشق زار اور حق کی وہی چنگاری اپنے سینہ میں دبائے ہوئے تھے جو حضرت قاضی صاحب کے سینہ میں دھک رہی تھی۔ اس سفر میں مولانا صفدر این سے خوب ملاقاتیں رہیں، ان کی مجلس میں بیٹھ کر حضرت قاضی صاحب کی یاد تازہ ہوتی رہی۔

قاضی صاحب کی پوری زندگی بے مثال کردار، بے مثال عزیمت و جرات اور دین کی راہ میں جدوجہد کا نمونہ تھی، حضرت قاضی صاحب نے یہی سبق پاکستان میں اپنے وابستہ لوگوں کو بھی سکھایا ہے، حضرت قاضی صاحب جس قائد اہل حق کی سپہ سالاری کر رہے تھے وہ قائد انشاء اللہ انھیں خطوط پر گامزن رہے گا اور اپنا سفر طے کرتا رہے گا۔  
جن خطوط پر حضرت قاضی صاحب گامزن تھے اور ان کی اس تحریک کو زندہ رکھے گا جس کے وہ سپہ سالار تھے، اور جس کی قیادت میں انھوں نے اپنی جان کھپا دی۔

میری معلومات کی حد تک پاکستان میں حضرت قاضی صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری خلیفہ تھے، ان کے بعد یہ سلسلہ الٰہی ختم ہو گیا، حضرت مدنی کے شاگردوں کی تعداد پاکستان میں اب بھی کچھ نہ کچھ ہے، مریدین بھی ہیں مگر خلافت کی سعادت سے جو حضرات پاکستان میں بہرہ مند رہے ہیں، ان گنے چنے نفوس میں حضرت قاضی صاحب آخری شخص تھے، اس لائن سے بھی پاکستان کے مسلمانوں کا زبردست خسارہ ہے، حضرت قاضی صاحب کا حلقہ بڑا وسیع تھا اور پاکستان والوں میں آپ کی محبوبیت بے مثال تھی، آپ کی تربیت میں رہ کر سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرنے والوں کی بڑی تعداد ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حضرت قاضی صاحب رحمہ فیض

جاری و باقی رکھے۔

حضرت قاضی صاحب صرف ایک مربی قائد تحریک اہل سنت، مجاہد اور پیر طریقت ہی نہیں تھے، بلکہ آپ کا شمار پاکستان کے ذی علم قابل اعتماد اور چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا، صاحب قلم ایسے تھے کہ ہزاروں صفحات آپ کے قلم کی زینت بنے ہوئے ہیں، مختلف موضوعات پر آپ کی درجنوں کتابیں ہیں، ان کتابوں سے حضرت قاضی صاحب کے وسیع اور عمیق علم کا اندازہ ہوتا ہے، قلم جب فرمائے باطلہ کے رد میں اپنی جولانی دکھاتا ہے تو حضرت قاضی صاحب کی دینی غیرت و حمیت جوش مارتی ہوئی نظر آتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت اور صحابہ کرام کی عظمت و عقیدت سے سرشار قلم اعلان حق میں کسی مہانت کا شکار نظر نہیں آتا۔ اس دور قحط الرجال میں حضرت قاضی صاحب کا حادثہ وفات ہم سب کو خصوصاً اہل پاکستان کو بڑی آزارش میں مبتلا کر دینے والا ہے، ایسا صاحب عزیمت انسان بہت دنوں کے بعد پیدا ہوتا ہے یعنی ہزاروں سال نرگس اپنی بے لوری پہ روتی ہے تب جا کر کہیں بڑی مشکل سے جہاں میں ایسا دیدہ ور پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، امدان کے مشن اور ان کی تحریک کو زندہ رکھنے کا سامان پیدا کر دے۔

#### مٹ کا بقیہ :-

یہی وجہ ہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا یہ انتہائی درجہ گری اور دنی حرکت ہے اور اس کے گھناؤنے پن کا انداز اس سے لگاؤ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال اس آدمی کی بتلائی ہے جو تے کر کے پھر اسے چاٹ لے، کیا کوئی شریف طبیعت اس کو گوارا کرے گی، جس طرح اس بات کو کوئی شریف اور اچھا آدمی گوارا نہیں کرے گا اسی طرح کسی شریف آدمی سے اس کی بھی توقع نہیں کی جاسکتی کہ ہدیہ کرنے کے بعد اس کو واپس لے کر اپنے کمینہ طبیعت ہونے کا اعلان کرے۔

محمد اسماعیل مفتاحی منو ناتھ بھٹنچن یوپی انڈیا

مکتبہ اشریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوماہی دینی و علمی مجلہ

شمارہ ۲۷

۵۱۴۲۵



جلد ۷

رجب  
شعبان

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی پوری

سالانہ چندہ ————— ۷۰ روپے  
پاکستان کیلئے پاکستانی ۱۲۰ روپے سالانہ  
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر مالک سے  
دش ڈالر امریکی

پستاً

مکتبہ اشریہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور۔ یوپی

فون نمبر ۲۲۲۱۷۵۷۷۲۲۵۳۳-۰۵۴۸

۲۳۳-۰۰۱

پن کوڈ

## فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۶	محمد ابوبکر غازی پوری	نبوی چایات
۱۰	مفتی مرغوب احمد لاچپوری	علم فقہ اور فقہاء کی اہمیت و فضیلت
۲۵	محمد ابوبکر غازی پوری	عورتوں کو مسجد میں نماز کیلئے حاضر ہونے کا مسئلہ
۴۳	" "	کیا مصیبت کرام کا ہر فرد فقیہ تھا؟
۴۶	طاہر شیرازی	نعماء سلفیت
۵۳	محمد ابوبکر غازی پوری	برطانیہ کا سفر
۶۰		محترم ڈاکٹر رشید الوحیدی صاحب کا ایک خط اور بڑے بھائی کے انتقال پر ان کے تاثراتی اشعار

کتبہ

شمس الحسن محلہ کوٹ ادوی

طرابلس مفتاحی

اداریہ



حالیہ الکشن میں جس طرح الٹ پلٹ ہوئی اور فرقہ پرست طاقتوں کو منہ کی کھانی پڑی اس انقلاب و تبدیلی میں مسلمانوں کے شعور اور ان کی حکمتِ عملی کا بڑا عمل و دخل ہے، انھوں نے بہت سمجھ بوجھ کر اپنے ووٹ کا استعمال کیا اور انھوں نے اس حکمتِ عملی کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کو نظر انداز کر کے کوئی بھی پارٹی بہت دنوں تک حکومت اور اقتدار کی گدھی نہیں سجالے رہ سکتی۔ محض اکثریت کے ووٹوں کے بل بوتے پر کوئی مسندِ اقتدار تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کا احساس اب فرقہ پرست طاقتوں کو بھی ہو گیا ہے، اگرچہ اب بھی بہت سے متعصب فرقہ پرست اپنی راگ دوسری ہی الاپ رہے ہیں مگر سنجیدہ بی جے پی کے حلقے سمجھ چکے ہیں کہ مسلمانوں کو نظر انداز کرنا اور ان کے مسائل سے آنکھ بند کرنا اور گودھرا جیسے واقعات پر اترانا اور فخر کرنا ان کو بہت ہنگامہ پڑا ہے، اور آج ان کے ہاتھ سے جو مسندِ اقتدار چھین گئی ہے اس میں بہت بڑا دخل گودھرا فساد کا ہے۔

گودھرا فساد نے پوری دنیا میں بی جے پی کو بدنام کر کے رکھ دیا تھا، حکومت کی شبیہ کو بہت گھناؤنا بنا دیا تھا۔ مودی کی بیجا حمایت نے دہلی کی بھاجپائی حکومت پر سوالیہ نشان لگا دیا تھا، مگر اقتدار کی مستی میں بی جے پی کو اس کا احساس نہیں ہو سکا کہ مودی اس کی حکومت کو لے ڈوبے گا، اور مسلمانوں کے ساتھ نفرت اور دشمنی کی پالیسی دہلی کی حکومت کھا جائے گی، اور ہوا وہی جس کا بی جے پی اور فرقہ پرستوں کو وہم و گمان بھی نہیں تھا، قدرت کے آسمانی فیصلہ نے بی جے پی اور فرقہ پرستوں کو حواس باختہ کر دیا ہے۔

اس موقع پر ہمیں ہندوستان میں بسنے والے اپنے ہندو بھائیوں کا بھی شکر گزار ہونا چاہئے کہ ان کی اکثریت نے مودی کی مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور زیادتی کو بہت بُری نگاہ سے دیکھا تھا، اور اس کے ظلم کے خلاف ان کا مسلسل احتجاج رہا، اور انھوں نے بھی بی جے پی حکومت کو اکھاڑ پھینکنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اب کانگریس کی حکومت آئی ہے، کانگریس کو بہت دنوں کے بعد یہ دن دیکھنے کو ملا ہے، سابقہ کانگریس حکومتوں میں مسلمانوں کے ساتھ کانگریسیوں نے کچھ اچھا معاملہ نہیں کیا تھا، جس کا مزہ ان کو آج تک چکھنا پڑ رہا ہے، اب کانگریسیوں کو بہت سمجھ بوجھ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کے مسائل سے چشم پوشی اور ان کے ساتھ کسی طرح کا بھید بھاؤ اور زیادتی کانگریس کو پھر بہت ہنسکی پڑ سکتی ہے، ہمیں امید ہے کہ کانگریس نے سبق حاصل کر لیا ہوگا اور وہ اپنی سابقہ غلطیوں کا اعادہ نہیں کرے گی اور مسلمانوں کے ساتھ بھرپور انصاف ہوگا۔

اچھا ہے کہ کانگریس کی تنہا حکومت نہیں بن سکی، اگر ایسا ہوتا تو کانگریسیوں کا دماغ بھی آسمان پر ہوتا، ان کو گھیرنے اور ان کے فیصلوں کی نگرانی کے لئے کئی جماعتیں ہیں، جن کی حمایت اور تعاون سے کانگریس کی حکومت بن پائی ہے، یہ ساری جماعتیں وہ ہیں جن کا ذہن اور سوچ سیکور ہے، فرقہ پرستوں سے ان جماعتوں کو نفرت ہے، ہمیں پوری امید ہے کہ ان جماعتوں کے ساتھ موجودہ کانگریس حکومت اپنا پانچ سالہ دور پورا کرے گی اور ملک کو اس کے دور میں ترقی، خوشحالی اور نیک نامی حاصل ہوگی۔

پڑوسی ملک پاکستان سے ملنے والی اطلاعات ہمارے لئے بڑی تشویش کا باعث ہیں، مشرف کی امریکہ نواز پالیسی اور اسلام کے ساتھ اس کی خفیہ دشمنی نے وہاں کی عوام خصوصاً دینی طبقہ کو بڑی فکر اور بڑی تشویش میں مبتلا کر دیا ہے، اسلامی جماعتوں اور اداروں کے ساتھ مشرف کی موجودہ کاروائیاں وہی ہیں جن کا اشارہ اس کو امریکہ سے مل رہا ہے۔ پاکستان کی موجودہ حکومت پوری طرح سے امریکہ کے دباؤں میں ہے اور اب اسی کے اشارہ پر



ایک دفعہ پھر قبائلی علاقہ میں بمباری کی جا رہی ہے۔ مشرق کو نوشتہ تقدیر پڑھ لینا چاہیے اس کی امریکہ نواز پالیسیاں خود اس کو اور اس کی حکومت کھا جائے گی۔

اسلام کی دعویٰ سعودی حکومت کی امریکہ نواز پالیسی اور دین بیزاری اور مغربی طاقتوں کے سامنے سر جھکانے اور گھٹنا ٹیک دینے کی جو مثالیں ہمارے سامنے آ رہی ہیں ان سے ہمارا سر شرم سے جھک گیا ہے، سعودی حکومت کی امریکہ اور مغربی دنیا سے مرعوبیت کا حال یہ ہے کہ اب ائمہ مساجد پر پابندی ہے کہ وہ امریکہ کے ظلم و جور کی خلاف آواز نہ بلند کریں، نمازوں میں قرآن کی وہ آیتیں تلاوت نہ کریں جن میں یہودیوں کا تذکرہ ہے، اور جہاد کا حکم ہے، نماز میں دعاء قنوت پڑھنا بھی جرم ہو گیا ہے۔

سعودی حکومت کی اس پالیسی نے سعودی عوام کو برگشتہ کر دیا ہے، اور اسلام پسند جماعتوں نے سعودی گورنمنٹ کے خلاف سخت ترین اقدامات کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حال ہی میں سعودیہ میں جو متعدد دھماکے ہوئے ہیں جن میں بہت سی جانوں اور املاک کا نقصان ہوا ہے، یہ وہاں پر اسلام پسندوں کی سعودی حکومت سے بیزاری کی مثالیں ہیں، اگر سعودی گورنمنٹ امریکہ کے تئیں اپنی پالیسی نہیں بدلی تو آنے والے دن اس کیلئے بڑی مصیبتوں کے ہو سکتے ہیں۔ ہم کسی طرح کی دہشت گردانہ کارروائی کو جائز نہیں سمجھتے۔ اسلام پسندوں کی موجودہ کاروائیاں درحقیقت امریکہ اور امریکہ نوازوں کے خلاف ان کا انتہائی منکر جائز اقدام ہے، انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کی تلوار تہی ہوئی ہے اس کا مقابلہ اسی طرح پر کیا جاسکتا ہے، سعودی حکومت کو اپنی امریکہ نواز پالیسی پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے ورنہ امریکہ نوازی کا سودا اس کو بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔

## نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص قرض لے اور اس کی نیت قرض ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا انتظام فرما دیتا ہے، اور اگر کوئی اس غرض سے کسی سے قرض لے کہ وہ اس کا قرض واپس نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو برباد کر دیتا ہے۔ (بخاری)

انسانی معاشرہ میں ہر ایک دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، اور آپس کی مدد و تعاون سے ایک دوسرے کا کام بنتا ہے، کبھی ضرورت ہوتی ہے تو کسی سے قرض بھی لینا پڑتا ہے، قرض لینے کی شریعت میں اجازت ہے، اگرچہ بلا ضرورت قرض لینا کوئی اچھی بات نہیں ہے، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے پناہ مانگا کرتے تھے، لیکن شدید ضرورت پر کسی سے قرض لیا جاسکتا ہے، اب قرض لینے والے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ شخص ہوتا ہے کہ اس کی نیت قرض واپس کرنے کی ہوتی ہے، اس کی نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا ہے، تو ایسے شخص کی اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اللہ اس کے حسن نیت کا وچہ سے اس کے قرض کی ادائیگی کے اسباب پیدا کر دیتا ہے، دوسرا وہ شخص ہوتا ہے کہ قرض لینے کے وقت اس کی نیت میں فساد ہوتا ہے، قرض کی ادائیگی کی نیت نہیں ہوتی ہے، دوسروں کا مال قرض کے نام پر ہڑپ کر جانا اس کا مقصد ہوتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ اس کے مال کی برکت کو ختم کر دیتا ہے، اس کا مال تلف ہو جاتا ہے، اگر وہ تاجر ہے تو اس کی تجارت فیل ہو جاتی ہے، دنیا کی آفتیں ایسے شخص کو گھیر لیتی ہیں، حتیٰ کہ وہ دانے دانے کا محتاج ہو جاتا ہے۔

قرض کے سلسلے میں آنحضرتؐ کا اسوہ یہ تھا کہ آپ وقت پر ادائیگی کا اہتمام فرماتے اور قرض دینے والے کی طرف سے کچھ سنا بھی پڑتا تو اس کو بھی آپ گوارا کر لیتے اور فرماتے کہ حق حق کو حق ہے کہ تقاضا کرنے میں سختی سے پیش آئے، اسے برمانے کی ضرورت نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق جتنا ہوتا اس سے کچھ زیادہ ہی ادا کرتے، یہ تو قرض کے بارے میں آنحضرتؐ کا اسوہ تھا، اور ہمارا کیا حال ہے، ہم میں سے کسی سے مخفی نہیں ہے، قرض کو نہ دینا، مال مٹول کرنا، مانگنے والے سے لڑنا جھگڑنا اور قرض کے مطالبہ پر چیں بجیں ہونا غصہ کرنا یہ سب چیزیں ہمارا روز کا مشاہدہ ہے۔

(۲) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ گزشتہ زمانہ میں ایک آدمی تھا، اس کا انتقال ہوا تو اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی اس سے پوچھا گیا تمہاری بخشش ہو گئی، اس کی کیا وجہ ہے، تو اس نے کہا کہ میرا لوگوں سے لین دین اور کاہد بار تھا، میرا معاملہ یہ تھا کہ اگر قرض لینے والا مالدار ہوتا تو میں اسکو ہملت دیتا کہ اگر آج ادا نہیں ہوا ہے تو کل دے دینا، اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہوتا تو میں اپنے قرض سے کچھ کم کر دیتا تاکہ اس کی ادائیگی میں سہولت ہو (بخاری)

ادھر کی حدیث میں اس کا ذکر تھا کہ قرض لینے والے کو کیسا ہونا چاہئے، اس حدیث پاک میں اس کی ہدایت ہے کہ قرض دینے والے کو کس اخلاق کا مالک ہونا چاہئے یعنی اگر قرض لینے والا وقت پر ادائیگی نہیں کر پارہا ہے تو اسے ہملت دے دو، دو روز کا وعدہ کرے تو کہو کہ اچھا چار روز میں دے دینا یعنی سختی سے پیش آنے کے بجائے سہولت پسندی سے کام لینا چاہئے، اور اگر قرض لینے والا غریب ہے، قرض کی ادائیگی میں

غربت کی وجہ سے دقت ہے تو قرض کی رقم کو کچھ کم کر دینا چاہئے تاکہ اس کا بوجھ ہلکا ہو اور رقم کی ادائیگی بھی جلد ہو سکے، یہ کام اتنا انفعلی اور اعلیٰ ہے کہ اللہ ایسے بندوں سے خوش ہو کر اس کی گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اس کیلئے جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

اگر قرض لینے والوں کے ساتھ قرض خواہ اس طرح کا معاملہ کریں تو ان کی رقم کے ڈوبنے کا امکان بھی بہت کم ہو جاتا ہے، اور آپس کے تعلقات میں خوش گواری رہتی ہے ورنہ عام طور پر قرض لینے والے اور دینے والوں کے درمیان لڑائی جھگڑا رہتا ہے، تعلقات خراب رہتے ہیں، رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کثرت سے مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُکَ مِنَ الْمَآْثِمِ وَ الْمَغْرَمِ۔ (یعنی اے اللہ میں تیرے ذریعہ گناہ کی باتوں سے اور قرض سے پناہ چاہتا ہوں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ قرض سے بہت زیادہ پناہ مانگا کرتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی پر قرض کا بوجھ ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ (بخاری)

قرض لینا کوئی اچھی بات نہیں ہے، شدید ضرورت کے وقت قرض لینا چاہئے، اور اللہ سے اس سے چھٹکارا پانے اور اس کی ضرورت نہ پڑنے کی دعا کرنی چاہئے، قرض لینے سے آدمی بہت سے گناہ کی باتوں میں پڑ جاتا ہے اس کو بار بار جھوٹ بولنا پڑتا ہے، طرح طرح کے جھوٹے چیلے بہانے کرنے پڑتے ہیں، عموماً قرض لینے والا وعدہ خلافی کا مرتکب ہوتا ہے کہے گا کہ فلاں دن دے دیں گے مگر وہ اس وعدہ کی پابندی نہیں کرتا ہے مسلسل جھوٹ اور وعدہ خلافی سے اس کے اندر بہت سی دوسری برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں اس وجہ سے جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی کرنے کو منافق کی علامت بتایا گیا ہے، آنحضرتؐ کا ارشاد

کہ منافق میں تین علامتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وہ بات کہتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کا پابند نہیں ہوتا، اور تیسری یہ کہ وہ خائن اور بد دیانت ہوتا ہے۔  
 (۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 مطلق الغنی ظلم، یعنی مالدار آدمی قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے یہ ظلم ہے۔  
 (بخاری)

قرض ضرورت شدید ہو تو لینے کی اجازت ہے مگر قرض لینے والے کو وقت پر ادائیگی کا پورا خیال کرنا چاہئے۔ اور بلا وجہ ٹال مٹول سے بچنا چاہئے اور قرض لینے والا مالدار ہے، قرض کی ادائیگی میں اس کو کوئی دقت اور پریشانی نہیں تو اس کو فوراً اور وقت پر قرض ادا کر دینا چاہئے، مالدار کا ٹال مٹول کرنا بڑے ظلم کی بات ہے۔ حضور پاکؐ کا صاف ارشاد ہے کہ مالدار کا قرض کی ادائیگی میں آنا کانی کرنا ظلم ہے۔ قرآن پاکؑ کا ارشاد ہے کہ اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرنا یعنی قرض ادا کرنے میں بلا وجہ ٹال مٹول کرنے والا اللہ کو محبوب نہیں مبعوض ہے، اور جب اللہ ہی کی نگاہ میں وہ ناپسندیدہ شخص قرار پایا تو دنیا میں اس کو کیا عزت ملے گی، یہی وجہ ہے کہ نادہند آدمی کو لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور وہ لوگوں کی نگاہ سے گرا رہتا ہے۔

(۵) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الواجد یحل عرضہ وعقوبتہ یعنی جو قرض ادا کرنے پر قادر ہے اور وہ قرض ادا نہیں کرتا وہ اپنی آبرو کو دوسروں کے لئے خود حلال کر دیتا ہے، اور اس کو جائز بناتا ہے کہ اس کو سزا دی جائے۔ (بخاری)  
 یعنی ایسا شخص خود ہی اپنی عزت و آبرو کا سودا کرتا اور دوسروں کی زبان اپنے بارے میں کھلواتا ہے، اس کو دوسروں کے طرح طرح کے طعنے سننے پڑتے ہیں جس کا سبب یہ خود ہوتا ہے، قرض خواہ کے مطالبہ پر ایسے شخص کو حاکم وقت قرض کی وصولیابی کیلئے گرفتار کر کے جیل میں رکھ سکتا ہے۔ قرض لینے دینے کے بارے میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چند ہدایتیں ہمارے لئے نظر کشا ہونی چاہئیں۔

محمد اجماع مفتی

مولانا مفتی غوث احمد لاہوری

ڈیوڑبری - برطانیہ

# علم فقہ اور فقہاء کی اہمیت و فضیلت

## آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :  
يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا  
دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں، اور جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی  
خیر کی چیز مل گئی۔

مفسرین کی ایک جماعت نے "حکمت" سے مراد "فقہ" لیا ہے۔  
(دیکھئے معارف القرآن ص ۲۷۳ تفسیر منظمی اردو ص ۲۲۵ تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۶)  
پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جسے علم فقہ دیا گیا اسے خیر کثیری گئی تفسیر ماحدی میں ہے۔  
"حکمت کی تشریحات بہت سی کی گئی ہیں، لیکن بہترین اور جامع تشریح یہ ہے کہ وہ امور  
دین میں فہم صحیح کا نام ہے :-

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے (مفسرین کی تفسیر کے مطابق) علم فقہ کو "خیر کثیر" سے  
تعبیر فرمایا اور الفاظ قرآنی پر غور فرمائیے "خیر اکثیراً" نہ کہ لائے ہیں اظہار عظمت  
کے لئے، یعنی بہت ہی بڑی نعمت۔ (تفسیر ماحدی)

## احادیثِ نبویہ اللہ تعالیٰ کی بھلائی کا ارادہ دین کی سمجھ ہے

(عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ  
خیراً یرفقہ فی الدین)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا تعالیٰ جس کے  
ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ (بخاری ص ۱۶ ج ۲  
باب من یرد اللہ الخ، کتاب العلم، مسلم ص ۲۳۳ ج ۱ باب النعم عن المسئلة، کتاب الزکوٰۃ  
مشکوٰۃ، کتاب العلم)

تشریح :- دین کا علم حاصل ہو جانا اور دین کی سمجھ بوجہ کامل ہو جانا یہ دونوں بالکل  
الگ الگ چیزیں ہیں، کتابوں یا اساتذہ سے کچھ معلومات کو حافظہ میں جمع کر لینے والا ضروری  
نہیں کہ دین کی صحیح سمجھ بوجہ بھی رکھتا ہو۔ دراصل ہر کام میں جب آدمی ایک عرصہ دراز  
تک مستقل لگا رہتا ہے اور شب و روز اس کا وہی مشغلہ رہتا ہے اور گویا وہی اس کا  
اڈرھنا بچھونا بن جاتا ہے تو اسے اس کام میں ایک خاص ملکہ حاصل ہو جاتا ہے یہی اس  
کام کی سمجھ بوجہ ہوتی ہے، اسی طرح علوم شرعیہ کے طویل انہماک اور عرصہ دراز تک اس  
سے لگاؤ کے بعد وہ علوم اس کے دل و دماغ میں رچ بس جاتے ہیں اور آدمی مزاج شریعت  
سے آگاہ ہو جاتا ہے اور ذہن ایک ایسی لائن پر پڑ جاتا ہے کہ اگر کبھی کسی معاملہ میں  
کوئی علمی روشنی آفتاب نبوت سے نہ بھی ملے تب بھی یہ شخص وہی کرے جو شریعت  
کا منشاء و مقتضی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر ذہن انسانی زندگی کی نئی نئی  
راہوں میں بھی صحیح راستہ نکالنے کے قابل ہو جاتا ہے، جس کو اصطلاح فقہ میں  
مقام اجتہاد کہتے ہیں۔

فقہ کی مجلس میں شرکت ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے

” مجلس فقہ خیر من عبادۃ ستین سنۃ “

یعنی فقہ کی مجلس (یا فقہ کے درس میں شریک ہونا) ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

(طبرانی، فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۵ ج ۴)

## منافق فقہ فی الدین سے محروم ہوتا ہے

(عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصلتان

لا یجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقہ فی الدین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں، خوش اخلاقی اور فقہ فی الدین۔

(ترمذی، مشکوٰۃ کتاب باب الفصل الثالث)

تشریح :- سراج وغیرہ میں بعض سلف سے منافق کی ایک یہ پہچان بتلائی گئی ہے

کہ وہ دنیا کے کام کو آخرت کے کام پر مقدم رکھتا ہے تو مؤمن فقیہ کی شناخت یہ ہوتی کہ

وہ آخرت کو مقدم رکھے اور جب فقہ کی پوری سمجھ حاصل ہوتی ہے تو اس کو دنیا کی نمود سے

بالکل برأت ہو جاتی ہے، پھر بھلا نفاق کا اثر کیسے رہے گا۔ کیونکہ وہ بھی منافق ہے

کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو، چنانچہ بعض احادیث میں تصریح موجود ہے۔

بیہقی نے بعض صحابہؓ سے روایت کی ہے کہ ایمان والوں میں سب سے بہتر عالم فقیہ

ہے کہ اگر لوگ اپنی ضروریات سے اس کے پاس جاویں تو اس سے نفع اٹھاویں اور اگر بے پرواہی

کریں تو وہ ان کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری اردو ص ۱۷)

## فقیہ کا مقام

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

، فقیہ واحد استد علی الشیطان من الف عابد ،

یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔

ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ، کتاب العلم، الفصل الاول)



## دین کی سمجھ حاصل کرنا سب سے اچھی عبادت ہے

ر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما عبد اللہ بشئٍ افضل من فقہ فی الدین  
ولفقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابدٍ ولکل شیءٍ عماد و عماد الدین  
الفقہ (۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تفقہ فی الدین سے بہتر خدا کی  
عبادت کسی اور طریقے سے نہیں کی گئی، اور یقیناً ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں  
سے زیادہ بھاری ہوتا ہے اور ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔

(الحلیۃ ۱۹۲۲، وابن حجر فی المطالب ۳۰۶۸، ۳۰۶۹، وذكرہ السیوطی فی اللد والنوادر  
۲۵۰، والشوکانی فی الفوائد ۲۸۵، جوالضحا شیعۃ الشامی مطبوعہ دار الباز مکہ المکرمۃ ۱۲۳۰)  
تشریح :- یہ حدیث فقہ کی فضیلت پر بڑی اہمیت رکھتی ہے، جس میں صاف ارشاد  
فرمایا گیا کہ تفقہ فی الدین سے بڑھ کر خدا کی عبادت کسی اور طریقے سے نہیں کی گئی، اس لئے کہ عبادت  
کی کا حقہ ادائیگی فقہ کی معرفت پر موقوف ہے، جاہل کو یہ معرفت حاصل نہیں کہ اوامر کی  
اتباع کر کے اور منہاری سے اجتناب کر کے کیسے متقی بن جائے، اسی وجہ سے فقہ کا امتیاز اور اس کی  
فضیلت دوسرے علوم پر ظاہر ہے کہ یہ علم بڑا اہم علم ہے اگرچہ دوسرے علوم مثلاً علم تفسیر و حدیث  
اشرف ہیں۔

فقہ ہزار عابد پر بھاری ہیں :- حدیث پاک کا دوسرا جملہ ”فقہ واحد اشد علی الشیطان  
من الف عابد“ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مظاہر حق تحریر فرماتے ہیں۔

مقابلہ کا یہ مسلم اصول ہے کہ کامیابی اس شخص کے حصہ میں آتی ہے جو اپنے مد مقابل کے  
داؤ بیچ سے بخوبی واقف ہو اور اس کا توڑ جانتا ہو، چنانچہ ہم خود دیکھتے ہیں کہ اکھاڑ میں وہ  
شخص جو اپنے ظاہری قوی اور جسم کے اعتبار سے اہمیت نہیں رکھتا اپنے اس مقابل کو پچھاڑ  
دیتا ہے جو جسم و بدن کے اعتبار سے اس سے کئی گنا طاقت ور ہوتا ہے، کیونکہ جب مقابلہ میں  
آتا ہے تو اس کا دماغ بنیادی طور پر مقابل سے ہر داؤ سے بچاؤ کی شکل اور اس کے ہر داؤ کا  
جواب اپنے خزانہ میں رکھتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامیابی اسی سے ہی ہوتی ہے۔

دنیا میں باطنی طور پر انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے جو اپنے مکر و فریب کی طاقت سے لوگوں کو گمراہی کی وادی میں پھینکتا رہتا ہے، ظاہر ہے کہ جو لوگ شیطان کے مکر و فریب سے واقف نہیں ہوتے اور اس کی طاقت و قوت کا جواب نہیں رکھتے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں، مگر ایسے لوگ جو اس کے ہر داؤ کا جواب رکھتے ہیں اور اس کی طاقت و قوت کی شہ رگ پر ان کا ہاتھ ہوتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ خود اس کی گمراہی سے محفوظ رہتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی محفوظ رکھتے ہیں یہ لوگ وہی عالم ہوتے ہیں جن کے قلب و دماغ نور الہی کے مقدس روشنی سے منور اور ان کے ذہن و فکر علم و معرفت کی طاقت سے بھر پور ہوتے ہیں، اس لئے اس حدیث میں فرمایا جا رہا ہے کہ شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عابد جتنی طاقت رکھتے ہیں اتنی طاقت تنہا ایک عالم کے پاس ہوتی ہے، کیونکہ جب شیطان لوگوں پر اپنے مکر و فریب کا جال ڈالتا ہے اور انہیں خواہشات نفسانی میں پھنسا کر گمراہی کے راستہ پر لگا دیتا ہے تو عالم اس کی چال سمجھ لیتا ہے، چنانچہ وہ لوگوں پر شیطان کی گمراہی کو ظاہر کرتا ہے اور ایسی تدابیر انہیں بتا دیتا ہے جن پر عمل کرنے سے وہ شیطان کے ہر حملہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

بخلاف اس کے وہ عابد جو صرف عبادت ہی عبادت کرنا جانتا ہے اور علم و معرفت سے کوسوں دور ہوتا ہے وہ تو محض اپنی ریاضت و مجاہدہ اور عبادت میں مشغول رہتا ہے اسے یہ خبر بھی نہیں ہونے پاتی کہ شیطان کسی چور دروازے سے اس کی عبادت میں خلل ڈال رہا ہے اور اس کی تمام سعی و کوشش کو ملیا میٹ کر رہا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر تو وہ عبادت میں مشغول رہتا ہے، مگر لاعلم ہونے کی وجہ سے وہ شیطان کے مکر و فریب میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اس لئے نہ وہ شیطان کی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اور نہ وہ دوسروں کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔

(مظاہر حق جدید ص ۲۴۵ ج ۱)

## شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں چند دن کے لئے جھگل بیابان میں مقیم رہا۔ ایک روز شدت سے پیاس لگی تھی میں پانی کی تلاش میں نکلا مگر پانی نہ ملا، اسی

اشاریں کچھ بادل چھا گئے، کچھ بوندیں برسیں، جن سے مجھے تسکین ہوئی، پھر ان بادلوں سے ایک روشنی نکلی جس نے آسمان کے تمام کناروں کو گھیر لیا اس روشنی میں ایک عجیب و غریب صورت نمودار ہوئی جو مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ اے عبد القادر! میں تیرا پروردگار ہوں میں تجھ پر تمام حرام چیزوں کو حلال کرتا ہوں (اس لئے) جو چاہو کرو کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ میں نے کہا: اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ اے شیطان ملعون! راندہ درگاہ! دور ہو اور بھاگ، کیا بکتا ہے؟ میں نے جیسے ہی: اَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھی وہ روشنی تاریکی سے بدل گئی، اندھیرا چھا گیا، وہ صورت غائب ہو گئی اور آواز آئی کہ اے عبد القادر شریعت مقدسہ کی واقفیت اور علمی بصیرت جو تمہیں حاصل ہے اور جو تقویٰ تمہیں میرے کہ تم بیدار مغز عالم متقی ہو اس کی وجہ سے تم محفوظ رہ گئے اور مجھ سے نجات پا گئے ورنہ اس مقام پر تم جیسے ستر عبادت گزار زہادوں اور صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔

(ابلاغ المبین ص ۲۲ از حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۱ جلد ۱۔  
 اخبار الاخیار اردو ص ۳۲ پر بھی یہ قصہ ہے اس میں آخر میں ہے کہ بتائیے کہ کونسا علم و ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ کا فضل و کرم اور وہی ابتداء و انتہا میں رہیری کرتا ہے۔ مبادیات فقہ ص ۲۴)

## فقہ دین کا ستون ہے

حدیث شریف کے آخر میں فرمایا۔ لکل شیء عماد۔ کہ ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے، یعنی کوئی بھی چیز بغیر ستون کے قائم نہیں ہوتی، مثلاً ایک بلند و بالا اور خوشنما عمارت اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کے نیچے بنیادی ستون نہ ہوں۔ ایک حدیث پاک میں دین و اسلام کیلئے پانچ ستون فرمائے گئے ہیں کہ ”بنی الاسلام علی خمس۔ کہ ان پانچ ستون کے بغیر اسلام مکمل نہیں، ویسے ہی دین کا ستون فقہ کو بتلایا کہ بغیر علم فقہ کے دین اور اس کے ارکان کی معرفت اور اس پر عمل ممکن نہیں، گویا فقہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

علامہ ابن عبد البرؒ نے اپنی مشہور کتاب "جامع العلم وفضلہ" میں اس روایت کو تھوڑے  
فرق سے بیان کیا ہے۔

## بہترین عبادت فقہ کا علم ہے

حضرت ابن شبراویؒ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے اچھا دین وہ ہے جو سب  
سے آسان ہو اور بہترین عبادت (علم) فقہ ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ - لابن عبد البر ص ۲۵ العلم والعلوم ص ۵۲)

## الناس معادن كمعادن الذهب

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس معادن  
کمعادن الذهب والفضۃ خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقهوا۔  
حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ سونے چاندی کے کان  
کی طرح ہیں جو لوگ ایام جاہلیت میں رکیتم افلاک ہونے کی وجہ سے مقتدا اور پیشوا اور اچھے  
تھے وہ (زمانہ) اسلام میں بھی اچھے ہیں اگر وہ سمجھیں (یعنی فقہ فی الدین حاصل کریں۔ احکام  
کو علی وجہ البصیرت جانتے ہوں اور فروعات کے استنباط کی قوت رکھتے ہوں) اس سے فقہ کی  
شرافت ظاہر ہے۔ پس واقعی خوبی و شرافت ذاتی میں یہ ہے کہ ایمان والا فقیہ ہو اور اگر یہ بات  
اس سے ظاہر نہ ہو تو گویا کان کے اندر یہ کس کر تھا یا نہ ہر پہلی مٹی مٹی۔

(مقدمہ فائدی عالمگیری اردو ص ۶۱ ج ۱)

## فقہاء کی مثال

حضرت علیؓ کا فرمان ہے :

انما مثل الفقهاء كمثل الاکت

بے شک فقہاء کی مثال ہتھیلی کے مانند ہے، یعنی جس طرح انسان ہتھیلی کا محتاج ہوتا

ہے اسی طرح لوگ فقہ اور فقیہ کے محتاج ہیں

(منہج المفتی ص ۹ فائدی رحیمیہ ص ۶۱ ج ۲)

تفقه فی الدین کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا  
 فقہ فی الدین کی عظمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 حضرت ابن عباس کیلئے یہ دعا فرمائی ۔

اللہم فقہہ فی الدین وعلّمہ التاویل ۔

اے اللہ ابن عباس کو دین کی سمجھ اور علم تفسیر عطا فرما (ترجمان السنہ ص ۸۵۲ ج ۲)

### فقہ کے طالب علم کے ساتھ نرمی کی وصیت

عن ابی سعید الخدّی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس  
 لکم تبع وان رجالا یا توکم من اقطار الارض یتفقہون فی الدین فاذا اتوہم  
 فاستوصوا بہم خیرا ۔

حضرت ابوسعید خدریؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اے میرے صحابہؓ)  
 لوگ تمہارے تابع ہیں ۔ دور دراز سے تمہارے پاس تفقہ فی الدین حاصل کرنے کیلئے آئیں گے،  
 جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ (نرمی محبت اور) بھلائی کے ساتھ پیش آنا، یہ  
 میری تم کو وصیت ہے ۔ (مشکوٰۃ، کتاب العلم)

### قرآن پاک میں تفقہ فی الدین کے حصول کا امر

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیستفقہوا فی الدین ۔

سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت  
 (جہاد) میں جایا کرے تاکہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں ۔

(سورہ توبہ آیت ۱۲۲)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں :  
 قرآن حکیم نے اس جگہ علم دین کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی لفظ میں بتلادیا ہے  
 وہ ہے ۔ لیستفقہوا فی الدین ۔ یہ موقع بظاہر اس کا تھا کہ ”یتعلمون الدین“  
 کہا جاتا، یعنی علم دین حاصل کریں مگر قرآن نے اس جگہ ”تعلّم“ کا لفظ چھوڑ کر ”تفقہ“ کا لفظ

اختیار فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ علم دین کا محض پڑھ لینا کافی نہیں، وہ تو بہت سے کافر، یہودی، نصرانی بھی پڑھتے ہیں اور شیطان کو سب سے زیادہ علم حاصل تھا، بلکہ علم دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے، یہی لفظ "فقه" کا ترجمہ ہے اور یہ فقہ سے مشتق ہے۔ فقہ کے معنی سمجھ پیدا کرنا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ قرآن کریم نے اس جگہ مجرد کے صیغے سے "لیتفقہوا" فی الدین "یعنی تاکہ وہ دین کو سمجھ لیں نہیں فرمایا" بلکہ "لیتفقہوا فی الدین" فرمایا جو باب تفعّل سے ہے اس کے معنی میں محنت و مشقت کا مفہوم شامل ہے۔ مراد یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے میں پوری محنت و مشقت اٹھا کر مہارت حاصل کریں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ صرف اتنی بات سے پیدا نہیں ہوتی کہ طہارت نجاست یا نماز، روزے، زکوٰۃ، حج کے مسائل معلوم کرے، بلکہ دین کی سمجھ بوجھ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون کا آخرت میں اس سے حساب لیا جائے گا۔ اس کو اس دنیا میں کس طرح رہنا چاہئے۔ دراصل اسی فکر کا نام دین کی سمجھ بوجھ ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ انسان ان تمام کاموں کو سمجھ لے جن کا کرنا اس کیلئے ضروری ہے اور ان تمام کاموں کو بھی سمجھ لے جن سے بچنا اس کیلئے ضروری ہے۔

آج کل جو علم فقہ مسائل جزئیہ کے علم کو کہا جاتا ہے یہ بعد کی اصطلاح ہے۔ قرآن و سنت میں فقہ کی حقیقت وہی ہے جو امام اعظم نے بیان فرمائی ہے کہ جس شخص نے دین کی کتابیں سب پڑھ ڈالیں مگر یہ سمجھ بوجھ پیدا نہ کی وہ قرآن و سنت کی اصطلاح میں عالم نہیں۔ اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ علم دین حاصل کرنے کا مفہوم قرآن کی اصطلاح میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے وہ جن ذرائع سے حاصل ہو وہ ذرائع خواہ کتابیں ہوں یا اساتذہ کی صحبت سب اس نصاب میں داخل ہیں۔ (معارف القرآن ص ۴۹۱ ج ۴)

## فقہاء سے مشورہ کا حکم

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت علی الشعلیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے اور اس کا صریح حکم نہ ملے تو میں کیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - شاوروا الفقہاء والعابدین ولا تمضو فیہ رأی خاصۃ « یعنی جماعت فقہاء اور جماعت عابدین رجحان کو کمال ولایت اور نظر کشف و شہود سے اجتہاد کا مرتبہ حاصل ہے ) سے مشورہ کرو۔ اپنی رائے فاص سے اس میں فیصلہ نہ کرو۔

(رداۃ الطبرانی فی معجمہ الاوسط ورجالہ موثوقون من اہل الصحیح  
کما فی نوائذ الہیثمی ۱/۷۸، معارف السنن ۲/۲۶۲ قنادی رحمیہ ص ۱۵۵ ج ۲)

## فقہاء کی قلت علامات قیامت میں سے ہے

شیخ علی متقیؒ نے حضرت عبدالرحمن بن عمر والانصاریؓ کی روایت نقل کی ہے -  
« من اقتراب الساعة كثرة المطر وقلّة النبات وكثرة القراء وقلّة  
الفقهاء وكثرة الامراء وقلّة الامناء »

قیامت کی علامات میں بارش کا زیادہ ہونا اور پیداوار کا کم ہونا ہے اور قرار کی زیادتی اور فقہاء کی قلت ہے اور امراء کی کثرت اور امانت داروں کی کمی ہیں۔

(کنز العمال ص ۲۲۰ ج ۱۳ رقم الحدیث ۳۸۴۲)

## سیادت سے پہلے حصول تفقہ کا حکم

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے - تفقہوا قبل ان تسودوا ، یعنی سردار بننے سے پہلے تفقہ حاصل کرو۔

(رداۃ البیہقی فی الشعب، کذا فی المقاصد المحنة ص ۲۵۹، رقم الحدیث ۳۴۲، کشف

الخفاء ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۱۰۰۰)

فقہ اور فقہاء کے متعلق صحابہؓ و اسلافؓ کے اقوال  
ایک گھڑی فقہ کا حصول رات بھر کی عبادت سے افضل ہے  
حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر اپنے دین میں تفقہ حاصل کروں  
تو یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ شام سے صبح تک پوری رات عبادت میں گزاروں۔  
(العلم والعلما ص ۵۴)

ہزاروں عابد کی موت ایک فقیہ کے مقابلہ میں، صبح ہے  
حضرت عمرؓ کا قول ہے: قائم اللیل اور صائم النہار ہزار عابدوں کی موت حلال و حرام  
جاننے والے ایک دانا و بینا کی موت کے مقابلہ میں، صبح ہے۔ (العلم والعلما ص ۵۵)

علمی مذاکرہ رات کی عبادت سے بہتر ہے  
حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک پوری رات علمی مذاکرے میں گزار دینا عبادت میں  
گزارنے سے بہتر ہے۔

اسحاق بن منصورؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے حضرت قتادہؓ کے اس قول کا ذکر کیا تو  
فرمایا اس سے مراد وہ علم ہے جس سے لوگ اپنے دین میں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں نے کہا،  
مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، طلاق وغیرہ مسائل و احکام کا علم؟ کہنے لگے ہاں۔ اسحاق کہتے  
ہیں اسحاق بن راہویہؒ نے بھی امام احمدؒ کی تصدیق کی۔ (العلم والعلما ص ۵۴)

علم فقہ میں مہارت حاصل کرنی چاہیے  
امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ شعر گوئی اور نحو میں مہارت  
حاصل کرے، کیونکہ شاعر کا انجام کار (لوگوں کی مدح سرائی یا برائی کر کے) بھیک مانگے گا اور  
نحو کا ماہر انجام کار تعلیم مہیاں میں مشغول ہوگا اور چاہئے کہ حساب داں بھی نہ بنے، کیونکہ وہ انجام کار  
زمین کی پیمائش کرتا پھرے گا، بلکہ اس کو چاہیے کہ علم فقہ میں مہارت حاصل کرے (اس لئے کہ  
لوگ کبھی اس سے مستفنی نہیں ہو سکتے)۔



## حدیث کی مراد کو فقہاء ہی سمجھنے والے ہیں

امام ترمذی فیصلہ فرماتے ہیں :

”وَكذلك قال الفقهاء وهم أعلم بمعاني الحديث“

اسی طرح فقہاء نے فرمایا ہے اور وہ حضرات ہی حدیث کی مراد اور مقصد سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں۔ (ترمذی ص ۸۷ ج ۱)

## حدیث فقہاء کے بغیر گمراہ کرنے والی ہے

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاد امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں۔ الحدیث مضلة الا للفقهاء ” (تفہ فی الدین کے بغیر) حدیث گمراہ کرنے والی ہے سوائے فقہاء کے۔

یعنی جس کو تفہ فی الدین حاصل نہیں وہ حدیث کی صحیح مراد تک نہ پہنچ سکے گا اور اپنی ناقص رائے سے الناسیدھا مطلب اخذ کرے گا اور گمراہ ہو گا۔ دیکھئے ... فرق باطلہ قرآن و حدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں مگر گمراہ ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۶ ج ۲)

## علم تو دو ہی ہیں علم فقہ اور علم طب

امام شافعیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

”العلم علمان علم الفقه للاديان و علم الطب للابدان وما داء

ذلك بلغة مجلى“

(سیکھنے کے لائق) علم (در حقیقت) دو ہی ہیں (ایک) فقہ کا علم طریقہ زندگی کیلئے (بغیر علم فقہ کے دین کے احکام سے ناواقفیت رہ جاتی ہے) اور (دوسرا) علم طب علاج جسمانی کیلئے اور بقیہ علوم تو صرف حظ نفس کا ذریعہ ہیں۔

امام شافعیؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ دو علم ضروری ہیں، ان کی تحصیل ہر شخص کیلئے از حد ضروری ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر علوم درجہ کفایت میں ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ بقیہ

علوم بے سود ہیں۔

اسی طرح کا قول حضرت علیؑ کی طرف بھی منسوب ہے۔

علم فقہ کی اہمیت و فضیلت پر چند اشعار

اذا ما اعتزذ وعلم بعلم      فاعلم الفقه ادلی باعزاز  
فکر طیب یفوح ولا کسک      وکس طیر یطیر ولا کسار

یعنی جب ذی علم اپنے علم سے اعزاز حاصل کرتا ہے تو علم فقہ اس کیلئے زیادہ بہتر ہے۔  
اسلئے کہ بہت سی خوشبوئیں ہر سکتی ہیں، لیکن مشک کی طرح نہیں ہو سکتیں اور بے شمار  
پرندے اڑتے ہیں مگر باز کو نہیں پہنچ سکتے۔

تفقه فان الفقه افضل قائد      الی البر والتقوی واعدل قاصد  
هو العلم الہادی الی سنن الہدی      هو الحصن یبخی من جمیع الشدائد  
وکن مستفید اکل یوم زیادة      من الفقه واسبح فی مجور الفوائد  
فان فقیہا واحد متورعا      اشد علی الشیطان من العنابد  
علم فقہ ضرور حاصل کر کیونکہ وہ بہترین رہنما ہے براہ تقویٰ کے حصول کا اور سیدھا قاصد ہے۔  
وہ ایسا علم ہے جو سنن ہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ ایسا قلعہ ہے جو تمام مصائب  
سے نجات دیتا ہے۔

اور روزانہ علم فقہ سے زیادہ مستفید ہوا اور فوائد کے سمندر میں تیرا علم کے  
سمندر میں خوب غوطہ لگاؤ

بیشک ایک (متقی) متورع فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہیں۔

وخیر علوم علم فقہ لانہ      یکون الی کل العلوم توسلا

علم فقہ تمام علوم میں بہتر ہے اس لئے کہ یہ علم تمام علوم کیلئے وسیلہ ہے۔

والعبر عن تحصیل کل علم      یقصر فابدا منہ بالامم  
وذلك الفقه فان منہ      ما لا غنی فی کل حال عنہ

اور (انسان کی مختصر) عمر ہر (طرح لا محدود) علوم کے ماحصل کرنے سے قاصر (و عابز) ہے، لہذا اہم (علم کے حصول سے) ابتدا کر۔

اور وہ (اہم علم) فقہ ہے اس لئے کہ اس سے کسی حال میں کوئی مستغنی نہیں۔

مولانا عبد الاحد کوثر قادری صاحب لاچھویؒ نے خوب کہا ہے

علم فقہ کی اب میں فضیلت بیاں کروں اس کی اہمیت کی حقیقت بیاں کروں

علم فقہ کے معنی ہمارت کی زندگی اس علم کا منشا نفاست کی زندگی

علم فقہ کا نام فضیلت کی زندگی اس علم سے مراد شریعت کی زندگی

علم فقہ عطیہ خیر القرون ہے فرمایا آپ نے یہ دیں کاستون ہے

فقہ کی فضیلت کے آخر میں اس بات کا اظہار نا مناسب نہ ہوگا کہ علم حدیث و علم

تفسیر کے جو فوائد قرآن و حدیث میں آئے ہیں وہ بھی فقہ پڑھنے والے کو حاصل ہو جاتے

ہیں، اس لئے کہ فقہ درحقیقت ہدایت کا نام ہے۔ فقہ کوئی الگ چیز نہیں ہے، بلکہ قرآن

و حدیث ہی کا عطر ہے۔

### فقہ قرآن و حدیث کا عطر ہے اسکی مثال

اس کی مثال ایسی سمجھئے جیسے دودھ، مکھن اور گھی۔ حدیث کو دودھ سمجھئے اس سے

مکھن اور گھی بنتا ہے، اسی طرح اصل قرآن و حدیث ہے اور فقہ اس کا گھی ہے جس کے بغیر

انسان اپنی زندگی نہیں گزار سکتا۔ (مبادیات فقہ ص ۲)

شامی، میں ہے :

ان الفقہ ہو شجرة الحديث وليس ثواب المحدثات الفقهاء اقل من ثواب

المحدثات۔

یعنی فقہ حدیث کا خلاصہ ہے اور فقہ کا اجر محدث کے اجر سے کم نہیں۔ (مقدمہ شامی)

مجدثین نے اس حدیث کے زمرہ میں جس میں فرمایا۔

اللهم ارحم خلفائي الذين يأتون من بعدي الذين يردون احاديثي

وَسُنَّتِي وَيَعْلَمُونَهَا النَّاسُ -

یعنی اللہ تعالیٰ میرے خلفاء پر رحم فرمائے جو میرے بعد آئیں گے، جو میری احادیث اور سنتوں کو روایت کرتے ہیں اور لوگوں کو سکھاتے ہیں۔

فقہاء کو بھی شامل فرمایا ہے، چنانچہ علامہ عبدالرؤف مناویؒ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔ "فیدخل فیہ الفقہاء" کہ اس فقہیت میں فقہاء بھی شامل ہیں۔ (رفیض القدر شرح جامع العیفر ص ۸۸ ج ۱ رقم الحدیث ۱۵۲۲)

## مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

الحافظ الامام شیخ خراسان کے نام سے یاد کئے جاتے تھے، امام بخاری امام احمد اور ابن معین وغیرہ جلیل القدر ائمہ فقہ و حدیث نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، بخاری میں جو روایتیں ثلاثیات کہلاتی ہیں اور جو امام بخاری کے لئے غلو سند کی وجہ سے مایہ فخر ہیں ان میں سے بیشتر انہیں مکی بن ابراہیم سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ \_\_\_\_\_ عبد العبد بن الفضل یعنی ان سے روایت کرتے ہیں کہ یہ فرماتے تھے کہ میں نے ساٹھ حج کئے اور ساٹھ عورتوں سے شادی کی اور کہیں دس سال وہاں اس وجہ سے ان کو مکی کہا جاتا ہے، فرماتے تھے کہ میں نے سترو تالیفوں سے احادیث لکھی ہیں۔ \_\_\_\_\_ مکی بن ابراہیم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ اپنے زمانہ میں حدیث و فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ جامع مساند میں ہے کہ کان من اصحاب ابی حنیفہ یروی عنہ الکثیر یعنی یہ حضرت امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے تھے، ان سے بہت زیادہ روایت کرتے ہیں۔

مجلہ مفتاح

محمد ابو بکر غازی پوری

## عورتوں کو مسجد میں نماز کیلئے حاضر ہونے کا مسئلہ

ادھر کچھ روز سے غیر مقلدوں میں عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے کے مسئلہ کو بڑے زور و شور سے بھارا جا رہا ہے، گویا اسی ایک مسئلہ پر اسلام اور اسلامی احکام کے بقا کا مدار ہے، اور اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ عورتوں کو مسجد میں لاکر نماز نہ پڑھوایا جائے۔

سوال یہ ہے کہ جو مسئلہ غیر اہم تھا اس کو اتنی اہمیت کے ساتھ اچھالا کیوں جا رہا ہے؟ کیا قرونِ اولیٰ یعنی صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں پنجوقتہ حاضری کے لئے اتنا زور دیا جاتا تھا؟ یا اس زمانہ سے پہلے کبھی اس مسئلہ کو اتنی شدت کے ساتھ اجمار اگیا تھا جتنی شدت کے ساتھ غیر مقلدین اس مسئلہ کو آج اجمار رہے ہیں۔ اسلافِ امت میں سے کسی ایک شخص کے بارے میں غیر مقلدین یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ انہوں نے عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے پر تعریفی کلمات کہے ہوں، یا اس عمل کی انہوں نے ہمت افزائی کی ہو، یا عورتوں کو مسجد میں نہ آنے پر ناگواری کا اظہار کیا ہو، یا عورتوں کو مسجد میں آنے کی دعوت و تبلیغ کی ہو، یا اس بارے میں کوئی رسالہ یا کتاب لکھی ہو؟

اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر ناظرین یہ سوچنے میں برحق ہیں کہ آئینہ کے غیر مقلدوں میں یہ کہاں کیوں آیا، اور انھوں نے عورتوں کو مسجد میں پنجوۃ ماضی کے مسئلہ کو حق و باطل کا مدار کیوں بنایا اور اتنے زور و شور کے ساتھ اس پندرہویں صدی کی ابتداء میں اس کی دعوت و تبلیغ کیوں کرنے لگے، حتیٰ کہ جو چیز صرف مباح تھی انھوں نے اپنے عمل اور اپنے قول سے اس کو واجب کے درجہ تک پہنچا دیا اور دین و شریعت میں خطرناک تحریف کا کارنامہ انجام دیا۔

ناظرین کی حیران اپنی جگہ پر برحق ہے، ہمیں بھی یہ حیران تھی، مگر جب ہم نے غیر مقلدین کے مذہب و عقیدہ اور ان کے افکار و خیالات کا گہرائی سے جائزہ لیا تو ہماری یہ حیران ختم ہو گئی۔ اصل میں بات یہ ہے کہ شیعوں اور غیر مقلدوں کے مابین عقائد و مسائل میں بڑی حد تک اشتراک ہے، اور ان دونوں اہل سنت و الجماعت سے خارج فرقوں کو عمومی طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے چڑھ ہے، چنانچہ ان دونوں فرقوں نے اپنا یہ عقیدہ بنایا ہے کہ نہ صحابہ کرام کا فعل حجت ہے اور نہ ان کا قول حجت ہے، حتیٰ کہ صحابہ کرام اگر کسی مسئلہ پر اجماع بھی کر لیں تو یہ دونوں فرقے صحابہ کرام کا اجماع اور ان کے اجتماعی فیصلہ کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں جیسے طلاق اور تراویح اور جمعہ کی اذان ثالث کا مسئلہ ہے، اور تینوں مسئلوں میں ساری امت نے صحابہ کرام کے اجتماعی فیصلہ کو قبول کر لیا مگر غیر مقلدین اور شیعوں نے اس کا انکار کیا اب نہ شیعوں کے نزدیک تین طلاق تین ہیں اور نہ غیر مقلدین کے نزدیک اور نہ شیعہ تراویح اور تراویح کی بیس رکعت کے قائل ہیں نہ غیر مقلدین، تراویح اور تراویح کی بیس رکعت کے قائل نہ شیعوں نے جمعہ کی اذان ثالث جواب پہلی اذان کہلاتی ہے کو قبول کیا اور نہ غیر مقلدین نے اسے قبول کیا۔

یہ تو شیعوں اور غیر مقلدوں کا عام صحابہ کرام کے بارے میں رویہ ہے مگر یہ دونوں فرقے بالخصوص حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ چڑھے ہوئے ہیں، شیعوں کا حضرت عمر اور حضرت عائشہ سے چڑھا ہوا ہونا تو سب کو معلوم ہے مگر یہ کم لوگوں کو معلوم

ہوگا کہ غیر مقلدین بھی حضرت عائشہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے کبیدہ خاطر رہتے ہیں۔ اور ان کے قلوب ان دونوں گرامی قدر شخصیتوں سے منشرح نہیں ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کو ان دونوں صحابہ کرام کے بارے میں بدزبانی و بدکلامی تک سے پاک نہیں ہوتا۔ طلاق اور تراویح کے بارے میں غیر مقلدین کی تحریرات جن کو پڑھنے کا اتفاق ہوا ہوگا اس نے محسوس کیا ہوگا کہ حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ کس درجہ گستاخ ہیں، اور اس خلیفہ راشد فاردق بن اکتی و الباطل کے بارے میں ان کی زبان سے کتنے بیہودہ کلمات نکلتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی غیر مقلدین جرأت بیجا کا بلا تکلف اظہار کرتے ہیں، ان کے بڑے میاں نے فتاویٰ نذیریہ میں حضرت عائشہ کے ہم پر عدم اعتماد کا برملا اظہار کیا ہے، اور اسی فتاویٰ نذیریہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دمنیہ شاقیہ و رسول من بعد ما تبین لہ الہدی و یقیع غیر سبیل المؤمنین کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے۔ چونکہ مسجد میں عورتوں کا جانا لوگوں کے بدلے ہوئے اخلاق و احوال کو دیکھ کر نہ حضرت عائشہؓ کو پسند تھا اور نہ حضرت عمرؓ کو، اس وجہ سے ان کی مخالفت میں عورتوں کو مساجد میں لیجانے کی زور زدوری اور شور آشوری کا ہنگامہ ان غیر مقلدوں نے کھڑا کر رکھا ہے۔ ان غیر مقلدوں کے محو و فریب کی بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اس مسئلہ میں اصل حقیقت سے آگاہ نہیں کرتے بلکہ کتاب و سنت کا نام لے لے کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

بہر حال آئیے ہم دیکھیں کہ عورتوں کو مسجد میں جانے یا نہ جانے کے مسئلہ کی اصل بنیاد کیا ہے، اس مسئلہ کو ہم امام بخاری اور حافظ ابن حجر کی تحقیقات کی روشنی میں طے کرنے کی کوشش کریں گے۔

قبل اس کے کہ اس مسئلہ میں ہم امام بخاری اور حافظ ابن حجر کی تحقیقات پیش کریں چند ابتدائی باتیں ناظرین کے ملاحظہ میں لانا چاہتے ہیں جس سے انشاء اللہ مسئلہ زیر بحث کی نوعیت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

پہلے تو ہم اس پر غور کر لیں کہ کیا عورتوں کی مسجد میں حاضری شریعت کا مطلوب و

مقصود ہے؟ جب ہم اس بارے میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں اس کا جواب نفی میں ملتا ہے اس لئے کہ کتاب و سنت میں عورتوں کے بارے میں جو سب سے زیادہ تاکید کے ساتھ حکم ملتا ہے وہ یہ ہے کہ عورتوں کو زیادہ سے زیادہ ستر پوشی کے ساتھ اور پردہ میں رہنا چاہئے، قرآن میں خود ازواجِ مطہرات کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ - دقرن فی بیوتکن - یعنی تم اپنے گھروں میں جم کر رہو، نیز ازواجِ مطہرات اور تمام مسلمان عورتوں کو پردہ کا حکم دیا گیا، قرآن کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ مِثْلُ مَا عَلِمْتَ مِنْ دُونِ هَٰذَا ۚ ذَٰلِكَ أَدْنٰى لِّاَلْفِافَةٍ ۚ  
 وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن -  
 اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے  
 لٹکائیں اپنے اوپر پتھوڑی سی اپنی چادریں۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ مِثْلُ مَا كُنَّ يَفْعَلْنَ  
 من ابصارهن -  
 اور آپ فرمادیں ایمان والیوں سے کہ وہ  
 نیچی رکھیں اپنی نگاہیں۔

غرض قرآن کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے سلسلہ میں اصل یہی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ستر اور پردہ میں رہیں اور تا حد امکان مردوں سے ان کا خلا ملا نہ ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ بلاوجہ اور بلاعذر شرعی مردوں کا عورتوں کو دیکھنا یا عورتوں کا مردوں کو دیکھنا حرام ہے۔

اور چونکہ مردوں کے اجتماعات میں عورتوں کی شرکت میں بہت زیادہ مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے اس وجہ سے اگر کوئی دینی شدید ضرورت نہ ہو تو ان اجتماعات میں عورتوں کی شرکت کو ناپسند سمجھا گیا ہے بلکہ ان کی شرکت اگر اندیشہ فتنہ ہو تو حرام ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا خلا ملا یا ان کے اجتماع کی جگہوں

میں عورتوں کا پایا جانا شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اسی وجہ سے نماز جیسے اہم فریضہ کی ادائیگی کے لئے بھی مسجد میں ان کی حاضری کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔



اور اسے شریعت نے پسندیدگی کی بھگاہ سے نہیں دیکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح  
سے مردوں کے بارے میں آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی احکام تھے کہ وہ مسجد  
میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز پڑھا کریں، اس طرح کے تاکیدی احکام عورتوں کے بارے  
میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہیں، مردوں کے بارے میں تو آپ کا یہ ارشاد  
پڑھے لکھوں کو بھی معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت میں نہ حاضر ہونے والوں کے بارے  
میں فرمایا تھا کہ اگر مجھے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کے گھروں میں آگ لگانے کا  
حکم دے دیتا، یہ دھمکی مردوں کیلئے تھی عورتوں کے لئے نہ تھی، اور نہ کسی حدیث میں عورتوں کو  
- تاکید کے ساتھ مسجد میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ہے، یہ ضرور ہے کہ ان کو منع بھی نہیں کیا گیا  
ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہی تھا کہ عورتیں گھروں میں  
نماز پڑھا کریں یہی ان کیلئے زیادہ افضل اور اولیٰ ہے، اس بارے میں آنحضرت اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں، آپ نے فرمایا :

لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ كُمْ الْمَسَاجِدَ      اپنی عورتوں کو مسجدیں آنے سے مت  
وَبِیَوْتِهِنَّ خَيْرَ لَّهُنَّ (ابوداؤد،      روکو اور ان کے گھر ان کیلئے (مسجدیں آنے سے)  
فتح الباری ۲/ ص ۳۵۰)      بہتر ہیں - (اس حدیث کو ابن خزیمہ نے صحیح

قرار دیا ہے)

مسند احمد بن حنبل اور طبرانی کی روایت ہے کہ ام حمید ساعدیہ اللہ کے رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں اور آپ سے عرض کیا - یا رسول اللہ انی احب  
العسکرة معک، اے اللہ کے رسول میری تمنا ہوتی ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھوں  
تو آپ نے فرمایا - قد علمت، ہاں مجھے پتہ ہے، اس کے بعد آپ نے جو ام حمید سعدیہ  
فرمایا وہی سننے کی بات ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا :

وَصَلَاتُكَ فِي بَيْتِكَ خَيْرٌ لَّكَ      تمہارا کوٹھری میں نماز پڑھنا گھر کے کمرہ میں  
مِنْ صَلَاتِكَ فِي حَجْرَتِكَ، وَصَلَاتُكَ      نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کمرہ میں نماز پڑھنا

فی حجوتک خیر من صلاتک فی  
دارک و صلوٰتک فی دارک خیر  
من صلوٰتک فی مسجد قومک و صلوٰتک  
فی مسجد قومک خیر من صلوٰتک  
فی مسجد الجماعۃ (فتح الباری ص ۲۵۴)

گھر کے کھلے حصہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور  
گھر کے کھلے حصہ میں نماز پڑھنا محلہ کی مسجد میں نماز  
پڑھنے سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا  
جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

ناظرین اس حدیث میں خود کریں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی عہد مبارک  
میں عورتوں کیلئے مسجد میں حاضر ہو کر مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند فرمایا تھا یا آپ کا منشا  
یہ تھا کہ عورتیں اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھیں۔

ماذا ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں :

ووجب کون صلاتھا فی الخفاء  
افضل لتحقيق الامن فیہ من الفتنة  
(فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۰)

یعنی عورتوں کا چھپی جگہوں پر نماز پڑھنا اسلئے  
افضل ہے کہ اس میں فتنہ کا خوف نہیں رہتا

نیز فرماتے ہیں :

وینتاکذ لک بعدا وجود ما لحد  
النساء من التبج و الزینۃ، ومن  
ثم قالت عائشۃ ما قالت (ایضا)

اور جب عورتوں میں بننا سنورنا اور بے پردگی  
پیدا ہو گئی ہے تو اب یہ حکم اور بھی تاکید ہی ہو گیا  
ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں حضرت  
عائشہ کی وہ بات ہے جو انھوں نے کہی ہے۔

اور حضرت عائشہ نے جو بات کہی جس کی طرف حافظ ابن حجر نے اشارہ کیا ہے وہ آئندہ  
آ رہی ہے۔

بہر حال یہ بات واضح ہے کہ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عورتوں  
کا مسجد میں آ کر نماز پڑھنا افضل اور اولی نہیں تھا، اگر ان کا مسجد میں آ کر نماز پڑھنا اللہ کے  
رسول کی نگاہ میں بہتر اور افضل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مردوں کو مسجد

میں حاضر ہونے اور شریک جماعت ہونے کی تاکید فرماتے تھے اور ان کی عدم حاضری پر ناراضگی اور ناگواری کا اظہار فرماتے تھے اسی طرح عورتوں کی بھی مسجد میں حاضری اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا آپ تاکید حکم فرماتے، مگر آپ تو عورتوں کے بارے میں صاف صاف فرما رہے ہیں بیوہ تھیں خیر لہن کہ عورتوں کا گھری میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

غیر مقلدین جو آج بڑے جوش و خروش کے ساتھ عورتوں کو مسجد میں آنے کی اور مردوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کی تبلیغ کر رہے ہیں وہ ایک حدیث بھی نہیں پیش کر سکتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں آنے کی حوصلہ افزائی کی ہو، اور نہ وہ اس بارے میں صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کا کوئی ارشاد نقل کر سکتے ہیں اور نہ ائمہ اربعہ یا کسی محدث کا اس بارے میں کوئی تاکید حکم دکھلا سکتے ہیں، مگر وہ آج اس مسئلہ پر اپنی پوری توانائی اس طرح صرف کر رہے ہیں کہ اگر آج عورتوں نے مردوں کے ساتھ مل کر مسجد میں نماز پڑھنا شروع نہیں کیا تو دین کی اساس ڈھ جائیگی۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا پسند نہیں تھا تو آپ نے اپنے زمانہ میں ان کو صراحتاً امر فرما کر روک کیوں نہیں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دین کے سیکھنے اور سکھانے کا زمانہ تھا، آپ کے ارشادات سے بھی لوگ روشنی حاصل کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی، آپ کے عہد مبارک میں عورتیں مسجد میں نماز پڑھتیں تو آپ کے عمل نماز سے وہ بہت کچھ سیکھتی تھیں اور آپ کے عمل کو دیکھ کر نماز کی جو کیفیت ان کے ذہن و دماغ میں گہر بنا لیتی تھی زبان تعلیم و تعلم سے وہ کیفیت اتنی مضبوطی سے ان کے دلوں میں گہر نہیں کر سکتی تھی، اس وجہ سے آپ نے اپنے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں آنے سے صراحتاً منع نہیں فرمایا تھا کہ وہ اس خیرے محروم نہ رہیں۔

دوسری وجہ وہی ہے جس کا اظہار امجد سعید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔

یعنی یا رسول اللہ! انی اجب المثلوة معك اے اللہ کے رسول میری خواہش ہوتی ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عموماً آپ ہی نمازیں امامت کیا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز پڑھنے کی خواہش ہر مسلمان کے دل میں ابھرتی تھی خواہ وہ مرد ہو یا عورت، مردوں کی طرح اس زمانہ کی عورتوں کا بھی یہ جذبہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدار میں نماز پڑھیں اور اس کی برکات سے وہ بھی متمتع ہوں۔ اور عورتوں کے اس جذبہ اخلاص و محبت کا آپ کو علم بھی تھا جیسا کہ آپ نے ام حمیدہ صلیہ کے مذکورہ بات کے جواب میں فرمایا: ”قد علمت“ یعنی مجھے تمہارے اس جذبہ کا علم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمت مجسم تھے عورتوں کو اگر حکماً مسجد میں آنے سے روک دیتے تو عورتوں کے اس جذبہ کو بڑی ٹھیس پہنچتی اس لئے آپ نے ان کو حکماً اس سے روکا نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی سراپا خیر و برکت اور صلاح و تقویٰ کا انتہائی معیاری زمانہ تھا اس لئے ان فتنوں کا بھی ایسا اندیشہ نہیں تھا جو بعد میں پیدا ہوئے یا ہونیوالے تھے۔ مگر چونکہ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت آنے والے فتنوں کو بھی دیکھ رہی تھی اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنے ہی کو بہتر بتلایا، اور ان کے لئے مسجد کی ماضی کو واجب قرار نہیں دیا۔

اب اگر کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہو کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت عورتوں اور مردوں کے اختلافات سے جو فتنے ابھرنے والے تھے ان کو دیکھ رہی تھی یا عورتوں اور مردوں میں آپ کے بعد کے زمانوں میں جو اخلاقی بگاڑ ہونے والا تھا آپ کی نگاہ بصیرت اس کا مشاہدہ کر رہی تھی یا عورتوں میں جو بے پردگی بناؤ سنگار تیرج اور زینت پایا جانینولا تھا اس کا آپ کو ادراک تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں اگر مذکورہ بالا مصلحتوں کے پیش نظر عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا تو بعد کے لئے صراحۃً آپ یہ حکم فرمادیتے کہ ہمارے عہد میں تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت ہے مگر ہمارے بعد عورتوں کا مسجد میں نماز کیلئے جانا ممنوع ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہی زمانہ مبارک کی عورتوں کے لئے یہ فرمانا کہ ان کا گھروں میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے یا آپ کا یہ فرمانا کہ کٹھری کی نماز عورتوں کے لئے مکہ کی نماز سے اور مکہ کی نماز کھلے گھر کی نماز سے اور کھلے گھر کی نماز محلہ کی مسجد کی نماز سے اور محلہ کی مسجد کی نماز جامع مسجد کی نماز سے بہتر ہے، یہ اس بات کا واضح اشارہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے افراد پر یہ اعتماد تھا کہ جب متوقع فقہوں کا زمانہ آئے گا تو امت بذاتِ خود ہمارے ان ارشادات کی روشنی میں مسجد میں عورتوں کے جانے یا نہ جانے کا فیصلہ کر لے گی۔ نیز اس امت کے ادلی الامر اور علماء جو ورثہ - الانبیاء اور ان کے علوم کے حامل ہوتے ہیں وہ خود اللہ کے ان ارشادات کی روشنی میں جو عورتوں کے لئے مناسب ہو گا اس کا وہ حکم فرمائیں گے۔

چنانچہ جب فقہائے امت نے دیکھا کہ اب زمانہ میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے اور اخلاق و تقویٰ کا مسلمان مرد اور عورتوں میں وہ معیار باقی نہیں رہ گیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کے ہمد مبارک میں تھا تو انہوں نے عورتوں کو مسجد میں جانے سے حکماً روک دیا، پہلے کہ مسجد میں ماضی کے فوائد سے زیادہ اب وہ ان نقصانات کا اندازہ کر رہے تھے جو عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے پیدا ہو رہا تھا۔

انہی خستہ امت اور مفتیان دین نے یہ فیصلہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی روشنی اور آپ کا منشا و مراد کو سمجھ کر ہی کیا ہے۔

اگر کسی کی دعوت و تبلیغ کی کوششوں سے وہی زمانہ نبوت اور خیر و برکت

لوٹ آئے اور عورتوں اور مردوں میں صلاح و تقویٰ عام ہو جائے، اور عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے کس طرح فتنہ کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔ عصمت و آبرو کی حفاظت پوری طرح سے ہو تو آج بھی کوئی منہ نہیں کرے گا کہ عورتیں مسجد میں حاضر نہ ہوں، مسجد میں ماضی کی رخصت جس طرح آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی وہ رخصت آج بھی رہے گی۔ گو یا عورتوں کا مسجد نہ آنے کا مسئلہ ممنوع لہذا نہیں بلکہ ممنوع لغیرہ ہے۔

مگر غیر مقلدین اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھے بغیر اور منشأ نبوی سے عدم واقفیت کے  
باوصف اس مسئلہ کو اس طرح اچھا ل رہے ہیں کہ اگر عورتیں مسجد میں نہ آئیں اور مردوں کے  
ساتھ نماز نہ پڑھیں تو دین خطرہ میں پڑ جائے گا۔

خیر آئیے اب ایک نظر اس مسئلہ سے متعلق کچھ اور احادیث پر ڈال لیں جن سے خود  
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مسئلہ زیر بحث کے متعلق نقطہ نظر واضح ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں یہ باب قائم کیا ہے۔

باب خروج النساء الى المساجد بالليل والغسل، یعنی یہ باب اس

مسئلہ کے بیان میں ہے کہ عورتوں کو مسجدوں میں رات کے وقت اور صبح کے اندھیرے میں  
حاضر ہونا چاہئے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ امام بخاری نے یہ مسئلہ صاف کر دیا کہ عورتوں کو دن کے اجالے  
میں مسجد میں حاضر نہ ہونا چاہئے، یعنی ظہر عصر اور مغرب میں خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے  
نزدیک عورتوں کا مسجد میں حاضر ہونا اور ان نمازوں میں مردوں کے ساتھ شریک ہونا پسند  
عمل نہیں ہے، امام بخاری کے نزدیک اگر عورتیں مسجد میں جایا بھی کریں تو ایسے اوقات میں  
جب اندھیرا ہوتا کہ مردوں کی نگاہوں سے وہ محفوظ رہیں اور وجہ وہی ہے کہ اندھیرے میں  
فتنہ کا اتنا اندیشہ نہیں ہے جتنا اندیشہ اجالے میں ہو سکتا ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری نے ایک حدیث یہ ذکر کی ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ  
صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنکم  
باللیل الى المساجد فاذنوا لهن۔  
یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے  
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سے تمہاری  
بیویاں رات میں مسجد جانے کی اجازت چاہیں

تو تم ان کو اجازت دے دو۔

صحیح بخاری کی اس حدیث میں آپ غور فرمائیں گے تو درج ذیل باتیں آپ کو معلوم

ہوں گی۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں جانے کا کبھی تاکید حکم نہیں فرمایا۔  
 (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو شوہر سے رمضان کے مسجد میں جانے کی رخصت  
 عنایت فرمائی ہے۔

(۳) جو عورتیں بلا شوہر کی رضا حاصل کئے بغیر مسجد میں جائیں گی وہ شریعت کے  
 حکم کی مخالفت کریں گی۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف رات میں (اس میں وہ وقت بھی شامل ہے جو  
 رات کے حکم میں ہو مثلاً فجر کا اول وقت جو اندھیرے کا ہو) عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے  
 کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

(۵) جو عورتیں دن کی نمازوں میں مسجد میں جائیں گی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی مرضی کے خلاف کام کریں گی۔

(۶) جو عورتیں دن میں مسجد میں جانے کیلئے اپنے شوہروں سے اجازت طلب  
 کریں تو شوہران کو اجازت نہ دیں۔ (یا اگر اجازت نہ دیں تو ان پر کوئی الزام نہیں)  
 (۷) شوہروں کو پورا حق ہے کہ وہ دن میں عورتوں کو مسجد میں جانے سے ٹکنا منع کر سکیں۔

صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث میں خود کرنے سے یہ امور دو اور دو چار کی طرح  
 واضح ہیں اور انہیں امور سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی نماز گھر میں مسجد کی نماز سے  
 زیادہ بہتر ہے، ورنہ ان کے مسجد میں حاضر ہونے کو مردوں کی اجازت اور رات اور  
 اندھیرے کی قید پر موقوف نہ کیا جاتا۔

اس حدیث کی شرح میں جو حافظ ابن حجر فرما رہے ہیں اس کو بھی آپ سن لیں۔  
 فرماتے ہیں :

دکان اختصاص اللیل ہذا لک  
 لکوننا استور (ج ۲ ص ۲۴۷ نمبر)  
 یعنی حدیث میں رات کی قید اس لئے لگائی گئی ہے  
 کہ رات کا وقت عورتوں کیلئے زیادہ سارہ ہوتا ہے،  
 اور اس کے بعد فرماتے ہیں :

ولا یخفی ان محل ذلك اذا  
 امت المنداة منهن وعليهن -  
 یعنی رات میں بھی اس وقت عورتوں کو مسجد میں  
 جانے کی اجازت ہے جب ان کی جانب سے  
 یا ان پر دوسروں کی جانے کی طرح کے مفہدہ  
 (یعنی)

اور فقہ کا اندیشہ نہ ہو۔

یعنی بات بالکل واضح ہے کہ رات میں بھی عورتوں کا مسجد میں جانا اسی وقت جائز ہوگا  
 جب ان پر یا ان کی جانب سے کسی اور پر مفہدہ کا اندیشہ نہ ہو، اگر عورتوں اور مردوں میں  
 کسی ایک کے بھی کسی فقہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو عورتوں کا مسجد میں رات میں بھی  
 جانا قطعاً ممنوع ہوگا۔

اور اسی سلسلہ کی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ کی یہ حدیث بھی  
 ذکر کی ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا  
 قالت لو أدرك رسول الله ما  
 أحدث الناس لمنعهن كما منعت  
 لساء بنی اسرائیل -  
 یعنی حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ اگر اللہ کے  
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان احوال کو دیکھتے  
 جو لوگوں کے آج ہو گئے ہیں تو آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم عورتوں کو (مسجد میں آنے سے) اس طرح  
 منع کر دیتے جس طرح سے بنی اسرائیل کی عورتوں  
 کو روک دیا گیا تھا۔

ما ظہر بن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث میں غور فرمائیں کہ حضرت عائشہ  
 رضی اللہ عنہا جنہیں اس بات کی اطلاع تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ  
 خیر و برکت میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی رخصت عایت فرما رکھی تھی مگر جب انہوں  
 نے اپنے زمانہ کے تیورات کو دیکھا تو صاف صاف فرما دیا کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ  
 علیہ وسلم آج کے حالات کو دیکھتے تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرما دیتے،  
 اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ عورتوں کا مسجد میں آنا خود حضرت عائشہ کے زمانہ میں



جب کہ وہ ابھی خیر القرون اور صحابہ کرام کے وجود ہی کا زمانہ تھا، لوگوں کی نگاہوں میں کشک گیا تھا اور حضرت عائشہ جو مزاج نبوت کو خوب پہچاننے والی تھیں اور خود عالمہ و فقیہہ تھیں، ان کو عورتوں کا مسجد میں آنا ناگوار تھا تو اب اس زمانہ میں جب کہ یہ زمانہ ہی شر و فساد کا ہے اور اخلاقی گراؤٹ انتہا کو پہنچ گئی ہے مردوں اور عورتوں میں صلاح و تقویٰ فقار ہیں، قدم قدم پر فتنہ کا اندیشہ ہے بھلا اس بگڑے ہوئے زمانہ اور بگڑے ہوئے ماحول میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے، اور جو عورتوں کو مساجد میں لانے پر مصر ہیں وہ سوائے اس کے شر و فساد کی راہ کھولنے کی تک دد و کر رہے ہیں ان کی ان کوششوں کا مقصود کیا ہے، اگر حضرت عائشہ کے زمانہ ہی میں یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ اب عورتوں کا مسجدوں میں آنا مناسب نہیں ہے تو آج کس بل بوتے پر ان کو مسجد میں آنے پر زور دیا جا رہا ہے۔

یہ ضرور ہے کہ حضرت عائشہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے کو حرام نہیں قرار دیا اور وہ ایک مباح امر کو حرام قرار بھی کیسے دے سکتی تھیں جب کہ ابھی ان فتنوں نے جو آج پیدا ہو چکے ہیں اتنا سر بھی نہیں نکالا تھا، حضرت عائشہ یا آپ کے زمانہ کے دوسرے صحابہ کرام موجودہ دور کے احوال کو دیکھ لیتے تو یقیناً وہ بھی عورتوں کو ساتھ مسجد میں آنے سے روک دیتے۔

حضرت عائشہ کی بھاری کی یہی وہ روایت ہے جس کے بارے میں غیر مقلدوں کے بڑے میاں فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ اپنی فہم سے فرماتی ہیں اور صحابہ کی فہم حجت نہیں ہے یقیناً غیر مقلدین اور شیعوں کا صحابہ کرام کے بارے میں یہی عقیدہ ہے مگر ہم اپنی سنت و اجماع کے نزدیک صحابہ کرام اگر شریعت اور فرمان رسول ہی کی روشنی میں کوئی بات فرمائیں اور اگرچہ وہ اپنی فہم ہی سے فرمائیں تو ان کی بات لائق توجہ بنتی ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے جن کی تقریفات میں قرآن بھی مدخل لسان ہے، ہمارے نزدیک اس گروہ مقدس کی جوبلت بھی سننے کو ملے گی وہ یقیناً قابل توجہ ہوگی اور ان کی رائے بہر حال ہماری رائے سے بہتر اور افضل ہوگی۔

خواب آئے ذرا یہ بھی دیکھئے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو عورتیں مسجد میں جاتی تھیں ان کے مسجد میں جانے کی کیفیت کیا ہوتی تھی اور ان کا جانا اور آنا کس طرح ہوتا تھا۔ بخاری کی روایت ہے۔

عن عائشۃ قالت . ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصبح فینصرف النساء متلفعات بحدوہن ما یرفن من الغسل .  
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر جب فارغ ہوتے تھے تو عورتیں چادر میں اپنے کو بالکل چھپا کر نماز سے واپس ہوتی تھیں، اندھیرے کی وجہ سے انکو

کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

اس سے معلوم ہو کہ عورتیں فجر کی نماز میں بھی حاضر ہوتی تھیں تو بالکل چادر سے لپیٹی

ہوتی اور اندھیرا اٹا ہوتا تھا کہ انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ (۱)

اور خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اپنی اپنی جگہوں پر نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے رہتے تا آنکہ عورتیں چلی جاتیں، بخاری ہی کی حدیث ہے حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ :

ان النساء فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن اذا سلمن عورتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب فرض نماز سے سلام پھیر لیتیں

... ناظرین یہیں سے اس حکمت کو بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اندھیرے میں کیوں پڑھتے تھے، چونکہ آپ کے زمانہ میں فجر کی نماز میں عورتیں بھی شریک ہو جایا کرتی تھیں، اس وجہ سے ان کی ستر پوشی اسی میں تھی کہ نماز فجر اندھیرے میں ادا کی جائے، ورنہ نماز فجر کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد موجود ہے کہ اجالے میں نماز پڑھو اس لئے کہ اس میں اجر زیادہ ہے۔ اس وقت نمازی بڑی تعداد میں شریک ہو سکتے ہیں اور جماعت جتنی بڑی ہوگی اس کا اجر بھی اتنا ہی بڑا ہوگا۔

من المکتوبۃ قمن وثبت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ومن صلی من  
الرجال ماشاء اللہ فاذا قام  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام  
الرجال -

تو اٹھ کر چلی جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
اور آپ کے اصحاب اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے پھر  
جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانے کیلئے  
کھڑے ہوتے تو مرد بھی واپس ہوتے -

ناظرین خود فرمائیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں ان حاضر ہونے والی  
عورتوں کی وجہ سے کتنی احتیاط فرماتے کیا آج کے اس دور میں اس احتیاط کا کسی درجہ میں بھی  
نقص ہو سکتا ہے -

اسی سے ملج جلتی مگر اس سے اندر واضح بخاری کی ایک دوسری روایت ہے وہ بھی  
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم اذا سلم قام النساء حين  
يقضى تسليمه ويمكث هو في مقامه  
يسيرا قبل ان يقوم، قال نرى  
والله اعلم ان ذلك كان لكي ينصر  
النساء قبل ان يداركهن احد من  
الرجال -

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام  
پھیرتے تو آپ کے سلام پھیرتے ہی عورتیں  
اٹھ کر چلی جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ  
پر کھڑی دیر ٹھہرے رہتے، اس روایت کے  
راوی امام زہری فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ ہے  
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کرتے تھے کہ قبل  
اس کے حاضرین میں سے کوئی انکو پالے وہ سجدے  
نکل جائیں (اور اپنے اپنے گھروں کو پہنچ جائیں)

(۱) فتح البیدی میں اس حدیث کو جس باب کے تحت اس کو ذکر کیا ہے اس باب کو مکرر ذکر کیا ہے  
اور اس دوسری جگہ پر قال منوی کے بجائے قالت منوی ہے یعنی یہ بات خود ام سلمہ

فرماتی ہیں - (فتح الباری ج ۱ ص ۲۵۳)

بخاری کی ان روایات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگرچہ آنحضور کے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت بطور رخصت تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حاضری کی وجہ سے ان کے حسب حال اس کا پورا اہتمام فرماتے تھے کہ انکی عصمت و آبرو کی پوری حفاظت ہو، عورتوں کی صفوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پیچھے رکھتے تھے حتیٰ کہ بچوں کے بھی پیچھے انکی صفیں ہو کر تھیں تاکہ نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد وہ مسجد سے نکل جائیں اور اس میں کسی طرح کی کوئی تاخیر نہ ہو اور مردوں سے ملنے جلنے کا قطعاً کوئی موقع نہ ملے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی اگرچہ مسجد میں آنے کی رخصت مرحمت فرمادی تھی مگر آپ کا یہ بھی حکم تھا کہ عورتیں خوشبو لگا کر اور زیب و زینت کے ساتھ مسجد میں نہ آئیں۔ اسماعیل بن امیہ سے مروی ہے :

مسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن خروج النساء فقال :  
 یخرجن تغلات -  
 یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کو مسجد میں آنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ مسجد میں آسکتی ہیں مگر پرانے کپڑے میں اور بغیر زیب و زینت کے۔  
 (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۵۱)

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا -

ولا یخرجن الا دهن تغلات  
 (ایضاً)  
 کہ وہ مسجد میں نہ آئیں مگر اس حال میں کہ نہ پرانے کپڑے میں ہوں اور زیب و زینت انھوں نے نہ اختیار کیا ہو۔

اہم لیٹ لیخرجن تغلات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ :

علیہن خلطان شعثات بغیر  
 یعنی ان کے بدن پر پرانے کپڑے ہوں اور  
 دھن - (مصنف ج ۲ ص ۱۴۲)  
 باتیں اور خوشبو لگائے مسجد میں جائیں۔ مہ

اے مسلم کہ ایک روایت ہے کہ اذا شهدت احداً کن المسجد فلا تمس طیباً (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت مائکہ مسجد میں نماز کیلئے جاتی تھیں تو ان سے حضرت عمر فرماتے :

واللہ انک لتعرفین ما احب هذا  
(مصنف ج ۲ ص ۱۲۸)

خدا کی قسم تو خوب جانتی ہو کہ مجھے تمہارا مسجد  
جاننا پسند نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد تھا :

مکلوۃ المرأة فی بیتها افضل  
من صلاتھا فیما سواھا ، ثم قال  
ان المرأة اذا خرجت تشوف لھا  
الشیطان - (مصنف منہ ۱۵۰)

عورت کی نماز اس کی کوٹھری میں دوسری  
جگہوں کے نماز پڑھنے سے افضل ہے، اسلئے  
کہ یہ جب نکلتی ہے تو شیطان اس کی تانک  
جھانک میں لگا رہتا ہے۔

بسا اوقات تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑی سخت قسم کی قسم کھا کر فرماتے۔

ما من مصلی لامرأة خیر من بیتھا  
الا فی حج او عمرۃ الا امرأۃ قد یشت  
من البعولۃ فہی فی متقلیہا -  
(مصنف ج ۲ ص ۱۵۰)

یعنی عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ اسکی کوٹھری  
سے بہتر کوئی نہیں الا یہ کہ وہ حج اور عمرہ کو جائے۔  
البتہ وہ عورت (مسجد میں حاضر ہو سکتی ہے) جو  
اتنی بوڑھی ہو چکی ہے کہ اب اسے شادی نہیں کرنی

ہے اور بڑھاپے سے اس کے قدم بھی شکل سے اٹھتے ہیں۔

ناظرین کے سامنے عورتوں کے مسجد میں جانے کی رخصت کے سلسلہ میں جو تفصیل اب تک آچکی ہے

یعنی اگر کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو ہرگز نہ لگا کر جائے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ویلحق

بالطیب ما فی معناه لان سبب المنع منه ما فیہ من تحویل لحداد اعیۃ الشہوات کحسن الملبس و

الحلی الذی ینظر والزیۃ الفاخرۃ وکذا لک الاختلاط بالرجال (ایضاً) یعنی خوشبو

ہی کے حکم میں وہ تمام چیزیں ہیں جن سے شہوت بھڑک اٹھتی ہو جیسے اچھے کپڑے پہن کر مسجد میں جانا،

زیور کوٹھا ہر کر کے پہننا، خوب زیب و زینت کے ساتھ جانا، مردوں سے اختلاط کرنا۔



مجلہ مفتاح

خط اور اس کا جواب

## کیا صحابہ کرام کا ہر فرد فقیہ تھا؟

محرمی و محرمی مولانا محمد ابو بکر غازی پوری صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ذم پرچہ سے جس طرح حقائق کھل کر سامنے آ رہے ہیں اس سے ہمارے دل و دماغ کو کافی سے زیادہ سازگی مل رہی ہے، آپ کا طرزِ تحریر براہِ سلاط کے جواب کا انداز ہمارے ایمان کو سازگی بخشتا ہے، اور اسلاف سے عقیدت و محبت سے روحِ فرحت پاتی ہے، فقہ حنفی کے بارے میں غیر مقلدین کے پریگنڈوں کی حقیقت کھل رہی ہے۔

غیر مقلدین کے پرچوں میں یہ پڑھنے کو ملتا ہے کہ احناف کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ تسلیم نہیں کیا گیا ہے، اور صحابہ کے درمیان فقیہ صحابی اور غیر فقیہ صحابی کی تقسیم کی گئی ہے؟ براہِ کرم اس پر روشنی ڈالیں۔ والسلام

مسند نصیر الدین انصاری  
اعظمی گڑھ

نہنم ! غیر مقلدین پر پریگنڈہ کے فن کے ماہر ہیں، اور اس وقت وہ سخت احساسِ کمتری کے شکار ہیں، اور جب آدمی میں احساسِ کمتری پیدا ہو جائے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، اور اپنا حق اونچا کرنے کے لئے غلابِ واقعات کا سہارا لیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ احادیثِ رسول کے سب سے زیادہ روایت کرنے والے صحابی ہیں، سنت کے شیدائی تھے عموماً کا ہر حدیث پر عمل کرتے ہیں، اس وجہ سے کچھ لوگوں

نے ان کو غیر فقیہ کہہ دیا جس نے کہا غلط کہا، خود ہمارے علماء نے ایسے لوگوں کی سخت تردید کی ہے۔  
ابتداءً یہ کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام میں کاہر فرد فقیہ تھا  
یہ بھی مبالغہ ہے، خود غیر مقلدین کو یہ تسلیم نہیں ہے۔

مولانا عبد السلام مبارکپوری مشہور غیر مقلد عالم ہیں، ان کی کتاب سیرۃ البخاری بھی بہت  
مشہور کتاب ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں۔

”یہ بات حیرت سے دیکھی جائے گی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت  
سے تھے کیونکہ ان کی تعداد ایک لاکھ کئی ہزار تک پہنچتی ہے، باوجود اس کے  
ان میں صاحب فتویٰ فقیہ ایک سو کئی تھے۔“ (ص ۲۱۷)

یعنی مولانا عبد السلام صاحب کے بقول ایک لاکھ کئی ہزار صحابیوں میں سے صرف سو سے کچھ ہی زائد فقیہ  
و صاحب فتویٰ تھے بقیہ صحابہ اس منصب کے مال نہیں تھے۔

مولانا عبد السلام صاحب مزید لکھتے ہیں :

”اس طرح گویا ہر ایک صحابی آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا براہِ رصد  
یاد رکھتا اور اس کو روایت کرتا لوگوں کو سکھاتا اس کے مطابق فتویٰ دیتا اور اس  
خدمت کو اپنے فرائض سے جانتا، اس پر بھی چند ہی صحابہ فقیہ اور مجتہد کے  
لقب سے شہرت پذیر ہوئے جو لاکھوں کی تعداد کے سامنے بہت قلیل ہیں۔“  
(ص ۲۱۸)

مزید مولانا مبارکپوری کا یہ ارشاد سن لیں، فرماتے ہیں :

”بہت سے مسائل ایسے پیش آتے ہیں جن کی نسبت حدیث میں کوئی حکم بتصریح  
موجود نہیں، بلکہ قواعد استنباط کے ذریعہ حکم استخراج ہوتا ہے یا حکم کی تصریح  
ہے، لیکن اور حدیثیں اس کے معارض ہیں، ایسی صورتوں میں اجتہاد اور استنباط  
کی ضرورت پڑتی ہے اور فقہ دراصل اسی کا نام ہے اس قسم کے مسائل کا فیصلہ  
کرنا انھیں لوگوں کا کام تھا جو اس فن کے امام تھے۔“ (ص ۲۱۸)

احناف اس سے زیادہ نہیں کہتے جو مولانا عبد السلام صاحب مبارکپوری کی تحقیق ہے۔



مزید غیر مقلدین کی جماعت کے سب سے بڑے عالم یا نمبر ۲ کے مجدد کی تحقیق بھی سن لیں، مولانا نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

وَالَّذِينَ حَفِظْتُ عَنْهُمْ الْفَتَوَىٰ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً وَتِسْعًا وَثَلَاثُونَ نَفْسًا مَا بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ  
(الجنة ۵)

یعنی صحابہ کرام کی جماعت میں سے جن مردوں یا عورتوں سے فتاویٰ منقول اور محفوظ ہیں ان کی تعداد تقریباً ایک سو تیس ہے۔

اور اس سے صریح عبارت علامہ عراقی کی ہے جس کو نواب صاحب نے نقل کیا ہے۔

ان الصحابة رضي الله عنهم ما كان كلهم فقهاء على اصطلاح العلماء فان فيهم القراوى والبداوى ومن سمع منه صلى الله عليه وآله وسلم حديثاً واحداً وصحبه مرة - (ایضاً ۵)

یعنی علماء کی اصطلاح کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام فقیہ نہیں تھے، اسلئے کہ ان میں قصبے اور دیہات کے رہنے والے بھی تھے اور ایسے بھی جنہوں نے آنحضرت سے صرف ایک حدیث سنی اور آپ کی صحبت میں رہنے کا ایک ہی مرتبہ ان کو اتفاق ہوا۔

افسوس یہ ہے کہ غیر مقلدین جب احناف پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کی آنکھوں پر تعصب کی پیٹی چڑھی ہوتی ہے اور اسلئے وہ ایک ثابت شدہ حقیقت کا بھی انکار کر دیتے ہیں ان کا مقصد صرف احناف کے خلاف پروپیگنڈہ کی ہم کو تیز سے تیز تر کرنا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہمیں حقیقت ثابتہ کا منکر نہ بنائے اور تعصب اور غلو کے مرض سے محفوظ رکھے۔

وَالسَّلَامُ  
محمد ابو بکر غازی پوری

مجلہ مفتاحی

طند شیرازی

## خمار سلفیت

### الہادیوں کی فکر جو ان کو ستاتی رہتی ہے؟

بیٹا - ابا جی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - ابا جی کیا بات ہے کہ ہماری جماعت کو اپنا مذہب قدیم بتانے کی فکر بہت ستائے رہتی ہے، ہم نے کسی دوسری جماعتوں کو اس کی فکر کرتے نہیں دیکھا؟ کسی حنفی نے، کسی شافعی نے، کسی مالکی نے، کسی حنبلی نے اپنا سراسر اس میں نہیں کھپایا۔

باپ - کیا ہوا بیٹا؟

بیٹا - ابا جی جامعہ سلفیہ کے وکیل اکامہ صاحب فرماتے ہیں:

چند برس پیشتر علماء کے ایک اجتماع میں جماعت الہادیہ کا تذکرہ ہوا

تو میں نے کہا کہ اس جماعت کے اصول وہی ہیں جو اسلام کے ہیں۔

(محدث خصوصی اشاعت اپریل تا جون ۱۳۸۰ھ)

آخر جماعت الہادیہ ہی کے بارے میں کیوں لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام والی جماعت ہے یا نہیں؟ کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے بارے میں یہ شبہ

کیوں نہیں پیدا ہوتا ؟

باپ - بیٹا، یہ کھٹک تو مجھے اکثر پیدا ہوتی رہتی ہے۔

بیٹا - اباجی یہاں دال میں کچھ کالا ہے کیا ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

**اہلحدیث اسلامی اصول والی جماعت ہے اس کا ثبوت مل گیا۔**

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی ایک بڑی نئی دریافت ہوئی ہے، اہلحدیث زندہ باد کا نعرہ لگانے والوں کو بلا لیجئے۔

باپ - کیا ہوا بیٹا، آج تمہارے چہرہ پر اتنی خوشی کیوں ناچ رہی ہے ؟

بیٹا - اباجی ہمارے وکیل اکجامہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کو اہلحدیث اسلام والی جماعت ہے کی دیل نہیں مل رہی تھی، انہوں نے جب اس کا دعویٰ کیا تھا تو بلا ثبوت

تھا، اب وکیل صاحب کو اس کا ثبوت مل گیا ہے، اہلحدیث کا اسلام والی جماعت ہونا آج ثابت ہو گیا۔

باپ - ان کو کیا ثبوت ملا،

بیٹا - اہلحدیث سیاست، کتاب میں وکیل صاحب کو اس کا ثبوت مل گیا، فرماتے

ہیں :

”لیکن مجھے تحریری ثبوت کی تلاش تھی الحمد للہ اہلحدیث سیاست میں

وہ ثبوت مل گیا۔“

اور پھر انہوں نے جماعت اہلحدیث کے عالموں کے دعووں سے کہ اہلحدیث کا

مذہب وہی ہے جو اسلام مذہب ہے، اپنی تسلی کر لی۔

باپ - بیٹا، ڈاکٹر صاحب تو پڑھے لکھے آدمی ہیں، جامعہ اذہر کے فارغ ہیں، اشار اللہ  
 پی ایچ ڈی ہیں، ان کو اتنی تو عقل ہونی چاہئے کہ وہ جانیں کہ دلیل و ثبوت کس کو  
 کہا جاتا ہے، بیٹا اس طرح کے ثبوت سے تو ہر گمراہ فرقہ اپنے کو اہل حق ثابت  
 کر سکتا ہے، مثلاً قادیانی مرزا احمد قادیانی کی کتابوں سے یہ بتلاتا ہے کہ قادیانیت  
 ہی سب سے سچا مذہب ہے، اور کوئی بریلوی اعلیٰ حضرت کے ملفوظات اپنے کو  
 سب سے برا اہل سنت محمدی ثابت کر سکتا ہے۔

بیٹا - اباجی میں تو اس پر تعجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب ابھی تک بلا ثبوت ہی اپنے کو دور اہل  
 والا مسلمان سمجھتے رہے، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل اور ثبوت نہیں تھا، تبھی تو  
 ان کو دلیل اور ثبوت کی تلاش تھی، اور یہ ثبوت ان کو کہاں ملا، اپنے عالموں کی تحریر  
 میں، نہ قرآن میں نہ حدیث میں۔

باپ - بیٹا ڈاکٹر صاحب کے ثبوت کا کوئی نمونہ تو سناؤ۔

بیٹا - وہ کتاب تحریک اہلحدیث ص ۷ کے حوالہ سے مصنف کا یہ دعویٰ نقل کرتے ہیں۔  
 اس تحریک کی عمارت اصول کے لحاظ ٹھیک ان ہی بنیادوں پر قائم ہے  
 جن پر خود اسلام کی بنیاد کھڑی ہے، اس لئے اس کی تاریخ اتنی ہی  
 قدیم ہے جتنی اسلام کی۔

باپ - بیٹا یہ بھی تو دعویٰ ہی ہے، یہ کلام دلیل اور ثبوت کیسے بنے گا؟ ڈاکٹر صاحب  
 کسی اہلحدیث کے دعویٰ ہی سے اپنے دعویٰ کو ثابت کر رہے ہیں، کسی کا دعویٰ  
 ان کے دعویٰ کی دلیل کیسے بنے گا؟

بیٹا - اباجی ہمارے ڈاکٹر صاحب کا مزاج اقدس بخیر تو ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## اہلحدیث کے نزدیک سلف کی اہمیت زیادہ ہے

بیٹا - اباجی

باپ، جی بیٹا

بیٹا - اباجی محدث خصوصی اشاعت میں ڈاکٹر ازہری صاحب کا بڑا زبرد دار طویل مقالہ شائع ہوا ہے، بڑی تحقیق ہے، اباجی انھوں نے یہ بڑا دعویٰ کیا ہے، اور مقلدین کے خیمہ میں کھلبلی مچا دی ہے، فرماتے ہیں:

” اہلحدیث کے نزدیک سلف کی اہمیت زیادہ ہے “

باپ - بیٹا یہ تو دعویٰ ہے، ڈاکٹر صاحب دعویٰ بہت کرتے ہیں کوئی مقلد پوچھے گا کہ اپنے اس دعویٰ کو مذہب اہلحدیث کے عقائد و اعمال سے ثابت کرو تو ہم کیا کہیں گے، ہر گمراہ جماعت اس طرح کا دعویٰ کیا کرتی ہے۔

بیٹا - اباجی کیا آپ کو ڈاکٹر ازہری صاحب کا یہ دعویٰ تسلیم نہیں ہے؟

باپ - بیٹا میں تو تسلیم کر لیتا کہ وکیل جامعہ سلفیہ کا کلام شریف ہے مگر میں کیا کروں شیخ جن کل ہی سے آسمان سر پہ اٹھائے ہوئے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اگر سچے ہیں تو اس کا ثبوت واقعی ہمایا فرمائیں، ورنہ ان کا دعویٰ جھوٹ ہوگا۔

بیٹا - اباجی شیخ جن کو اشکال کیا ہے، وہ تو اپنے آدمی ہیں۔

باپ - بیٹا وہ اپنے آدمی تو ہیں مگر پڑھے لکھے ہیں جاہل تھوڑے ہی ہیں، انھوں نے ہماری جماعت کی کتابیں پڑھی ہیں، اسلئے ان کو ڈاکٹر صاحب کے دعویٰ میں بڑا اشکال ہے۔ شیخ جن کہتے ہیں کہ ڈاکٹر ازہری صاحب کیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اہلحدیث جماعت میں سلف کی اہمیت زیادہ ہے، جب کہ خود اسی جامعہ سے جس کے وہ وکیل صاحب ہیں شائع ہونے والی کتابوں میں اسلاف کے سرداروں یعنی حضرات صحابہ کرام کے بارے میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے۔

”صحابہ کرام کے وہ فتاویٰ حجت نہیں بنائے جاسکتے جو نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہوں“ (تنویر الافاق)

معلوم ہوا کہ جماعت اہل حدیث میں یہ خیال جڑ پکڑ چکا ہے کہ صحابہ کرام کے فتاویٰ کتاب و سنت کے خلاف بھی ہوتے ہیں، یہ صحابہ کرام کی توقیر و عزت اور اہمیت ہے کہ انکی اہمیت کو امت کی نگاہ میں کم کرنا ہے؟

جامعہ سلفیہ کی اسی بیہودہ کتاب میں یہ بھی لکھا ہے  
”بہت سے صحابہ و تابعین بہت سی آیات کی خبر رکھنے اور تلاوت کرنے کے باوجود بھی مختلف وجوہ سے ان کے خلاف عمل پیرا تھے“

یہ صحابہ کرام اور تابعین کی اہمیت کا اظہار ہے یا امت کی نگاہ میں انکی اہمیت کو کم کرنا ہے۔

کتاب اللہ کے خلاف عمل کرنے والا وہ بھی جانتے بوجھتے ہوئے کتنا برا گناہ ہے، جامعہ سلفیہ کی کتاب میں کہا جا رہا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین یہی گناہ کا کام کرتے تھے۔

یہ صحابہ کرام کی توقیر و عزت ہے اور ان سے عقیدت و محبت کا اظہار یا انتہائی درجہ کی ان کی شان میں گستاخی ہے۔

بیٹا لطف یہ ہے کہ انھیں وکیل جامعہ ڈاکٹر صاحب کا اس کتاب پر لٹنا چڑا مقدمہ ہے جس میں اس کتاب اور مصنف کی وکیل جامعہ ازہر کے ڈاکٹر صاحب نے خوب خوب تعریف کی ہے۔

شیخ جن کہتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث میں شیعیت کے جراثیم گھس گئے ہیں، اس لئے وہ حق والی جماعت نہیں ہو سکتی۔

بیٹا، اباجی تو کیا جامعہ سلفیہ کے وکیل صاحب ڈاکٹر مقتدی ازہری نے بے پر کی اڑائی ہے؟

باپ - جی بیٹا، بالکل بے پر کی اڑائی ہے۔  
 بیٹا - اباجی تو ان وکیل جامعہ صاحب کو کون راہ حق دکھائے گا۔؟  
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## جماعتِ اہلحدیث میں تصنیفی کام کرنے والے

بیٹا - اباجی  
 باپ - جی بیٹا  
 بیٹا - اباجی جامعہ سلفیہ کے محدث پرچہ میں جامعہ سلفیہ کے ازہری فاضل وکیل جامعہ کا زبردست مقالہ شائع ہوا ہے۔ اس سے بڑی بڑی معلومات فراہم ہوئیں۔  
 باپ - ڈاکٹر صاحب نے کیا لکھا ہے بیٹا؟  
 بیٹا - اباجی لکھا تو انھوں نے بہت کچھ ہے، مگر یہ بات تو ان کی بڑی زبردست ہے کہ جماعتِ اہلحدیث میں ایسے ایسے عالم گزرے ہیں جنہوں نے تفسیر ابن کثیر اور صحاح ستہ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ جیسی حدیث کی کتابوں کا اردو ترجمہ کیا، فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت نے تفسیر ابن کثیر اور صحاح ستہ کے ترجمے کئے۔

باپ - بیٹا انھوں نے ان ترجمہ کرنے والوں کا نام بھی لیا ہے؟  
 بیٹا - اباجی نام تو انھوں نے نہیں لیا ہے۔  
 باپ - بیٹا، ہمارے ڈاکٹر صاحب بہت ہرشیہ آدمی ہیں بڑا اچھا کام کیا کہ ان ترجمہ کرنے والوں کا نام نہیں لیا ورنہ ہماری جماعت کیلئے بڑی مصیبت پیدا ہو جاتی۔

بیٹا - اباجی وہ کون لوگ ہیں؟  
 باپ - بیٹا، تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ کرنے والا اخبار محمدی کا ہے جو وہ اڈیٹر ہے جس نے حضرت عمر کی شان میں یہ لکھا ہے۔

۔ موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے اس میں  
فطلی کی، حضرت فاروق ان مسائل کے شرعی دلائل سے واقف  
نہیں تھے،

اسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بات وحی الہی کے  
بغیر حجت نہیں۔

اور حدیث کی کتابوں کا ترجمہ کرنے والا حیدر آباد کا نواب وحید الزماں ہے جس نے  
لکھا ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ معاذ اللہ فاسق تھے، انکو رضی اللہ عنہ کہنا  
جائز نہیں ہے۔

بیٹا۔ اباجی ان جیسے لوگوں کا نام ہمارے ڈاکٹر صاحب اتنی عظمت سے کیوں لیتے ہیں؟  
باپ۔ بے تہ نہیں بیٹا۔

### امام دکیع رحمۃ اللہ علیہ

ابن خشرم فرماتے ہیں کہ میں نے امام دکیع کو دیکھا ان کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں  
رہو کرتی تھی، وہ حدیث حافظہ سے اعطاء کرتے تھے، میں نے ان سے قوت حفظ کی دوا  
پوچھی، تو انھوں نے فرمایا، ترک معاصی۔

یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں کہ میں سفر و حضر میں امام دکیع کے ساتھ رہا، میں نے دیکھا  
کہ وہ ہمیشہ روزہ سہا کرتے تھے اور ہر رات قرآن کا ایک غم کرتے تھے۔

ابن میعن فرماتے ہیں کہ امام دکیع نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے  
حدیث کا سماع کیا تھا اور ان کی ساری حدیثوں کے وہ حافظ تھے، انھوں نے حضرت  
امام ابو حنیفہ سے نو سو حدیثیں سنی تھیں، اور انھیں کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(از ابو حنیفہ واصحابہ المحدثون)



جلد ۱۔ جمل مفتاحی  
قسط ۲

محمد ابو بکر غازی پوری

## برطانیہ کا سفر

(۱)  
۲۱ جولائی۔ آج صبح کاناشہ مولوی اسماعیل کے گھر ہوا، دس بجے دارالعلوم لندن جانے کا پروگرام تھا، ہم لوگ اس دارالعلوم کو دیکھنے اور یہاں کے پروگرام میں شرکت کیلئے نکلے، یہ دارالعلوم لندن کے ایک مضافاتی علاقہ میں واقع ہے، جس عمارت میں دارالعلوم ہے وہ پہلے فوجی چھاؤنی تھی، بڑی وسیع جگہ اور بنی بنائی عمارت دارالعلوم والوں کو مل گئی، یہ علاقہ بہت گناں شمار ہوتا ہے، مگر لندن میں رہنے والے گجراتی مسلمانوں کی ہمت اور دین و علم کے جذبہ خدمت کی داد دیکھئے کہ اس گراں علاقہ میں ایک وسیع و عریض عمارت خرید کر اس پر ایک دارالعلوم قائم کر دیا، یہاں دورہ تک کی تعلیم ہے، عمارت بڑی صاف ستھری اور جگہ بڑی پرہیزگار ہے، یہاں کے ناظم صاحب بڑے خلاق و منساہ اور شریف طبیعت کے مالک ہیں، مجسم تواضع و انکسار ہیں، بخاری شریف کا درس مولانا محمد سعید صاحب بزرگ سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے داماد مولانا عبد الرشید صاحب دیتے ہیں، جو جوان فاضل ہیں، بہت کم گو اور متواضع جو جوان عالم دین ہیں، یہاں میری پون گھنٹہ کی تقریر ہوئی، تقریر کے بعد یہاں ہی ظہر کی نماز ادا کی گئی، دوپہر کا کھانا بھی یہیں کھایا گیا اور پھر مولوی اسماعیل کے گھر واپسی ہوئی۔

اس دارالعلوم میں میں نے دیکھا کہ ہر کمرہ میں صرف دو پلنگ ہے، جبکہ اس میں

اس سے زیادہ کی گنجائش تھی، میں مدرسہ کے مہتمم صاحب کو اس کی طرف توجہ دلائی کہ ایک کمرہ میں صرف دو لڑکوں کی رہائش تربیتی اور انتظامی لحاظ سے مناسب نہیں ہے، مہتمم صاحب نے کہا کہ ہم لوگوں کو اس کا احساس ہے، مگر ہم گورنمنٹ کے قانون سے معذور ہیں، اتنے بڑے کمرہ میں گورنمنٹ کے قانون کے مطابق صرف دو ہی لڑکے رہ سکتے ہیں، گورنمنٹ سمجھتی ہے کہ اس سے زیادہ لڑکے اگر ان کمروں میں رہیں گے تو ان کی صحت پر خراب اثر پڑیگا۔ ہر مہینہ گورنمنٹ کا آدمی ان کمروں کو چیک کرتا ہے، ہیں دو طالب علم سے زیادہ ان کمروں میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس دارالعلوم کو آتے جاتے ہمارا گزرا ایک بہت بڑی سڑنگ سے ہوا، اس سڑنگ میں گاڑی کا چلنا خود ایک اچھی تفریح ہے۔

عصر تک مولوی اسماعیل کے گھر آرام کرتا رہا، آج ہی مجھے عصر بعد کلیٹن کی ایک مسجد میں جس کے امام مولانا عبد الرشید دارالعلوم لندن کے شیخ اکدریث ہیں تقریر کرنی تھی، وہاں ہم لوگ وقت پر پہنچ گئے اور حسب پروگرام پون گھنٹہ تقریر ہوئی، لوگوں میں سلیفیت کے

(۱) دارالعلوم لندن کے جس معنائاتی علاقہ میں واقع ہے اس کا نام CHISLEHURST ہے۔

یہ لندن سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک پرنضا مقام ہے، مولانا مصطفیٰ صاحب جو مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ ہیں اسکو ششہائیس قائم کیا، اس وقت طلبہ کی تعداد سو اسو کے قریب ہے۔

مدرسہ کا ایریا دس ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے، موجودہ عمارت فوجی تربیت گاہ تھی جو ایک سو بیس روم پر مشتمل ہے، مدرسہ والوں نے اس عمارت کو آٹھ لاکھ پونڈ میں خریدا، جو ہندوستانی سکھ میں چھ کروڑ چالیس لاکھ ہوتا ہے، اس سے برطانیہ میں مقیم ہندوستانی خصوصاً گجراتی مسلمانوں کی ہمت و حوصلہ اور دین کی راہ میں خرچ کے جذبہ اور دین کے بارے میں انکی نگرمنندی کا پتہ چلتا ہے۔

برطانیہ کے سرکاری قانون کے مطابق ہر مدرسہ میں سرکاری نصاب کی بھی تعلیم ضروری ہوتی

ہے۔ وہ نصاب یہاں بھی پڑھایا جاتا ہے۔

تعلق سے بہت بے چینی تھی، میرے بیان سے حاضرین کو بہت مدد تک تسلی ہوئی اور انھیں معلوم ہوا کہ یہ سلفی لوگ صرف نام کے سلفی ہیں، ورنہ ان کا رشتہ سلف سے کٹا ہوا ہے، حاضرین نے میری بات بڑے غور اور توجہ سے سنی، جہاں لوگ اردو اچھی طرح سمجھنے والے ہیں وہاں طبیعت خوب کھلتی ہے، اس مسجد میں مصلیوں کی غالب تعداد اردو سمجھنے والوں کی تھی اس وجہ سے میں نے بھی اپنی بات بہت کھل کر کہی اور لوگوں نے میری بات کو خوب سمجھا بھی۔

اسی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی گئی، پھر مولوی اسماعیل کے گھر کلیٹن واپسی ہوئی۔ اسماعیل کے پڑوسی میں ایک صاحب ہیں جن کا نام بھائی محمد ہے، وہ بھی گجرات کے رہے والے ہیں، پرانے سکوں کے ماہر سمجھے جاتے ہیں، اور دوسرے لوگ ان سے سکوں کی جانچ کرانے آتے ہیں، اور غالباً یہی ان کا ذریعہ معاش بھی ہے، بڑے لمبا ریش مکہ براق رقتار، خدمت گزار، حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کراچی سے بیعت کا بھی تعلق ہے۔ میرا ان سے سابقہ کوئی تعارف نہیں تھا، جب میں لندن پہنچا تو ان سے تعارف ہوا پھر یہ تعارف ان کی محبت میں ڈھل گیا، پھر تو بھائی محمد بار بار میرے پاس آتے جاتے رہے، ہر خدمت کیلئے بلا تکلف ہر وقت حاضر رہتے، انھیں بھائی محمد کے یہاں آج رات کا کھانا تھا، بھائی محمد نے کھانے پر بڑا اہتمام کیا تھا، کئی پاکستانی حضرات بھی تھے کھانوں کا لطف تو رہا ہی ان پاکستانی حضرات کی ملاقات نے اس لطف کو دو بالا کر دیا، دیوبند کی محبت اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں کیسی بھر دی ہے، دیوبند کی نسبت سے کوئی آدمی کہیں پہنچ جائے لوگ اس کے دیوانہ ہو جاتے ہیں، عقیدت و محبت و کلام و احترام کا غیر معمولی معاملہ کرتے ہیں، ان پاکستانی بھائیوں کو بھی معلوم ہوا کہ میرا تعلق دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کرنے کا ہے، بس یہ حضرات میرے گرویدہ ہو گئے، اور بڑی محبت اور عقیدت سے باتیں کرتے رہے، ہر ایک کے دل میں دیوبند اور دارالعلوم دیوبند دیکھنے کی تڑپ تھی، شوق تھا۔

میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا، بھائی محمد نے جوشانہ کی چند پٹیاں میں

کہیں اس کا استعمال کروں، مولانا اسماعیل کے گھر آکر اس کو استعمال کیا اور سو گیا، الحمد للہ رات عافیت سے گزری۔

۲۲ جولائی : آج صبح ناشتہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ امریکہ سے میرے عزیز شاگرد یوسف بھولا سلمہ کا فون آگیا، انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ میں لندن پہنچ گیا ہوں، فون پر بڑی دیر تک وہ باتیں کرتے رہے اور طالب علمی کے زمانہ کی یادیں تازہ کرتے رہے، احمد شہزاد جن طالب علموں نے مجھ سے پڑھا ہے ان میں سے بیشتر مجھ سے گہرا قلبی تعلق رکھتے ہیں، محبت سے یاد کرتے ہیں، اور خدمت کیلئے تیار رہتے ہیں، مولوی یوسف بھولا انہیں شاگردوں میں سے ہیں جو میرے ساتھ بڑی محبت رکھتے ہیں ہندوستان میں بھی رہو تو ان کا فون اور خط آتا رہتا ہے، افریقہ گیا وہاں ان کا فون پہنچا اور وہ میری فون ہی پر خبر گیری کرتے رہے، لندن پہنچا تو وہاں ان کی محبتوں کے نغمے میرے سازوں کو چھیڑتے رہے، اگر ایسے مخلص شاگرد اس زمانہ میں کسی استاذ کو میسر آجائیں تو وہ اس کیلئے بڑی نعمت ہیں، اللہ تعالیٰ مولوی یوسف بھولا کو خلیفہ سلمہ کو ہر طرح کی ترقی و سعادت سے نوازے۔

آج حاجی نصر اللہ خاں صاحب کے ساتھ لندن شہر گھومنے کا پروگرام تھا، مولوی مشتاق صاحب اپنی گاڑی لے کر وقت مقررہ پر آگئے، میں حاجی نصر اللہ صاحب مولوی اسماعیل مافا محمد یوسف مولوی مشتاق کی گاڑی پر لندن شہر کی تفریح کیلئے نکلے، ابھی مولوی اسماعیل کے گھر کے قریب کی سڑک پر پہنچے تھے کہ مولوی مشتاق نے کچھ اشارہ کیا اور مولوی یوسف پیکر گاڑی سے نکلے اور ایک دکان میں گھس گئے، میں نے پوچھا کیا معاملہ ہے تو ان لوگوں نے بتایا کہ یہاں شہر کے مصافحات سے شہر میں گاڑی یہاں کیلئے پانچ پونڈ کا ٹکٹ لینا پڑتا ہے، مولوی یوسف وہی ٹکٹ لینے گئے ہیں، عراق پر امریکہ کی چڑھائی نے نہ صرف عراق کو تباہ کیا ہے بلکہ برطانیہ اور امریکہ کی اقتصادیات کا بھی کس بس نکل گیا ہے، عراق پر امریکہ بعد برطانیہ کے حملے پہلے شہروں میں کاروں کے داخلہ کا برطانیہ میں کوئی ٹکٹ نہیں تھا، یہ ٹکٹ

عراق پر حملہ کے بعد لگایا گیا ہے، کیسا عجیب معاملہ ہے کہ کوئی دیہات اور سفانات کا رہنے والا آدمی اپنی کار کے ساتھ بلا ٹکٹ لئے ہوئے شہر میں داخل نہیں ہو سکتا، برطانیہ کے سوا شاید یہ نظام کہیں اور نہ ہو، اور حکومت کا کہنا یہ ہے کہ اس نے شہروں میں کاروں کے ہجوم کو روکنے اور ٹریفک نظام پر قابو پانے کیلئے یہ نظام مقرر کیا ہے، برطانیہ گورنمنٹ نے اپنی کمزوری کو چھپانے کیلئے عوام کی نگاہ میں کیسا دھول جھونک رہی ہے، اس نظام کے باوجود سڑکوں پر سنگلوں کی اتنی کثرت ہے کہ ہر چار قدم پر گاڑیاں رکتی ہیں اور تھوڑی دیر کا سفر گھنٹوں میں طے ہوتا ہے۔

لندن شہر میں گاڑی پارکنگ کا بڑا مسئلہ ہے، گاڑی چل رہی ہے تو چل رہی ہے، پارکنگ کیلئے دور دور تک کوئی جگہ نہیں ہے، اس لئے لندن شہر کی سیر بھاگ بھاگ کی رہی، ایک چیز بھی اطمینان سے دیکھنے کا آج کے روز موق نہیں ملا، یہاں کا مشہور ٹاور برج ہے، جو چاروں کی آمد و رفت پر کھولا اور بند کیا جاتا ہے، انسان کی صناعتی کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔ اس سے کچھ فاصلہ پر لندن برج ہے، ان دونوں برجوں سے ہمارا گذر ہوا، یہاں رکنا نہیں ہوا، یہاں کی پارلیمنٹ کی شاندار عمارت بھی دیکھی، معلوم ہوا کہ اس عمارت پر رنگ و روغن کئے ہوئے عرصہ دراز گذر گیا ہے، اب جب حکومت اس کا ارادہ کرتی تو اس کا خرچ موجودہ عمارت کی تعمیر پر جتنا خرچ ہوا تھا اس سے زیادہ آتا ہے اس لئے حکومت اپنا پروگرام ملتوی کر دیتی ہے، ملکہ برطانیہ کا محل بھی دور سے دیکھا گیا، وہ جگہ بھی دیکھی جہاں تمام اہم منسٹریاں ہیں، موجودہ پرائم منسٹر ٹونی بلیر کے مکان سے بھی گذر ہوا، لندن کا مشہور پارک (HYED PARK) بھی دیکھا گیا، یہ لندن کی وہی مشہور جگہ ہے جہاں کے ایک حصہ میں ہفتہ کے ایک دن اتوار کو چاہے تقریر کرے اور جس طرح کی چاہے تقریر کرے، حکومت کو گالی دے، پرائم منسٹر کو گالی گورنمنٹ پر جس طرح کی چاہے تنقید کرے، آج کے دن اس کی پوری چھٹی رہتی ہے۔ نچلے قسم کے لوگ یہاں آکر عجیب عجیب تماشا کرتے ہیں کبھی سننے والا کوئی نہیں ہے اور تقریر

کرنے والا اپنی جھاڑے جا رہا ہے، یہ پارک ہر طرح کی بیجائی اور حرام کاری کا اڈہ ہے،  
ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ انسان شرم و حیا سے پانی پانی ہو جائے مگر یورپ کی تہذیب  
میں یہ سب روا ہے، بلکہ تہذیب و تمدن کی ارتقار کی علامت ہے۔ اور جہاں بیجائیوں اور  
حرام کاریوں کے تالاب میں نہنگا ہو کر نہائے وہ پچھلے دور کا آدمی ہے۔  
سارے ڈرائیونگ مولوی مشتاق کر رہے تھے۔ اور نصر اللہ ان صاحب راستوں کی

رہنمائی کر رہے تھے۔ خانصاحب لندن کے راستوں سے ایسے ہی واقف ہیں جیسے کوئی  
اپنی گلی کوچہ سے واقف ہوتا ہے، وہ ساتھ میں ہوں تو ان کی پر مزاح باتوں سے تفریح  
کا مزہ مزید بڑھ جاتا ہے، خانصاحب اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جب تک انکو ایک  
پھوڑے نے بستر پر نہیں ڈال دیا ہر جگہ ہمارے ساتھ رہے، اور جہاں وہ اپنی بیماری  
کی وجہ سے نہیں ساتھ رہے ہیں انکی کمی کاشد یہ احساس رہا۔

گھومتے گھماتے ہم لوگ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں کی آبادی کا بڑا حصہ  
عربوں پر مشتمل ہے، اس جگہ کا نام (EDG. EWAR ROAD) تھا، مجھے  
یہاں عربوں کی زندگی کا مشاہدہ کرنا تھا، تھوڑی دیر کیلئے میں نے کار رکوائی اور ایک عرب  
دوکان میں داخل ہو کر عرب دوکاندار سے بات چیت کی، عرب فطرتاً بڑے بااخلاق ہوتے  
ہیں، البتہ معاشرتی اعتبار سے یہاں کے عرب بھی انگریز ہو گئے ہیں، ان کے لباس اور طرز  
ربائش کو دیکھ کر پہلی نگاہ میں کوئی انکو عرب نہیں سمجھے گا، تعجب یہ ہے کہ عرب ہی سب سے  
زیادہ گوشت کے معاملہ میں بد احتیاط ہیں اور بلا تکلف انگریزوں کا ذبیحہ کھاتے ہیں جنکے  
حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

ہم نے بی بی سی لندن جس کی خبریں ہم ہندوستان میں سننا کرتے ہیں اس کا مرکز  
بھی دیکھا اگر موقع ہوتا تو اندر جا کر بھی اسے دیکھتے، تھوڑی سی کاغذی کاروائی کے بعد اسکو  
اندر سے دیکھنا ممکن تھا، مگر اس کا موقع نہیں تھا۔  
گھومتے پھرتے ہم بہت تھک چکے تھے، اسلئے کلپٹن مولوی اسماعیل کے گھر واپس

ہوئے۔

دوپہر کا کھانا بھائی نذیر صاحب کے یہاں ہوا، یہ بھی گجراتی ہیں اور بیسوں سال سے لندن میں مقیم ہیں، جماعت سے جڑے ہوئے ہیں، بڑے نیک خلیق اور فرشتہ خصلت انسان ہیں، لندن میں جب تک میرا کپٹن میں قیام رہا یہ صبح و شام میرے پاس آتے تھے اور میرے ساتھ بڑا وقت گزارتے تھے، بیسوں سال سے لندن میں رہ رہے ہیں، مگر جماعت کی برکت سے لندن کی یورپی تہذیب اور زندگی نے انکی زندگی پر قطعاً کوئی اثر نہیں ڈالا ہے جماعت کے کاموں کی برکتوں کا صحیح اندازہ ہندوستان سے باہر نکلنے پر ہوتا ہے، خصوصاً یورپ اور افریقہ کے ملکوں میں تبیلنی جماعت کی برکتیں قدم قدم پر مشاہدہ میں آتی ہیں، نوجوانوں کی بہت بڑی جماعت کو اس جماعت نے ان ممالک میں بھٹکنے سے بچا رکھا ہے۔

## مکتبہ اتریش کی تازہ پیشکش ارمغانِ حق

زمر میں شائع ہونے والے خطوط کے جوابات کا پہلا مجموعہ

صفحات ۳۷۵ - قیمت ۱۲۵ - طلبہ و علماء کیلئے خصوصی رعایت

صرف ۷۵ روپے میں - اہل علم کیلئے بہترین تحفہ، رد غیر مقلدیت پر ایک

لاجواب کتاب، بہترین طباعت، بہترین کتابت اور مجلد

از قلم: مولانا محمد ابو بکر غازی سوہی : مکتبہ اتریش قاسمی منزل سید وارہ غازی سوہی (پوئی)

کتاب وی پی سے ہرگز نہ طلب کریں۔

مجموعہ مفتاحی

محترم ڈاکٹر رشید الوحیدی صاحب کا ایک خط اور بڑے بھائی کے انتقال پر  
ان کے

## تاثراتی اشعار

ڈاکٹر رشید الوحیدی صاحب میرے ان کرم فرما بزرگوں میں سے ہیں جو اپنی بزرگانہ  
شفقتوں سے مجھے نوازتے رہتے ہیں، میرے بارے میں ڈاکٹر صاحب بہت حسن ظن رکھتے  
ہیں، میرے نام اپنے خطوط میں میری حیثیت سے بہت زیادہ میری تعریف کرتے ہیں، ان کی  
تعریفوں سے مجھے بسا اوقات بہت شرم آتی ہے، اسی لئے میں نے زمزم میں کبھی ان کا خط  
شائع نہیں کیا، ویسے بھی میرا مزاج اپنے بارے میں تعریفی خطوط شائع کرنے کا نہیں ہے  
زمزم اور میری کتابوں کے بارے میں ہر روز کوئی نہ کوئی خط آتا ہے، جس میں لوگ مجھے بہت  
بہت محبت سے یاد کرتے ہیں، زمزم کی تعریف کرتے ہیں، فتنہ غیر مقلدیت کے رد و ابطال  
میں جو کام مجھ سے بن پڑا ہے، اس کی تعریف کی جاتی ہے، بسا اوقات خط لکھنے والے بڑے  
مبالغہ سے بھی کام لیتے ہیں، اور میرے بارے میں ان کے خطوط میں ان کلمات اور خیالات کا اظہار  
ہوتا ہے جن کا میں قطعاً مستحق نہیں ہوں یہ محض خط لکھنے والوں کی محبت اور ان کا حسن ظن  
ہوتا ہے، ورنہ من آنم کہ من دامن۔

گذشتہ دنوں ڈاکٹر صاحب کے بڑے بھائی مولانا فرید الوحیدی صاحب کا جدہ میں انتقال  
ہو گیا، مرحوم یوں تو پورے خاندان اور سارے ہی اعزاء و اقارب کیلئے ایک شجر سایہ دار تھے



سب کا خیال رکھنے والے اور سب کے ساتھ احسان و سلوک کرنے والے، بیس ہزار کی رقم ہر ماہ اعزاء و اقرباء پر خرچ کرتے تھے، مگر ان کا تعلق ڈاکٹر صاحب سے کچھ مزید خصوصی تھا، ڈاکٹر صاحب کے والد کا جب انتقال ہوا تو ڈاکٹر صاحب بہت غور و سال تھے، شروع میں پورے خاندان کو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ نے جو ڈاکٹر صاحب کے دادا ہوتے تھے اپنی پرورش میں لیا اور اپنے بچوں سے بڑھ کر اس پورے خاندان کو اپنی شفقت و محبت کی چادریں پیٹ کر رکھا، حضرت شیخ الاسلام کے انتقال کے بعد ڈاکٹر صاحب کے مرحوم بڑے بھائی نے جن کی سکونت سوویہ میں ہو گئی تھی اور سوویہ نیشنلٹی بھی انہیں حاصل تھی، جدہ کے بڑے تاجروں میں ان کا شمار تھا، پورے خاندان کو اپنی محبت کی گود میں لے لیا، ڈاکٹر صاحب کیلئے وہ باپ کی طرح تھے۔

ایسے شیفتہ اور مشفق بھائی کی جدائی کا اثر ڈاکٹر صاحب پر بہت رہا، مجھے جب ڈاکٹر صاحب نے اس کی اطلاع دی تو میں نے ڈاکٹر صاحب کو تعزیتی خط لکھا، اس خط کا جواب ڈاکٹر صاحب نے اپنے خاص وارفنگانہ انداز میں مجھے دیا، اور ساتھ ہی بھائی کے انتقال پر اپنے کہے ہوئے کچھ اشعار بھی بھیجے، ڈاکٹر صاحب کا یہ جوابی خط اور ان کے وہ اشعار زہرم میں شائع کئے جا رہے ہیں، خط میں میرے بارے میں جو ان کے احساسات و خیالات ہیں وہ محض ڈاکٹر صاحب کا حسن ظن، ان کی محبت، ان کی شرافت اور چھوٹوں کو آگے بڑھانے اور اونچا کرنے کا بزرگانہ انداز ہے، ورنہ تو بندہ کیستی من اور اغوی دامن۔

محمد ابو بکر غازی پوری

خدمت و محترم حضرت مولانا غازی پوری صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرینے کے جواب میں آج ۱۲ مئی کو والا نامہ (انلینڈ) ملا۔ جو عربی میں تھا۔ ایک ایک جملے اور لفظ سے قلبی و واقعی اور گہرے غم و مدے کا اظہار تھا، جیسا

آپ نے ان کو پایا، جن جن خوبیوں کا شاہد کیا مختصر لفظوں میں صحیح سچی تصویر کشی فرمادی بات بھی صحیح اور انداز بھی جامع، یہ ہے تجربے اور کہنے مشق کی بات، خصوصاً ایک بات جو میں محسوس کر رہا تھا میرے شعور پر اس کا اثر تھا، مگر الفاظ و جملے میں لانے پر قادر نہیں تھا، آپ نے خوب پکڑ لیا، کان لکھنا اللہ... باعتبار جسد لا سعودی المجنبۃ الخ واقعی سعودی، صاحب حیثیت ثروت و دولت بکے مالک ہوتے ہوئے تواضع و سادگی ان کی خاص خوبی تھی، خوب گیا آپ کا ذہن اس طرف، اب یہ صرف تجربہ اور خود آپ کے ساتھ ان کا رویہ ہی تو تھا جسے آپ نے محسوس کیا اور نظر ہر کر دیا، آخری پیرا اگر ان سے میں کانپ گیا، روئیں روئیں میں کچکپا ہٹ پیدا ہونے لگی، لکھا آپ نے اپنے لئے ہے مگر میں خود اندر ہم سب اسی منزل میں ہیں۔ فایام العمر تنقہ ویقرب الاجل خصوصاً۔ ولایدری معنی فتح باب القبر الخ غم و الم حس کا ابھی ذہن پر تسلط ہے اس کے باوجود ایک ابدی حقیقت کے لئے اس بیغناظہار نے لطف و یدیا تر پادیا، واہ مولانا آپ عالم ہیں، ادیب ہیں، کاش۔ جاہل کچھ دن آپ کا شاگرد رہ سکتا۔ یہ خط جڑے حسین نوادر عا کو جائے گا، اور تعزیت نامے بھی جائیں گے، میں سمجھتا ہوں آپ کے خط کا قد سب سے بلند ہوگا، شاید حسین میاں عربی میں کوئی ریکارڈ تجوز کر رہے ہیں کچھ اور چیزیں منگوائی ہیں۔

ضرورت مندوں، اغزار، بیواؤں، یتیموں کی امداد و اعانت کی طرف ان کا قلبی لگاؤ جذبہ اور اس کے مطابق جو میلے کے ساتھ خرچ و اخراجات آپ یہ بھی نہ بھولے، جزاکم اللہ اور بغرض میں، کوتاہیاں جو اسٹرمیاں سے متعلق ہیں اس کے حقوق کے بارے میں ہیں، تو وہ ستار و غفار، غفور الرحیم، ارحم الراحمین ہے، بھائی صاحب کی اس کے بندوں سے محبت عند اللہ مقبول ہوگئی تو سب معاف کر دیئے جائیں گے، باقی ان کا الخلق خیال اللہ کے ساتھ حسن معاملہ۔ یہ تو اللہ بھی پسند فرمائے گا بقول آپ کی دعائیہ بشارت کے مستمعونہ کل سیات عند اللہ انشاء اللہ الخ

میں نے مولانا ارشد میاں سے تعزیت کے جواب میں عرض کیا : دعا کیجئے اللہ پاک  
ان کی ہر منزل آسان فرمادے ۵ امید افزا جملہ کہا : بھائی فرید تو بڑے فیاض تھے،  
انشاء اللہ ہر منزل آسان ہوگی،

خط میں اس اطلاع سے خوشی ہوئی کہ آپ عن قریب تشریف لارہے ہیں۔  
یہ آپ کی محبت ہے ورنہ دہلی شہر، لال کنواں، جامع مسجد I.T.O یا اسٹیشن  
سے میرے گھر جامعہ نگر تک کا سفر بذاتِ خود مستقل زحمت ہے، اللہ پاک نیکوں  
کی اس محبت کا نتیجہ آخرت میں عفو و درگزر کی صورت میں عطا فرمادے ورنہ اعمال  
اور افعال تو صفر ہی صفر اور معصیت کا انبار ہے۔ شنیدم کہ در روز۔ الخ  
اندازاً ایس ۲۲، ۲۳ مئی سے ۵ جون تک بڑودے رہوں گا، جولائی کے اواخر میں  
۲ یا کچھ زائد مہینوں کیلئے بحرین رہوں گا کوشش یہ بھی ہے، چند ہفتے جدے اور  
حرین پاک میں گذر جائیں یہ جتنی پروگرام نہیں ہے، ترسیم اور تخیل دونوں ممکن  
ہے۔ اجازت۔ دعا کا طالب

رشید الوحیدی

## تاثراتِ غم و الم

مرحوم میری شاعری کے قدرداں تھے، تعریف کر کے حوصلہ افزائی فرماتے تھے  
اب شاعری کا تو یار کہاں! اندامِ غم چل رہا ہے بس تاثراتِ غم یوں ٹوٹ گئے ہیں  
سون ورنہ کو بھیجتا ہے مگر سب سے پہلے آپ کو۔

وہ حادثہ کہ تصور بھی تھا اگر اس جس کا

وہ آج بن کے قیامت گذر گیا مجھ پر

کسی کی داغِ جدائی سے گم ہیں ہوش و حواس

دل و دماغ کی دنیا ہے کیسی زیر و زبر

نہ تابِ گریہ، نہ ضبطِ فغاں، نہ طاقتِ صبر

میرے خدا مرے دل پر یہ زخمِ کاری ہے

یونہی رہا ہے سدا کار و بار موت و حیات

نظامِ کون و مکاں یہ ازل سے جاری ہے

تیرے وجود کی قیمت کا اب ہوا احساس

قدمِ قدم تیری شفقت سے فیضِ یاب تھے ہم

نہ فکرِ سود و دنیاں تھا نہ کچھ غمِ دوراں

کہ تیرے سائے میں ہر طرح کا میاں تھے ہم

لگا تھا داغِ یتیمی جو عہدِ طفلی میں

ملی تھی باپ کی شفقت تیری نگاہوں میں

کبھی جو باپ کی فرقت پہ دلِ اداس ہوا

بڑا سکون ملا بھائی تیری باہوں میں

تیری جدائی کا احساس کاٹ کھاتا ہے

اکیلا پاکے زمانہ مجھے ڈراتا ہے

تو میرا قوتِ باز و سراپا رہتا

چلا گیا مجھے صمرا میں چھوڑ کر بھائی

نواز دے میرے بھائی کو اپنی رحمت سے

نہیں بعید الہی یہ تیری شفقت سے

غم زدہ ڈاکٹر رشید الوحیدی

ڈاکٹر ننگہ . دہلی

تیرے حضور میری التجا ہے ربِّ کریم

گناہ بخش دے اغزشِ معافِ فراد

نمبر ۱۰۱ جمل مفتاحی

مکتبہ اشریہ غازی پور سے شائع ہونیوالا دوقہائی ویسی ویسی

جلد ۵

شمارہ ۵

۵۱۳۲۵

رمضان  
شوال

مدیر مسئول: مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی پوری

سالانہ چندہ ————— ۷۰ روپے

پاکستان کیلئے پاکستانی ۱۲۰ روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر مالک ہے

دش ڈالر امریکی

پست

مکتبہ اشریہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور سیو پنی

۰۵۳۸۲۲۲۱۷۵۷۷۷۵۳۳ فون نمبر

۲۳۲۰۰۱

۲۳۲۰۰۱

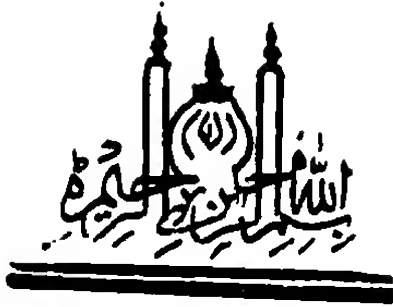
مجلہ مفتاح

# فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۶	محمد ابوبکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۰	" "	تواضع و انکساری
۱۴	مولانا محمد برہان الدین سنہلی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	حضرت شیخ الحدیث کی "فضائل اعمال" پر { ایک ناقدانہ خط کا مختصر جواب
۱۸	محمد ابوبکر غازی پوری	احادیث بخاری شریف پر عمل کے بارے میں
۲۷	" "	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں { ابن تیمیہ کا عقیدہ
۳۲	" "	کیا رفیع الدین کی چار سو حدیثیں ہیں؟
۳۷	نور الدین نور اللہ الاعظمی	مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کتاب { "رسول اکرم کی غائے" پر ایک نظر
۴۶	" "	غیر مقلدین کی امام بخاری کے بارے میں غلط بیانیاں
۴۸	ظہر شیرازی	خارج سلفیت
۵۶	محمد ابوبکر غازی پوری	برطانیہ کا سفر
۶۳	" "	دنیا عجیب ڈھنگ سے تو نے خدا بنائی

مجلہ اہل مفتاح

اداریہ



جب یہ پرچہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا تو رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا ہوگا یا شروع ہونے کے قریب ہوگا، اللہ تعالیٰ رمضان کی برکات سے ہم سب کو مستفید فرمائے۔

رمضان کی ہر گھڑی بڑی قیمتی ہے، اس کا ایک ایک لمحہ بڑا گراں قدر ہے، اس کا ایک ایک دن اور ایک ایک شب خیرات و برکات سے بھری ہوئی ہے، تمام عبادتوں میں روزہ ہی وہ عبادت ہے جس میں ریا کا نام و نشان نہیں ہوتا، اگر انسان کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہو تو وہ تنہائی میں اپنا پیٹ بھر سکتا ہے، اپنی پیاس بجھا سکتا ہے، اپنے نفس کی خواہش کو پورا کر سکتا ہے، تنہائی میں کون دیکھنے والا ہے، لیکن اگر وہ اپنے جذبات و خواہشات پر قابو پا کر روزہ رکھے ہوئے ہے، اور بھوک پیاس کو برداشت کر رہا ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ اللہ سے ڈرنے والا بندہ ہے، اور وہ محض اللہ کی فرماں برداری میں روزہ رکھ رہا ہے، چونکہ یہ ایک طرح کی ذالصلہ اللہ کے لئے عبادت ہوتی ہے اس لئے اللہ نے اس کا ثواب بھی بہت رکھا ہے، بعض امارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ اس کا بدلہ میں ہی دوں گا، ساری عبادتوں کا بدلہ اللہ ہی دیتا ہے مگر روزہ کے بارے میں بطور خاص اس کا ارشاد ہے کہ اس کا بدلہ میں ہی دوں گا، یہ روزہ دار کا اللہ کی طرف سے خاص اکرام ہے اور اللہ کا خاص طور پر روزہ دار کی طرف توجہ فرمانے کا اظہار۔ روزہ نفس کی غلاظت و نجاست کے پاک کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، روزہ

رکھنے والے کی پوری توجہ اللہ کی طرف ہوتی ہے، بھوک پیاس کا احساس ہر وقت اسکو  
ستاتا ہے مگر وہ کھانے اور پینے کے قریب نہیں جاتا اس لئے کہ اس کے ذہن میں ہے  
کہ اس نے اللہ کے لئے روزہ رکھا ہے، اس طرح اللہ کی یاد سے اس کا دل ہر وقت آباد  
رہتا ہے، اور اللہ کی یاد نفس کے تزکیہ و تطہیر کا بہت بڑا ذریعہ ہے، قابلِ مبارکباد ہیں  
وہ لوگ جو اپنے دلوں کو اللہ کی یاد سے آباد رکھتے ہیں اور رمضان کی ایک ایک ساعت  
کو گناہوں سے صاف ستھرا ہونے میں لگاتے ہیں۔

اللہ والے راتوں کو اس ماہ میں جاگتے ہیں اور ذکر و اذکار تلاوت قرآن مجید میں  
رات دن کا بیشتر حصہ خرچ کرتے ہیں۔

اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ روزہ کا احترام نہیں کرتے ہیں، اور  
اپنی زبان اور نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے ہیں اور روزہ رہتے ہیں تو اللہ کو ایسے  
بے پرواہ بندوں سے کوئی مطلب نہیں ہوتا، اللہ کو بندہ کا محض کھوکھلا پیاسا پیٹا مطلوب  
نہیں ہے بلکہ اللہ چاہتا ہے کہ بندے اس ماہ میں اپنی بندگی کا پورا اظہار کریں، اور اس  
ماہ کو پوری عظمت کے ساتھ گزاریں۔

اس ماہ مبارک کو قرآن کے ساتھ خاص مناسبت ہے، اسی ماہ میں لوح محفوظ میں  
پورا قرآن اتارا گیا، اس لئے اللہ والے رمضان میں قرآن کی تلاوت کا بطور خاص بڑا اہتمام  
فرماتے تھے، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ تراویح میں ایک  
قرآن ختم کرتے تھے اور تہجد میں ہر تین دن پر ایک قرآن ختم کرتے تھے، اور روزانہ دن میں  
ایک قرآن ختم کرتے تھے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پورے رمضان میں ساٹھ قرآن  
ختم کرتے تھے یعنی چوبیس گھنٹے میں ہر روز دو قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

رمضان میں یا جماعت قراویح ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ  
سے آج تک سارے مسلمان رمضان میں یا جماعت بیس رکعت تراویح پڑھتے  
آئے ہیں، آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے



تراویح کو مسنون کیا ہے، تراویح انھوں کی سنت ہے، تراویح کی بیس رکعتیں ہیں یہی تمام اہل سنت کا مسلک ہے، اس سے کم جو لوگ تراویح کے نام پر رکعتیں پڑھتے ہیں، ان کی تراویح والی سنت ادا نہیں ہوتی ہے، شیخ عبداللہ اودرہیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب غنیۃ النظار البین میں فرماتے ہیں۔

”وہی عشرہ دن رکعت یجاس عقب کل رکعتین ویسلم فی خمس  
متروحات کل اربعۃ منها ترویحت ویسوی فی کل رکعتین  
اصلی رکعتی التراويح السنونۃ اذا کان فردا و اذا کان  
اماماً و اماماً (ص ۲۶۶)

یعنی تراویح بیس رکعت ہے ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے گا اور سلام پھیرے گا  
پس تراویح پانچ ترویحوں کا نام ہے، ہر چار رکعت ایک ترویج کہلاتا ہے،  
اور پھر ہر دو رکعت پر یہ نیت کرے گا میں دو رکعت مسنون تراویح کی  
نیت کرتا ہوں خواہ تنہا ہو، خواہ مقتدی خواہ امام نیت سب کریں گے۔  
اگر بلا پیسے لے کر تراویح پڑھانے والا امام مل جائے تو اس کے پیچھے تراویح پڑھنا چاہئے،  
ورنہ سورہ تراویح پڑھنا ہی افضل اور اولیٰ ہے، پیسے لے کر جو تراویح پڑھاتے ہیں وہ  
خود گناہگار ہوتے ہیں اور جو ان کے پیچھے تراویح پڑھتا ہے وہ بھی گناہگار ہوتا ہے۔  
شریعت کے مسائل میں اپنے نفس کو دخل نہیں دینا چاہئے۔ پیسے لے کر تراویح پڑھانے کا  
سلسلہ ابھی کچھ روز سے ہندوستان، پاکستان میں شروع ہوا ہے، اس سے پہلے اس کا  
وجود نہیں تھا۔

رمضان میں سحری کھانے میں تاخیر کرنا بہتر ہے اور افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے  
اگر کسی دوزخ دار کو اپنے ساتھ افطار میں شریک کر لیا جائے تو یہ بڑے ثواب کا کام ہے  
مگر اس میں دکھاوا کرنا بہت مذموم عمل ہے، آج کل افطار کی پارٹیاں دیا کرتے ہیں،  
اس میں عام طور پر نیت ناسد ہوتی ہے، ان پارٹیوں کا بائیکاٹ کرنا چاہئے، افطار کرنا  
بقیہ صفحہ پر

## نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ سات چیزیں کون سی ہیں تو آپ نے فرمایا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینا، جادو کرنا، ناعی جان لینا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر زنا کا الزام لگانا۔ (بخاری)

ان سات چیزوں کو گناہ کبیرہ بھی کہا جاتا ہے، یعنی وہ باتیں جن کا گناہ بہت بڑا ہے، اور بلا توبہ کے یہ گناہ معاف نہیں ہوتے ہیں۔

پہلی چیز شرک ہے، یہ تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے، اللہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے، ذات میں شریک نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا خدائی میں کوئی دوسرا شریک و سا جہی نہیں ہے، رب و مالک تنہا ایک خدا ہے، تنہا اسی کی ذات نے اس عالم کو پیدا کیا اور تنہا وہی اس کا نظام چلا رہا ہے، الوہیت کی شان صرف اسی ایک ذات میں پائی جاتی ہے، کوئی دوسرا معبود نہیں ہے کہ اس کے سامنے سر جھکایا جائے اس سے مدد مانگی جائے، اس سے حاجت روائی طلب کی جائے۔

اپنی صفات میں اللہ یکتا اور یگانہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قدرت

خدا کی ہے وہ کسی اور کی نہیں ہے، اس کا سنا دیکھنا بلا مثال ہے، نہ اس کے جیسا کوئی سنا ہے نہ اس کے جیسا کوئی دیکھا ہے نہ اس کے جیسا کسی کو علم ہے، نہ اس کے جیسا کسی کا ارادہ و اختیار ہے، مارنا، جلانا، روزی دینا، مصیبتوں کو دفع کرنا، نفع اور نقصان پہنچانا یہ صرف اللہ کی صفات ہیں، کسی دوسرے میں نفع اور نقصان کی طاقت و قدرت نہیں ہے، اولاد دینا، روزی دینا، بیمار کرنا، اچھا کرنا صرف اسی کا کام ہے۔

جو لوگ اللہ کی ان صفات میں کسی اور کو شریک کرتے ہیں اور دوسروں کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں وہ شرک کے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔  
جادو کرنا اور اس کے ذریعہ سے کسی کو نقصان پہنچانا بھی بہت بڑا گناہ ہے جو لوگ جادو کا دھندا کرتے ہیں عموماً ان کی زندگی سے خیر و برکت اس دنیا ہی میں اٹھ جاتی ہے، اور ان کو کار خیر کی توفیق نہیں ہوتی۔

کسی مسلمان کو بلا وجہ اور ناحق قتل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قرآن میں واضح ارشاد ہے کہ ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم ہے، اور اگر کسی نے اس جرم کا ارتکاب کیا تو نہایت ایسے شخص کو متمول کے بدلہ میں قتل کرنے کا حکم کرتی ہے۔

سود کھانا بھی بہت بڑا گناہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ سود سے روزی گنتی ہے، اور یہ بھی ارشاد ہے کہ سود کھانے والا قیامت کے روز اس طرح لٹھے گا جیسے کسی کو شیطان لگا ہوا یعنی اس کے ہوش و حواس گم ہو جائیں گے۔

کسی کا بھی ناحق مال ہرپ کر لینا حرام اور ناجائز ہے، مگر خصوصاً ایسے بچوں کا مال ہرپ کرنا اور کھانا جو یتیم ہیں اور جن کے سروں سے ان کے ماں باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن پاک میں خدا کا ارشاد ہے، جو لوگ یتیم کا مال ناحق طریقہ سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ڈالتے ہیں، جن کی کفالت میں یتیم بچے ہوں ان کو یتیموں

کے مال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے ۔

اللہ کے راستہ میں جنگ کا اعلان ہو چکا ہے، معرکہ کارزار گرم ہے، مسلمان اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں، اب کوئی بلا، اندر محض ڈر اور خوف سے یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے جنگ کے میدان سے فرار اختیار کرتا ہے۔ تو وہ بہت بڑے جرم اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور شریعت نے اس فرار کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے، کبھی میدان جنگ سے ایک آدمی کا بھاگنا جنگ کے پورے نقشہ کو بدل دینے کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور دوسرے لڑنے والوں کا حوصلہ ٹوٹتا ہے اور جیتا ہوئے معرکہ شکست میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

آخری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی جو بھولی بھالی سیدھی سادھی بیجاری عورتیں جن کو اپنا دفاع کرنا بھی نہیں آتا ان مسلمان عورتوں پر چھوٹا الزام لگانا اور زنا کی تہمت ان پر مڑھنا یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اور ایسے لوگوں پر دنیا و آخرت میں خدا کی طرف سے لعنت ہوتی ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے ۔

ان الذین یرنؤن المصنعت الافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولھم عذاب عظیم ، یعنی جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں پھٹکار ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے ۔

ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ قذف المحصنۃ یرہدم عمل مائۃ سنۃ ۔ یعنی کسی پاک دامن عورت پر عیب لگانا توبہ برس کے عمل کو ڈھلادیتا ہے ۔

جن باتوں کی ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے شریعت میں ان کو کتنا اہم سمجھا گیا ہے، اس حدیث میں خود کرنے سے معلوم ہوتا ہے

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے فرمایا الظالم

ظلماتُ یوم القیمۃ۔ یعنی ظلم قیامت کے روز تاریکی ہوگا۔

یعنی دنیا میں جو انسان دوسروں پر ظلم کرے گا اور اس کو اپنی عادت بنالے گا قیامت کے روز اس سے ایمان کی روشنی غائب ہوگی، اور تاریکیوں کے گھپانہ صیر میں ہوگا، اس کی کچھ حسنت بھی ہوں گی تو وہ بھی اس تاریکی عذاب کی وجہ سے اس کی نگاہ سے غائب ہوں گی وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

مظلوم انسان کا معاملہ بڑا اہم ہوتا ہے، جب تک کہ ظالم اس مظلوم سے اپنی معافی نہ کرائے اللہ بھی اس کو معاف نہیں کرے گا، اور مظلوم انسان کی بددعا رد نہیں ہوتی ہے، یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ظلم کسی پر بھی جائز نہیں ہے، اس میں مسلمان اور غیر مسلمان کا فرق نہیں ہے۔ جس طرح ایک مسلمان پر ظلم حرام اور ناجائز ہے کسی غیر مسلم پر بھی ظلم حرام اور ناجائز ہے، اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کسی نے تمہارے ساتھ ظلم کا معاملہ کیا ہے تو تم اس سے اپنے ظلم کا اس کے ظلم کے بقدر بدلہ لے سکتے ہو، نہ اس کی اجازت ہے کہ جتنا تم پر ظلم ہوا ہے اس سے زیادہ بدلہ لے اور نہ اس کی اجازت ہے کہ جس نے ظلم کیا ہے اس کے گھر والوں اور اس کے اعزاء اور اقربا سے بدلہ لو، لوگ جوش انتقام میں اس کا لٹا نہیں رکھتے ہیں اور وہ مظلوم ہو کر بھی شرعی حدود کا خیال نہ کرنے کی وجہ سے ظلم کرنے والوں کی فرست میں آجاتے ہیں۔

## پاکستان میں زمرم کے شائقین اس پتہ پر رابطہ قائم کریں

مولانا ابو محمد ایاز ملکا نوی صاحب جامعہ سراج العلوم

عیدگاہ لودھراں۔ پاکستان۔

مکمل و مفاتیح

محمد ابو بکر غازی پوری

## تواضع و انکساری

مشہور اور مشاہدہ بھی ہے کہ شجر شمر دار (پھل دار درخت) جھکا رہا ہے، اسی طرح آدمی جتنا باکمال ہوگا اس میں اتنی ہی تواضع اور انکساری کی صفت ہوگی، تواضع کی صفت اہل کمال خصوصاً علماء کا زیور ہے، اہل علم کی زینت تواضع و انکساری ہے جس میں تواضع نہیں اس کا علم اس کے لئے وبال ہے، تواضع انسان کو بلند کرتا ہے، خود پسندی و تکبر سے انسان ذلیل ہوتا ہے۔

حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں، عالم کی سب سے عمدہ صفت یہ ہے کہ اس میں تواضع ہو اسے اپنے علم پر ناز نہ ہو اور اس کا قلب حسب جاہ و ریاست سے خالی ہو۔  
آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ تواضع سے انسان کو بلندی حاصل ہوتی ہے لوگو تواضع اختیار کرو اللہ تم کو بلندی عطا کرے گا۔

(فضائل الاعمال لابن شاہین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت یہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا ہے، اور بندہ جب کسی کو معاف کرتا ہے تو اللہ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جب وہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو رفعت و بلندی

کا مقام دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

لوگوں نے کہا ہے کہ تواضع اہل علم کے پاس علم زیادہ ہوتا ہے جیسے پرست زمین میں

پانی زیادہ جمع ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ بندہ جب اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو حکمت سے نواز کر اس کا درجہ بلند کرتا ہے، اور اس سے کہا جاتا ہے اور پڑھ اللہ تجھ کو اور پڑھائے تو ایسا انسان اپنے آپ میں توحیر ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہوں میں کبیر اور بڑا ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف یہ بات اللہ کی طرف سے وحی لگئی ہے کہ اے لوگو تواضع اختیار کرو اور تم میں کا بعض بعض پر ظلم نہ کرے۔

لوگوں نے کہا ہے کہ تواضع ایسی نعمت ہے کہ جس پر کسی کو حد نہیں ہوتا، ایک شاعر کہتا ہے۔ دیکھنے والے کی نگاہ میں دو ساتھ ساتھ کی چیز بہت عمدہ ہے۔ بندی شانہ کے ساتھ آدمی تواضع کا لباس اوڑھے رہے۔ بھری شاعر کہتا ہے

وإذا ما الشریف لم يتواضع للاخلاء فهو عین وضع  
یعنی اگر دوستوں کے لئے شریف آدمی تواضع نہ اختیار کرے تو وہ پلے درجہ کا ذلیل اور کینہ ہے۔

ابن عبدوس فرماتے ہیں کہ جب آدمی کو وقار اور درجہ کی بلندی حاصل ہوتی ہے تو اس میں کبر اور خود پسندی بہت جلد پیدا ہو جاتی ہے الایہ کہ اللہ اس کو اپنی توفیق سے محفوظ رکھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تم لوگوں پر تین باتوں سے بہت ڈرتا ہوں، بخل جس پر عمل ہو، خواہش نفس جس کی تابعداری ہو، اور خود پسندی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین چیز ہلاک کرنے والی ہے، اور تین چیز بچانے والی ہے، ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں، بخل جس کو عمل میں لایا جائے، خواہش نفس جس کی تابعداری کی جائے اور انسان کی خود پسندی، اور بچانے والی تین چیزیں یہ ہیں۔

چھپے اور علانیہ دونوں مال میں اللہ سے ڈرنا، غصہ اور خوشی دونوں حالت میں حق بات کہنا اور مالدارمی اور فقر دونوں حالت میں درمیانہ روی اختیار کرنا۔

حضرت مسروق فرماتے تھے کہ انسان کے عالم ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کے جاہل ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اسے اپنے علم پر گھمنڈ ہو۔  
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جہل کی تین علامتیں ہیں، گھمنڈ کرنا، ملاوہ زیادہ گفتگو کرنا اور آدمی جس چیز سے دوسروں کو روکے خدا سے کرے۔  
حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو اضع کیا ہے؟ تو فرمایا کہ حق بات جس سے سنو اس کو مان لو اگرچہ کہنے والا جاہل ہی کیوں نہ ہو، حق کا قبول کرنا تمہارے لئے لازم ہے۔

لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ العجب یہدم المحاسن یعنی خود پسندی اور غرور تمام اچھائیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے۔ الا عجب افتت الالباب، یعنی عقل کی مصیبت خود پسندی ہے۔  
ایک بزرگ کا قول ہے۔ اعجاب المرأ بنفسها دلیل على ضعف عقلها۔  
یعنی خود پسندی جس میں ہو یہ دلیل ہے کہ اس کی عقل کمزور ہے۔  
علی بن ثابت فرماتے ہیں :

المال افتت التبذیر والنهب والعلم افتت الاعجاب والغضب  
یعنی مال کو ختم کرنے والی چیز فضول خرچی اور ادھر ادھر لٹا تلے، اور علم کو ختم کرنے والی چیز خود پسندی اور غصہ ہے۔

لوگوں نے کہا ہے۔ من اعجب براہ ذل، ومن استغنى بعقل ما ذل ومن تكبر على الناس ذل ومن خالط الانام حقرا ومن جالس العلماء وقرا۔  
یعنی جو اپنی رائے پر گھمنڈ کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے، اور جو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے ٹھوکر کھاتا ہے، اور جو لوگوں سے بڑا بنتا ہے خوار ہوتا ہے، اور جو ہر طرح کے لوگوں



سے ملتا جلتا ہے حقیر مہا ہے اور جو علماء کی ہم نشینی اختیار کرتا ہے وہ باوقار ہوتا ہے۔  
حضرت فیصل فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی سرداری کی چاہ رکھتا ہے وہ دوسروں پر  
حسد کرتا ہے اور ظلم کرتا ہے اور لوگوں کے عیوب تلاش کرتا رہتا ہے اور اسے یہ بات بری  
معلوم ہوتی ہے کہ جس کا ذکر بھلائی کے ساتھ کیا جائے۔  
ایک شاعر کہتا ہے۔

حب الریاستۃ داعلادواعلہ وقل ماتجدالراضین بالقسم  
یعنی جاہ اور سرداری کی چاہ ایسا مرض ہے جس کی کوئی دوا نہیں، ایسے لوگ اپنی  
قسمت پر بہت کم خوش رہتے ہیں۔

مالک بن دینار فرمایا کرتے تھے۔ من تعلم العلم للعمل کسراً ومن  
تعلیمہ لغير العمل زادہ فخراً یعنی جو عمل کرنے کے لئے علم حاصل کرتا ہے تو علم  
اس میں تو افیع اور انکساری کی صفت پیدا کرتا ہے۔ اور جو شخص عمل نہ کرنے کے لئے  
علم حاصل کرتا ہے تو علم اس کو مزید مغرور کر دیتا ہے اور اس میں فخر کی نشانی زیادہ پیدا  
ہو جاتی ہے۔

قرآن میں ارشاد باری ہے کہ اللہ متکبرین اور فخر کر نیوالے کو پسند نہیں کرتا۔  
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ، کبر اور غرور ابلیس یعنی کی صفت تھی۔  
ابی واسطہ کبر وکان من الکافرین۔ ابلیس نے اللہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا،  
اور بڑا بنا اور اللہ کا ناشکر ہوا۔

نوٹ :- (اس مضمون کا اگر حصہ حافظ ابن عبد البر کی کتاب

جامع بیان العلم کی ایک فصل سے ماخوذ ہے)

مجلہ مفتاح

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی  
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

## حضرت شیخ الحدیث کی "فضائل اعمال"

### ایک ناقدانہ خط کا مختصر جواب

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند کے قدیم اور جید الاستعداد فنکار ہیں، اللہ نے پختہ علمی استعداد کے ساتھ ساتھ دینی حمیت و غیرت سے بھی انہیں نوازا ہے، عصر حاضر کے ممتاز علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے عرصہ دراز سے ندوہ میں اونچی کتابوں کی تدریس کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں، آپ کا قلم بہت پختہ اور رواں دواں ہے، متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، اور بہت سی علمی و ملی مجالس کے اہم منصبوں پر فائز ہیں، طبیعت میں بزرگوں والی شرافت اور تواضع ہے، احقر مدیر زمزم کے ساتھ غور و نوازی کا معاملہ کرتے ہیں، اور اپنے بزرگانہ دعائیہ اور تشبیعی کلمات سے اس کی ہمت بڑھاتے ہیں اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں، احقر کی تحریروں کو ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں، زمزم کے مستقل قاری ہیں اور اس کی حقیر خدمات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

احقر مدیر زمزم نے ان سے گزارش کی تھی کہ اپنے رشحاتِ قلم کے کچھ حصے زمزم کو بھی نوازیں تو کر دیں، مولانا نے توجہ فرمائی اور ایک تحریر روانہ فرمادی۔

تبلیغی جماعت پر غیر متقلدین اور نام نہاد سلفیوں نے اس وقت دھاوا بول رکھا ہے تبلیغی نصاب اور اس کے بابرکت مصنف کے خلافت ان کا شور و غوغا حد سے بڑھ چکا ہے اللہ نے اس جماعت کو جو عالمگیر مقبولیت عطا کی ہے، سلفیوں کو اسے دیکھا نہیں جا رہا ہے اور یہ دین کے نام پر بے دینی کا مستقل کارنامہ انجام دے رہے ہیں، فضائل اعمال کا مصنف جو جلیل القدر محدث اپنے وقت کا جلیل القدر عالم دین اور راہ سلوک کا جنید و شبلی تھا، اس کے خلافت سلفیوں کی زبان سے نہایت بے ہودہ کلمات نکلتے ہیں اور یہ بد عقل جانتے نہیں کہ اللہ والوں کی شان میں زبان چلانا عرش اعظم کو تھرا دیتا ہے۔

اس قسم کے کسی سلفی صاحب نے حضرت مولانا بابر بان الدین سنبھلی دامت برکاتہم سے تبلیغی نصاب کتاب کے بارے میں کچھ سوال کیا تھا، جس کا جواب مولانا نے اپنے منفرد انداز میں ان کو دیا تھا، مولانا کا وہی جواب اس شمارہ کی زینت بن رہا ہے۔ انشاء اللہ جو پائے حق کے لئے مولانا کی یہ مختصر تحریر بہت کافی ہے، ادارہ زمزم مولانا کی اس کم فرائی کا شکر گزار ہے۔

(ادارہ)

..... آپ کا ..... یہ اشکال یا سوال عجیب ہے کہ فضائل اعمال میں چند چیزیں بالتحقیق غلط ہیں، اس کی تنقیح کیوں نہیں کی جاتی، حالانکہ آپ نے نہ تو یہ لکھا کہ وہ کونسی چیزیں ہیں جو بالتحقیق غلط ہیں اور نہ ان محققین کا نام لکھا جنہوں نے تحقیق کر کے غلطی نکالی۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ نے محض سنی سنائی باتوں پر یہ سوال کر دیا، خود تحقیق نہیں کی، ظاہر ہے بغیر تحقیق کے کوئی بات کرنا بذات خود غیر علمی طرز ہے۔ مزید برآں یہ کہ آپ کے اس خط سے پہلے میں نے کسی سے نہیں سنا نہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ”فضائل“ میں چند چیزیں بالتحقیق غلط ہیں۔ بہت سے بہت جو سنا اور پڑھا ہے وہ یہ کہ ان میں بعض روایات ضعیف ہیں (ضعیف، غلط کے ہم معنی نہیں ہوتا ہے) اور اس اشکال کے بھی بکثرت جوابات، کتابی اور مضامین کی شکل میں دیدیے گئے ہیں۔ حال ہی میں راقم کے اس جواب

کے بعد ایک بڑا تفصیلی و محققانہ مضمون مولانا عبدالرشید معرفی صاحب کا اس موضوع پر رسالہ، ترجمان الاسلام، رہنارس) میں شائع ہوا۔ (شمارہ ۵۹ جولائی - ستمبر ۱۹۷۳ء)  
اندازہ ہوتا ہے کہ نہ صرف آپ کی نظر سے ان جوابات میں سے کوئی نہیں گذرا بلکہ ان کا جواب دیئے جانے سے بھی آپ بے خبر لگتے ہیں۔ (مدرسہ منہاج علوم سہارنپور سے وہ طلبہ کئے جاسکتے ہیں)

میں آپ کی معلومات کے لئے چند باتوں کی نشاندہی کرتا ہوں، امید ہے کہ غلط فہمی دور کرنے میں ان سے مدد ملے گی !

(۱) ضعیف روایات کی فضائل کی کتابوں میں موجودگی کا ذکر بطور الزام اکثر ان لوگوں نے کیا ہے جو نہ تو ضعیف روایت کی اتنی تعریف سے واقف ہیں نہ ان کے احکام سے اور نہ حدیث کی کتابوں میں مذکور اور مروی روایات کی حیثیت سے۔ پھر ایسے لوگوں کی بات میں وزن کہاں ہو سکتا ہے ؟

(۲) ایسی کتاب یا کتابوں کے بارے میں جن میں صحیح روایات کے ساتھ، ضعیف (بالفاظ دیگر غیر صحیح) روایات بھی ہوں۔ عام طور سے اہل علم یہ مشورہ نہیں دیتے کہ ان کی تصحیح کر دی جائے۔ یعنی انہیں کتاب سے نکال دیا جائے (اگر تصحیح کا یہی مطلب ہے) ورنہ تو پھر شاید کوئی بھی روایات کا مجموعہ (جن میں احادیث کی کتابیں بھی شامل ہیں) ایسا نہیں رہے گا جس کے کچھ حصوں کو خارج نہ کرنا پڑ جائے ! مثلاً، صحاح ستہ، جن کتابوں کو کہا جاتا ہے ان میں سے بعض - خصوصاً ابن ماجہ و ترمذی - میں ضعیف (بلکہ شدید الضعف جنہیں منکر کہا جاتا ہے) کچھ روایات موجود ہیں جس کا اظہار متعدد اہل فن نے کیا ہے اور امام ترمذی نے خود بھی اس کا اعتراف و اظہار کیا ہے۔ تو کیا کسی صاحب علم نے آج تک یہ مشورہ دیا کہ ان کتابوں میں سے ایسی ..... روایات کو خارج کر دیا جائے ؟ اگر آپ کے علم میں ہو تو مجھے ضرور مطلع کریں۔ اور تو اور صحیحین تک میں بعض ضعیف روایات کی موجودگی کا بعض محدثین - مثلاً دارقطنی نے پتہ دیا ہے تو کیا آپ کا ان کے بارے میں

بھی یہی فیصلہ ہوگا ؟

(۳) اور اگر نتیجہ سے مراد آپ کی یہ ہے کہ روایات ضعیفہ کی نشاندہی کر دی جائے تو یہ کام صاحب کتاب نے بہت تفصیل سے جہاں ضروری سمجھا خود ہی انجام دیدیا ہے البتہ اس کی نشاندہی زیادہ تر عربی عبارت میں ہی کی ہے ، چونکہ اس کے لئے اہل علم ہی کو مخاطب بنانا مناسب تھا ، عوام کو نہیں ، کہ وہ بچارے نہ جانے کیا مطلب لے لیتے ، مثلاً ضعیف کا مطلب عوام ضعیف آدمی کی طرح ناکارہ سمجھ بیٹھیں تو کچھ بعید نہیں ، حالانکہ حدیث یا روایت کے ضعیف ہونے کا مطلب ہمیشہ ناکارہ نہیں ہوتا بلکہ بہت سی ضعیف روایات قابل استدلال ہوتی ہیں (جیسا کہ اہل فن جانتے ہیں)

(۴) لگتا ہے کہ آپ نے کتاب ”فضائل اعمال“ خود نہیں پڑھی ہے (یا کم از کم غور سے نہیں پڑھی ہیں) بس دوسرے سے سن کر یا با اتفاق سمجھ پر و پگندے سے متاثر ہو کر یہ سوال کر دیا ہے ، ایک حلقہ نے ، باوجود اس فن شریف سے نا بلد ہونے ، یا برائے نام شد بد ہونے کے ایسا پرو پگنڈا کیا ہے کہ یہ کتابیں ۔ فضائل اعمال ، لگتا ہے کہ جھوٹ کا پلندہ ہیں ، اسلئے ان کا پڑھنا پڑھنا نا بند ہونا چاہئے ۔ حالانکہ وہ نہ اس سے واقف ہیں کہ جس کے قلم سے یہ نکلی ہیں وہ کتاب بڑا محدث و محقق ہے کہ جس کی عظمت کا محققین عرب و عجم نے اعتراف کیا ہے اور جس کی کیسی کیسی محققانہ ، فن حدیث پر کتابیں ہیں اور ان سے کیسا عظیم فائدہ پہونچا ہے ۔ لطف یہ ہے کہ اس حلقہ کے مقتدا ، یا مقتداؤں کی تصانیف میں صریح طور سے بعض ایسی باتیں ملتی ہیں جو بالاتفاق اہل سنت کے مسلک و فکر سے قطعاً متعارض بلکہ متضاد ہیں ، لیکن یہ حلقہ ان کو نہ صرف یہ کہ ان کتابوں سے نکالنے کی بات سننے کو تیار نہیں بلکہ ان کی تائید و تصویب اور غلط تاویل کرتے ہیں ایسا جری ہے کہ بس اللہ تعالیٰ ہی سے پناہ مانگی جائے ۔

والی اللہ المستطیع

## خط اور اس کا جواب احادیث بخاری شریف پر عمل کے بارے میں

مکرمی مولانا محمد ابو بکر صاحب فازی پوری مدظلہ

سلام سنون !

بخاری شریف کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سب سے صحیح حدیث کی کتاب ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اخاف بخاری شریف کی بہت سی احادیث پر عمل نہیں کرتے اس کی وجہ کیا ہے؟ اہل حدیث حضرات عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ حنفیوں کا بخاری پر عمل نہیں ہے، ہم ان کو کیا جواب دیں۔ آپ اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔ والسلام

شیخ احمد کرلا دیٹ بمبئی

ناہنم ! آپ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث حضرات عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ حنفیوں کا عمل بخاری پر نہیں ہے، میرے بھائی گمراہ کہنا شیطان کا کام ہے، اس سے آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں، جب محسوس ہو کہ کوئی شیطان گمراہ کر رہا ہے تو لا حول پڑھ دیں۔ لا حول پڑھنے سے شیطان بھاگتا ہے۔ غیر مقلدین کا جواب دینا بہت آسان ہے، آپ ان سے پوچھیں کہ کیا ان کا عمل بخاری شریف کی تمام احادیث پر ہے؟ وہ جواب میں ہاں نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ خود ان کا عمل بخاری کی تمام احادیث پر نہیں ہے، تو پھر یہ الزام کہ اخاف بخاری شریف کی تمام احادیث پر عمل نہیں کرتے خود غیر مقلدین کے جواب سے جاتا رہے گا۔

میں چند مثالیں لکھتا ہوں آپ کسی غیر متقلد سے معلوم کریں کہ بخاری کی ان احادیث پر ان کا عمل کیوں نہیں ہے۔

(۱) بخاری شریف کی روایت ہے۔ الغسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم یعنی جمعہ کے روز ہر بالغ پر عمل کرنا واجب ہے۔ روایت میں جمعہ کیلئے نہیں بلکہ جمعہ کے دن ہر بالغ پر خواہ مرد ہو یا عورت غسل واجب ہو نا مذکور ہے) کیا غیر متقلدین کا اس حدیث پر عمل ہے، اور ان کا یہی مذہب ہے کہ جمعہ کے روز ہر بالغ پر غسل کرنا ضروری ہے، خواہ مرد ہو خواہ عورت۔

(۲) بخاری شریف کی روایت ہے اذا اشتد الحر فابردوا بالصَّلَاةِ یعنی جب سخت گرمی کا زمانہ ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو، آنحضرت کا فرمان تو یہ ہے اور غیر متقلدین کا عمل یہ ہے کہ وہی جون میں بھی زوال کے فوراً بعد نماز پڑھتے ہیں۔

(۳) بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں۔

رکعتان لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعہما سراً ولا علانیتاً رکعتان قبل الصبح ورکعتان بعد العصر

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں کسی حال میں بھی نہیں چھوڑتے تھے، صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعت اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعت۔

کیا جن کو آپ ائمہ حدیث کہہ رہے ہیں ان کا اس حدیث پر عمل ہے؟

(۴) بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور عشاء کی نماز بعد بات کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

سكان یکرہ النوم قبلها والحديث بعدها۔

کیا بخاری کی اس حدیث پر کسی غیر متقلد کا عمل ہے، اور عشاء بعد بات کرنا اس کے نزدیک

حرام ہے ؟

(۵) بخاری کی حدیث ہے ، روایت کرنے والے مالک بن حویرث ہیں ، آنحضرتؐ کا حکم تھا کہ اذا حضرات الصلوة فاذا نادى قائما ثم ليؤمكما اكبركما يعني جب نماز کا وقت آئے (اور دو آدمی ہوں) تو تم دونوں اذان کہو اور تم دونوں اقامت کہو پھر جو بڑا ہو وہ امامت کرے ۔

کیا غیر مقلدین کا یہی مذہب ہے کہ دو مہلی ہونے کی صورت میں دونوں اذان کہیں گے اور دونوں اقامت بھی کہیں گے اور امام عمرؓ میں جو بڑا ہو گا وہی ہوگا ۔

(۶) بخاری شریف میں ہے اذا قمت الى الصلوة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن یعنی جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر قرآن میں سے جو تمہیں یاد ہو پڑھو ۔

آنحضرتؐ تو فرمائیں کہ تمہیں جو قرآن یاد ہو وہ پڑھو اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی ۔ کیا اسی کا نام بخاری کی حدیث پر عمل ہے ۔

(۷) بخاری شریف میں ہے کہ ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الظهر في الاوليين بام الكتاب وسورتين ، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے ، اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ پڑھنا تو فرض ہے مگر دونوں سورتوں کا پڑھنا فرض نہیں ہے ، بخاری کی اس حدیث میں جب یہ تفصیل نہیں ہے تو غیر مقلدین نے اپنی طرف سے یہ تفصیل کیوں کی ، کیا اسی کا نام بخاری کی حدیث پر عمل کرنا ہے ۔

(۸) بخاری شریف میں ہے المصافحة باليدین یعنی مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا ہے ، اور امام بخاری نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ والی حدیث بھی پیش کی ہے مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں مصافحہ ایک ہاتھ سے ہوگا ۔

(۹) بخاری شریف میں ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس مسئلہ کو بخاری



نے متعدد حدیثوں سے ثابت کیا ہے، مگر غیر مقلدین بخاری شریف کی ان تمام روایتوں کو نہیں مانتے، پھر بھی کہیں گے کہ ہم بخاری والے ہیں۔

(۱۰) امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ باب وجوب القراءة للامام والمأموم یعنی اس کا بیان کہ مقتدی اور امام کو قرأت کرنی ضروری ہے۔ اور پھر حدیث ذکر کرتے ہیں لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب یعنی اس کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔

بخاری اس حدیث سے مطلقاً قرأت کی فرضیت ثابت کرتے ہیں اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں اس حدیث سے صرف سورہ فاتحہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے، آپ غیر مقلدین سے پوچھیں کہ امام بخاری سے یہ ان کی موافقت ہے یا مخالفت۔ (۱۱)

بات اصل یہ ہے کہ غیر مقلدین بخاری کا نام لے کر صرف عوام کو بھڑکاتے ہیں، یہ حضرات عوام کو صحیح صورت حال سے باخبر نہیں کرتے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ امام بخاری ہوں یا کوئی اور محدث اس کے نزدیک جو حدیث قابل ذکر نظر آئی اس نے اس کو اپنی کتابوں میں درج کر لیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حدیث کے نام پر جو چیز بھی حدیث کی کتابوں میں مذکور ہو گئی ہے اس پر عمل کرنا یا اس کے ظاہر پر عمل کرنا ضروری ہے احادیث پر عمل کرنے کے لئے بہت سی چیزوں کو دیکھنا ہوتا ہے اور یہ کام فقہار کا ہے، اسی وجہ سے کبھی کوئی حدیث خواہ بخاری ہی میں کیوں نہ ہو فقہار کے نزدیک عملاً قابل قبول نہیں ہوتی ہے، یا اس کے ظاہر پر عمل کرنا ان کے نزدیک ضروری یا جائز نہیں

---

(۱) غیر مقلدین بخاری کی ان احادیث کے بارے میں یا تو تاویل کی راہ اختیار کریں گے یا صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہم امام بخاری کے مقلد نہیں ہیں، مگر عوام کو بھڑکانے کے لئے اُخاف کے بارے میں کہیں گے کہ ان کا عمل بخاری پر نہیں ہے۔ یہ ہے ان حضرات کا انصاف۔

ہوتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ان کو ان کی شرطوں کے مطابق جو حدیث لگ گئی اور اس کی صحت کا ان کو اطمینان ہوا انھوں نے بخاری میں اس کو لکھ لیا، امام بخاری صرف سند کو دیکھتے ہیں، فقہاء سند کے علاوہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے اور بہت سی چیزوں کا لحاظ کرتے ہیں، صرف سند کا لحاظ کرنے سے کبھی کبھی بڑی پیچیدہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً دیکھئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کرتے ہیں  
قال جاءت امرأة من الانصار الى النبي صلى الله عليه وسلم فخلابها  
فقال انكن لاحب الناس الىّ۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آنحضرت اس کے ساتھ تنہائی میں ہوئے پھر آپ نے فرمایا اے عورت تو تم لوگ لوگوں میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔

چونکہ یہ حدیث امام بخاری کی شرطوں کے مطابق صحیح تھی اس وجہ سے انھوں نے اس کو ذکر کر دیا۔ آپ غور فرمائیں کہ اگر اس حدیث کے صرف ظاہری کو دیکھا جائے تو اس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے اور آدمی اس حدیث کو بنیاد بنا کر اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنے کو جائز قرار دے گا، جب کہ یہ قطعاً حرام ہے، اس طرح کئے نازک موقع پر فقہاء سامنے آتے ہیں اور وہ جو مطلب بیان کریں گے اس پر عمل کرنا ہو گا، بخاری کی ظاہری حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے سلسلہ میں تین طرح کی حدیثیں ذکر کی ہیں، ۶۰ سال والی حدیث، ۶۳ سال والی حدیث، ۶۵ سال والی حدیث، چونکہ یہ تینوں حدیثیں ان کی شرطوں کے مطابق تھیں انھوں نے اس کو ذکر کر دیا مگر اس سے جو پیچیدگی پیدا ہوئی امام بخاری کو اس کا احساس نہیں ہوا، اب آپ سوچیں

کہ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ تینوں باتیں صحیح ہوں، ہرگز نہیں، ان تینوں میں سے ایک ہی بات صحیح ہوگی۔

میں نے ان دو مثالوں سے یہ بتلایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری میں کسی حدیث کا ہونا یہ اس کی دلیل تو ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے مگر یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہو اس پر عمل بھی ضروری ہو یا حدیث میں جو بات ہے وہ فی الواقع بھی صحیح ہو، اس کا احساس محدثین کو بھی ہوا اسی وجہ سے انہوں نے دو قواعد بنائے، ایک یہ کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہو وہ متن کے اعتبار سے بھی صحیح ہو، دوسرا قاعدہ یہ بنایا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہو وہ متن کے اعتبار سے بھی ضعیف ہو، یعنی نہ یہ ضروری ہے کہ ہر صحیح حدیث قابلِ عمل ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر ضعیف حدیث قابلِ رد ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ائمہ نے دین کی جو سمجھ اور جو دین کا شعور عطا فرمایا تھا اس کا ادراک ہمارے اور آپ کے بس کی بات نہیں ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ہی نہیں فرمایا تھا کہ سارے لوگ فقہیں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی فقہی مسئلے کے سلسلہ میں صرف صحیح حدیث پر مدار نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ اس کے ساتھ بہت سی چیزوں کو بھی دیکھتے تھے اور پھر ان تمام چیزوں کی رعایت کیساتھ فقہی مسائل میں بہت چچی تلی رائے ظاہر کرتے تھے۔

آئینِ زور سے کہی جائے یا آہستہ سے اولیٰ کیا ہے؟ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ آئینِ زور سے کبھی کہی جاسکتی ہے اور آہستہ سے کبھی مگر اولویت میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آہستہ آہستہ کہنے کو اولیٰ قرار دیتے ہیں، جبکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جبر کا ہے یعنی ان کے یہاں اولیٰ یہ ہے کہ آئینِ امام اور مقتدی زور سے کہیں، امام بخاری نے اس بارے میں جو حدیث پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

اذا امن الامام فامضوا فانه حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

من وافق تائید تائید الملائكة  
 غفر له ما تقدم من ذنبه -  
 اذ قال الامام غير  
 المغضوب عليهم ولا الضالين  
 فقولوا آمين فانهم من  
 وافق قوله قول الملائكة  
 غفر له ما تقدم من ذنبه -

کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ جب امام آمین کہے  
 تو تم بھی آمین کہو اسلئے کہ جس کی آمین ملا کر کی  
 آمین سے موافقت کرے گی اس کی گزشتہ گناہیں  
 معاف ہو جائیں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ  
 جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو  
 تم آمین کہو اسلئے کہ جس کا آمین کہنا ملا کر کے  
 آمین کہنے سے موافق ہو گا اس کی گزشتہ گناہیں  
 معاف ہو جائیں گی۔

یہ دونوں حدیثیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اور یہ اصلاً دو حدیث  
 نہیں ہیں بلکہ فی الاصل ایک ہی حدیث ہے، صرف بعض الفاظ کا تغیر ہے، محدثین کے یہاں  
 اس طرح کے تغیرات سے ایک حدیث کئی حدیث بن جاتی ہے، آپ پہلی حدیث میں غور فرمائیں تو اس میں  
 اخصویر کا حکم مروی ہے کہ جب امام آمین کہے اس وقت تم بھی یعنی مقتدی آمین کہے جبکہ دوسری روایت میں،  
 کہ جب امام ولا الضالین کہے تو اس وقت مقتدی آمین کہیں دونوں روایت میں مقتدی کے آمین کہنے کی جگہ الگ  
 الگ بتلائی گئی ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ اس اختلاف کے باوجود دونوں روایت پر عمل ہو سکے گا۔

محدثین کے یہاں اس طرح کے تغیرات سے ایک حدیث کئی حدیث بن جاتی ہے۔  
 اب آخر میں یہ بھی جان لیجئے کہ غیر مقلدین کا عمل جہاں بخاری شریف کی بہت سی  
 حدیث کے خلاف ہے اسی طرح بہت سے مسائل میں بخاری کا مذہب الگ ہے اور غیر مقلدین  
 کا مذہب الگ ہے۔ مثلاً

- (۱) جو طلاق حیض کی حالت میں دی جائے بخاری کے مذہب میں وہ واقع ہو جاتی  
 ہے، غیر مقلدین کہتے ہیں کہ جو زمانہ حیض میں طلاق دی جائے گی وہ واقع نہیں ہوگی۔
- (۲) امام بخاری کا مذہب ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز نہیں ہے غیر مقلدین کہتے  
 ہیں کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے۔

(۳) بخاری کا مذہب ہے کہ آدمی احرام کی حالت میں نکاح کر سکتا ہے، غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ نہیں کر سکتا

(۴) امام بخاری کا مذہب ہے کہ حج اور عمرہ کا احرام میقات سے باندھنا چاہیے، میقات سے پہلے باندھنا جائز نہیں، غیر مقلدین کے نزدیک جائز ہے۔

(۵) امام بخاری کا مذہب ہے کہ روزانہ ایک ختم قرآن کرنا جائز ہے، بخاری کا اس پر عمل تھا، اور غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ تین دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا مکروہ ہے، نواب وحید الزماں غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اہلحدیث نے اس کو مکروہ جاننا ہے اور یہ ادب کے خلاف بھی ہے، معنی امام بخاری غیر مقلدین کے بقول ایک دن میں قرآن ختم کر کے قرآن کی بے ادبی کیا کرتے تھے۔

(۶) امام بخاری کے مذہب میں نمازی کے آگے سے ہر جگہ گزرنا منع ہے، اور غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ بیت اللہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

(۷) امام بخاری کے نزدیک اونٹ کے باڑہ میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اہلحدیث کے یہاں حرام ہے۔

(۸) امام بخاری کے مذہب میں وضو کے اعضاء کا پے بہ پے دھونا واجب نہیں ہے غیر مقلدین کے یہاں واجب ہے۔

(۹) بخاری کے مذہب میں غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب نہیں ہے اور غیر مقلدین کے یہاں واجب ہے۔

(۱۰) امام بخاری کے یہاں منی ناپاک ہے اور غیر مقلدین کے یہاں منی پاک ہے۔

ان دس مثالوں سے آپ اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان کا مذہب بخاری کے مذہب کے مطابق ہوتا ہے کتنا غلط ہے۔ غیر مقلدین کا عمل نہ تو بخاری کی تمام احادیث پر ہے جیسا کہ پہلے کی دس مثالوں سے واضح ہوا اور نہ غیر مقلدین کا عمل بخاری کے مذہب کے مطابق ہر جگہ ہوتا ہے۔

اور چونکہ اس آخری دس سالوں میں امام بخاری نے اپنا مذہب بخاری میں ذکر کردہ احادیث کی روشنی ہی میں اختیار کیا ہے اس وجہ سے ان تمام احادیث کے بھی انکار کا غیر مقلدین پر الزام عائد ہوگا۔

غیر مقلدین کا کام ناواقف عوام کو صرف بھڑکانا ہوتا ہے، بیچارے جو ناواقف ہوتے ہیں وہ ان کی باتوں میں آجاتے ہیں، غیر مقلدین دھوکہ دے کر حنفی مذہب سے بنیاد کرنے کو دین کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں، بس اللہ سے ان کے لئے ہدایت کی دعا کرتے رہئے۔

میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ الحمد للہ اخاف کا عمل صحیح حدیثوں پر ہوتا ہے، اخاف کی کتابوں کو پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اخاف سے زیادہ احادیث کی رعایت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے، البتہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ بخاری یا کسی اور کتاب کی احادیث کا جو مطلب غیر مقلدین سمجھیں وہی مطلب احاف کی بھی سمجھ میں آئے۔

غیر مقلدین کی پوری قوت آج کل صرف اس پر خیر ہو رہی ہے کہ وہ لوگوں کو اخاف کے خلاف بدظن کریں، آپ جیسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ ان کی باتوں کو سن کر متاثر نہ ہوں، بلکہ اہل علم سے معلومات حاصل کریں۔

فَالسَّلَامُ

محمد ابو بکر غازی پوری

## اہم اعلان

مکتبہ اثریہ غازی پور کی کتابوں کے خواہشمند حضرات، صرف مکتبہ اثریہ غازی پور سے رابطہ قائم کریں۔ ان کے آرڈر کی فوراً تکمیل کی جائے گی۔ وی پی سے کتابیں ہرگز نہ طلب کریں، ٹیلی کا سلسلہ یہاں سے ختم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں

## ابن تیمیہ کا عقیدہ

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری دامت برکاتہم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - خدا کرے مزاج بخیر ہو

زمرم کے مطالعہ سے ہماری معلومات میں بہت اضافہ ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو خزانے خیر  
- دے، آپ کے قلم نے غیر مقلدیت کے جال کا ایک ایک دھاگہ ادھیر کر رکھ دیا۔ خطوط کے  
جوابات سے بڑا اطمینان پیدا ہوتا ہے۔

ایک سوال کا جواب مطلوب ہے، ابن تیمیہ کے بارے میں سنہ ہے کہ وہ حضرت علی  
رضی اللہ عنہ سے خوش گمان نہیں تھے، کیا یہ صحیح ہے؟ براہ کرم اس بارے میں جو تحقیقی بات  
ہو اس سے ضرور آگاہ کریں۔  
والسلام

نوشاد احمد قاسمی مظفرنگر یوپی

نرا حرام ! حافظ ابن تیمیہ کا قلم شیعوں کے خلاف شمشیر برہنہ رہتا ہے،  
امت مسلمہ کو یہودیوں کے بعد ابن تیمیہ شیعوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا  
فرقہ سمجھتے ہیں (۱) شیعوں کے رد میں کبھی کبھی ان کا قلم حدود سے تجاوز کر جاتا ہے، اور ان  
کے قلم سے قلم ایسے جملے نکل جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ذہن حضرت علی اور حضرت  
حسین رضی اللہ عنہما سے صاف نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث

(۱) منہاج السنہ میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ شیعہ ہر فرقہ اور برائی کی جڑ ہیں، تمام فتنوں کا دہی

کی کتابوں میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں ابن تیمیہ ان میں سے بیشتر کو صحیح نہیں سمجھتے اس وجہ سے کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی کے بارے میں ابن تیمیہ کا مزاج خوش عقیدگی کا نہیں تھا، اسلام میں حضرت علی کا جو مقام و مرتبہ ہے اس کا علم ہر صاحب علم کو ہے، حضرت علی کی پرورش آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ہوئی، آنحضورؐ نے اپنی سب سے پیاری ماں جبرائیل کا آپ سے نکاح کر کے آپ کو اپنا داماد بنایا حضرت علیؑ کا علم و تفقہ میں جو مقام و مرتبہ تھا اس کا انکار کون صاحب ایمان کر سکتا ہے، اسلام کے لئے حضرت علیؑ کی جاں بازی و جاں سپاری اسلام کی تاریخ کا روشن عنوان ہے، یہ صحیح ہے کہ شیعوں نے حضرت علیؑ کے بارے میں غلو کیا ہے، اور انھوں نے اپنی بدزبانیوں سے صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن تقدس کو تار تار کیا ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ شیعوں نے ہمیشہ اسلام میں فتنہ برپا کیا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، شیعوں کی گمراہیوں کو واضح کرنا ہم سب کا دینی فریضہ ہے، مگر اس رد و ابطال میں جادہ مستقیم سے ہٹ جانا بھی مناسب نہیں ہے اور نہ اس کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے، حافظ ابن تیمیہ نے اسی کا خیال نہیں رکھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اکابر اہل سنت کی تنقیدوں کا نشانہ بن گئے۔

حضرت علی کے بارے میں ابن تیمیہ کی بعض باتیں پڑھ کر واقعی حیرانی ہوتی ہے کہ ان کے قلم سے اس طرح کی باتیں کیسے نکلیں۔ مثلاً وہ اپنی مشہور کتاب منہاج السنہ میں لکھتے ہیں:

داما اسلام علی فہل یكون محرجا لما من الکفر علی اقوالین مشہورین

ومذہب الشافعی ان اسلام صبی غیر محرج لما من الکفر (ص ۲۱۹)

یعنی حضرت علی کا (بچپن میں) اسلام لانا تو کیا وہ ان کو کفر سے نکالنے والا ہے؟ تو اس میں دو قول ہیں یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ بچپن میں اسلام لانے سے آدمی کفر سے نکل جاتا ہے اور کچھ لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ بچپن میں اسلام لانا مفید نہیں ہے اور اس سے آدمی کفر سے نہیں نکلتا (امام شافعی کا مذہب ہے کہ بچہ کا اسلام لانا کفر سے نکالنے والا نہیں ہے۔ ابن تیمیہ کی یہ عبارت اس بات کی غماز ہے کہ حضرت علیؑ کا اسلام صحیح نہیں تھا اور وہ کفر سے باہر نہیں ہوئے تھے، اور چونکہ ہانغ ہونے کے بعد ان کا تجزیہ اسلام ثابت نہیں ہے تو



اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ حضرت علیؑ زندگی بھر کافر ہی رہے۔

اس کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں :

ان الله قد جعل للصحابة مودة لا في قلب كل مسلم ولا سيما الخلفاء  
رضي الله عنهم لاسيما ابو بكر وعمر فان عامة الصحابة والتابعين  
كانوا يودونهم وكانوا خير القرون ولم يكن كذلك على فان كثيرا  
من الصحابة والتابعين يبغضوننا ويسبوننا ويقاتلوننا (ص ۲۸)  
یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کے دل میں صحابہ کی محبت رکھی ہے خاص طور پر خلفاء کی اور بطور  
خاص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی، چنانچہ عام صحابہ اور تابعین حضرت ابو بکر اور حضرت  
عمر سے محبت رکھتے تھے، یہ صحابہ اور تابعین بہترین لوگ تھے، مگر حضرت علی کا معاملہ ایسا نہیں تھا  
اس لئے کہ بہت سے صحابہ اور تابعین حضرت علی سے بغض رکھتے تھے انکو برا بھلا کہتے تھے اور  
ان سے لڑتے رہتے تھے۔

ابن تیمیہ کی بہت سی عبارتیں اس قسم کی ہیں جن کو نقل کرنا طبیعت کو گوارہ نہیں ہے، ان  
عبارتوں کو دیکھ کر اگر کسی کا ذہن اس طرف جائے کہ حضرت علی کے بارے میں ابن تیمیہ کا ذہن مٹا  
نہیں تھا، تو اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کی جنگ میں اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علی حق  
پر تھے، حضرت معاویہ اور حضرت عائشہؓ سے اجتہادی فطلی ہوئی تھی، حضرت علی کے حق پر  
ہونے کی ایک بڑی دلیل آنحضرتؐ کا حضرت عمار کے بارے میں یہ ارشاد متواتر سندوں سے  
حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ تقتلک الفتنۃ الباغیۃ یعنی اے عمار تم کو باغی جماعت  
قتل کرے گی۔ حضرت عمار حضرت علی کے ساتھ تھے اور انھیں کے ساتھ لڑتے ہوئے وہ شہید  
ہوئے تھے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرت علی کے مخالفین تھے وہ حق پر نہیں تھے۔  
ابن تیمیہ اس صحیح متواتر حدیث کو مشکوک قرار دے دیا، فرماتے ہیں کہ منهم من  
قد حرق فی حدیث عمار ۲۰۴ یعنی محدثین نے حضرت عمار والی حدیث میں جرح کیا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں فبعضہم وضعفہ ۲۰۸ یعنی بعض محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتلایا ہے، حالانکہ یہ حدیث صحیح اور متواتر ہے، علماء نے نکھا ہے کہ حضرت عمار والی یہ حدیث تقریباً چوبیس ممال سے منقول ہے، حافظ ابن عبد البر اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وتواترت الأثر عن النبي صلى الله عليه وسلم إنما قال تقتل عمارا  
الفئة الباغية وهذا من إخباره بالغيب وأعلام نبوته وهو  
من أهم الأحاديث - (الاستيعاب)

یعنی آنحضور سے بطور تواتر کے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی، یہ آپ کا غیب کی خبر دینا ہے اور آپ کی نبوت کی علامتوں میں سے ہے، یہ بہت صحیح حدیث ہے۔

اس صحیح اور متواتر حدیث کو محض اس وجہ سے ضعیف قرار دینا کہ اس سے حضرت علی کا جنگ میں برحق ہونا ثابت ہوتا ہے، اور حضرت علی کی فضیلت نکلتی ہے، اہل علم اور اہل انصاف کی شان سے بعید بات ہے۔

حضرت علی کی فضیلت میں مشہور حدیث ہے جس کو حدیث رد الشمس کہا جاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے سورج غروب ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ لوٹا دیا تھا اور حضرت علیؑ نے عصر کی فوت شدہ نماز کو ادا کیا تھا۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے، حالانکہ اس حدیث کو متعدد محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ امام طحاوی نے اس کو مشکل الآثار میں ذکر کیا ہے، طبرانی نے اس کو معجم الکبیر میں ذکر کیا ہے، حاکم اور بیہقی نے بھی اس کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث پر جو موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے تو یہ انکی مرتجح غلطی ہے۔

حضرت علی کی فضیلت میں ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے۔ سد و الابواب کھلانا  
الاباب علی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسجد کی طرف کھلنے والے سارے دروازے

بند کر دیئے جائیں صرف حضرت علی کا دروازہ کھلا رہے، ابن تیمیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو شیعوں نے وضع کیا ہے یعنی یہ حدیث شیعوں کی بناوٹی ہے۔ ابن جوزی نے بھی اس حدیث کو موضوع بتلایا ہے، ابن جوزی کا رد کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فی هذا اقدام علی الاحادیث المصححة بمجرّد التوهم

(القول: المسدوم ۲)

یعنی یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے محض وہم کی بنیاد پر صحیح حدیثوں کو رد کرنے کی جرات کا اظہار ہے۔

اسی طرح ابن تیمیہ نے ان تمام احادیث کا انکار کر دیا ہے جس سے بطور خصوص حضرت علی کی کوئی فضیلت و منقبت ثابت ہوتی ہو، میں نے چند احادیث کو بطور مثال نقل کیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے شیعوں کی تردید بہت قوت اور جرات سے کی ہے، یہ لن کا بڑا کارنامہ ہے، ان کی کتاب منہاج السنہ و شیعیت دروافض پر بہت عمدہ کتاب ہے، مگر چونکہ ابن تیمیہ کے مزاج میں اشتعال اور حدت کا مادہ زیادہ تھا اس وجہ سے وہ اپنے مخالفین کا رد کرتے ہوئے کبھی اعتدال کی حدود پھیلا ننگ جایا کرتے تھے اس وجہ سے ان کے قلم سے حق کے ساتھ بہت سی ناحق بات بھی نکل گئی، جن پر اہل علم کی نگاہ ہے، اس وجہ سے عام لوگوں کو ابن تیمیہ کی باتوں کو جابج اور پھٹکنے کیلئے اہل علم کی طرف رجوع کر لینا ملے۔

## تین مسائل کا سٹ

- (۱) صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر (۲) صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر
- (۳) حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد و قبول، پورے سٹ کی قیمت صرف ۳۵ روپے ڈاک خرچ بذمہ خریدار
- ملنے کا پتہ - مکتبہ اثربہ قاسمی منزل سید واسطہ - غازی پور - یوپی

خط اور اس کا جواب

محمد ابو بکر غازی پوری

## کیا رفع یدین کی چار سو حدیثیں ہیں؟

محکم حضرت مولانا غازی پوری صاحب      زید محمد  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زمرہ کا مطالعہ جاری ہے، الحمد للہ اس سے کافی فائدہ ہوا خدشات کے بادل  
چھٹے، شبہات کا فور ہوئے، اور غیر مقلدین کی کاروائیوں سے واقفیت ہوئی۔  
رفع یدین کے سلسلے میں اب اطمینان حاصل ہے کہ حضرت امام اعظم کا جو مذہب  
ہے وہی فی الاصل مرجع اور اقرب الی الصواب ہے۔

اس کی کیا حقیقت ہے کہ رفع یدین کی چار سو حدیثیں ہیں، براہ کرم اس پر روشنی  
ڈالیں۔ والسلام  
محمد قاسمی در بھنگوی  
بمبئی

مناہضہم! برادرِ آپ کا خطاب ملا تو میں سفر پر تھا، فوری طور پر جواب  
ذہن میں تھا اسے کارڈ پر لکھ کر بھیج دیا گیا تھا، مگر آپ کا تعاضاً تفصیلی جواب کا ہے، اس  
کے لئے فرصت کا مسئلہ شکی تھا، آج کچھ موقع ملا ہے تو یہ تحریر حاضر خدمت ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے نزدیک کسی ایک حدیث کا دس بیس بلکہ سو پچاس بلکہ  
ہزار دو ہزار اور اس سے بھی زیادہ بنادینا بچوں کا کھیل ہے، ان کو اس میں خصوصی ہنر  
حاصل ہے، غیر مقلدین کے یہاں مثلاً ایک حدیث سو کیسے بنتی ہے اس کی ایک مثال لفظ  
مولانا رئیس احمد ندوی حفظہ اللہ جامعہ سلفیہ بنارس کے محقق استاذ ہیں، بس یہ

پی ایچ ڈی نہیں ہیں، بقیہ سب کچھ ہیں، جامہ سلفیہ کے قابل فخر استاذ حدیث ہیں ان کا ایک رسالہ ہے۔ قصہ ایام قربانی کا، کے نام کا جس میں ایک جگہ وہ ایک حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں :

اس متواتر المعنی حدیث نبوی کہ اگر ایک سو معتبر سندیں مانی جائیں تو اصول محدثین سے لازم آتا ہے کہ یہ ایک سو احادیث نبویہ قربانی کے چار ایام ہونے کی دلیل ہیں بلکہ دیگر ایک نصوص شرعیہ اس موقع پر دلالت کرتے ہیں کہ ایام قربانی چار ہیں ص ۲۲

آپ نے دیکھا کہ کیسے محققانہ و محدثانہ انداز پر اور اصول محدثین کی روشنی میں غیر مقلدین کے یہاں ایک حدیث ایک سو بنتی ہے، بس آپ کا کام اتنا ہے کہ کسی حدیث کی متعدد معتبر سندیں فرض کرتے چلے جائیں وہ حدیث ایک سے کئی سو خود بخود ہوتی چلی جائے گی۔ جن کے یہاں اس انداز سے احادیث ڈھلتی ہوں اور ایک حدیث ایک سو ہوتی ہوں بیچاروں کا کرم ہی ہے کہ رفع یدین کے سلسلہ میں صرف چار سو احادیث بتلانے پر انھوں نے اکتفا کیا، ورنہ ان کا کوئی محقق فرصت کے وقت اطمینان سے بیٹھتا اور ہر حدیث کی سند سو فرض کرتا جاتا تو یہی چار سو احادیث چار ہزار ہو جاتیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں امام بخاری کا رفع یدین کے سلسلہ میں ایک رسالہ ہے، مگر ان چھ لاکھ والے امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں صرف سترہ صحابہ کے بارے میں فرمایا۔ یسوی عن سبعة عشر نفسا من اصحاب النبی اٹھ کمانوا یرفعون ایدیہم عند السکوٰع وعند الرفع منہ۔ یعنی صحابہ کرام میں سے سترہ حضرات رفع یدین کرتے تھے۔ اسی سے چار سو والی حدیث کے افسانہ کا آپ اندازہ لگالیں۔

میرا دعویٰ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام میں سے (جیسا کہ عوام میں عام طور پر شہور ہے کہ آنحضور کے انتقال کے وقت صحابہ کرام کی یہ تعداد تھی) ۲۵ صحابہ کرام سے بھی صحیح سند سے کوئی غیر مقلد رفع یدین کی روایت نہیں پیش کر سکتا، لیکن اگر نسخہ جامعہ سلفیہ کے انہیں محقق صاحب کا استہمال کیا جائے تو چار سو نہیں چار ہزار احادیث کا بھی دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔

امام بیہقی جیسا ماہر فن جو خود بھی رفع یدین کا قائل ہے ان کو بھی آخر کار یہی کہنا پڑا کہ رفع یدین کے سلسلہ میں لائق احتجاج صرف پندرہ حدیثیں ہیں، لیکن علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مزید چھان بین کرو گے تو تم کو صرف چھ حدیثیں ہی قابل احتجاج نظر آئیں گی۔ (معارف السنن ص ۲۶۷) اور بظاہر یہ ہے کہ ان چھ حدیثوں میں سے بھی غیر مقلدین کے مطلب کی صرف تین حدیثیں رہیں گی، اسلئے کہ ان چھ حدیثوں میں سے بعض احادیث میں سجدوں میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے، جو غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہے اور بعض میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جب کہ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ اس موقع پر بھی رفع یدین ہے۔ غرض ہزار ہا ہزار احادیث میں سے رفع یدین کے بارے میں جو احادیث منقول ہیں غیر مقلدین کے کام کی اس میں سے صرف تین احادیث ہو سکتی ہیں، لیکن جب اس کی

بھی تحقیق ہوگی تو وہ بھی کالعدم ہو جائیں گی۔ اور غیر مقلدین کے پاس صرف شور شرابا باقی رہ جائے گا۔

غیر مقلدین کا مرض ہے کہ وہ ہمیشہ عوام کو دھوکہ اور فریب میں رکھتے ہیں۔ صحیح بات سے آگاہ کرنا ان کی فطرت نہیں ہے، وہ لوگوں کو دینی معاملات میں اسی طرح بے وقوف بناتے ہیں جیسا کہ جامعہ سلفیہ کا محقق غیر پی ایچ ڈی استاذ حدیث لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے اور ایک حدیث کو سو بنا دینے کا گر سکھلاتا ہے۔

بلاشبہ امام بخاری نے رفع یدین کی حدیث ذکر کی ہے، مگر کسی چیز کا بطور حدیث منقول ہونا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ عمل مشروع اور سنت بکھلا ہے، اور اگر کبھی وہ عمل مشروع رہا ہے تو یہ کبھی ضروری نہیں ہے کہ اس کی مشروعیت بعد میں بھی باقی رہی ہے، رفع یدین کا معاملہ بھی کچھ اسی قسم کا ہے، اگر رفع یدین کسی موقع پر مشروع رہا بھی ہے تو اس کی مشروعیت بعد میں ختم ہو گئی تھی، اسی وجہ سے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت رفع یدین کے سلسلہ کی امام بخاری نے ذکر کی ہے خود امام بخاری جو رفع یدین کا عمل ان کے شاگرد مجاہد سے نقل کرتے ہیں۔

عن مجاہد قال ما رأيت ابن عمر رضي الله تعالى عنهما لا يرفع يديه في شيء من المسلوقة الا في التكبيرة الاولى۔ یعنی حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو تکبیر اولیٰ کے سوا نمازیں کہیں اور رفع یدین کرتے نہیں دیکھا، یہ حضرت مجاہد یہ ہیں جن کو حضرت عبداللہ بن عمر کے ساتھ دس سال تک رہنے کا موقع ملا تھا۔

نیز حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ جز رفع یدین ہی میں امام اوزاعی کا فتویٰ نقل کرتے ہیں کہ رفع یدین کا مسئلہ شروع زمانہ اسلام کا تھا۔ ہذیل بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ نمازیں کھڑے ہونے کی حالت میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ مشروع زمانہ

کی بات تھی۔

بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ چار سو صحابہ سے رفع یدین کا ثبوت تو محض افسانہ ہے جن صحابہ کرام سے رفع یدین والی حدیث منقول بھی ہے اس کا تعلق شروع زمانہ اسلام سے ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جہاں کے ذرہ ذرہ پر اسلام کا اقتاب طلوع تھا وہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک اس رفع یدین کا مساجد میں اور خصوصاً مسجد نبوی میں چلن نہیں تھا۔ ورنہ امام مالک کا مذہب رفع یدین کا ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ان سے تو رفع یدین کا مکروہ ہونا منقول ہے۔ اگر اب کسی غیر مقلد سے اس قسم کی بات ہو تو اس سے پوچھیں کہ بھائی رفع یدین کے بارے میں تمہارا مذہب کیا ہے وہ چار جگہ رفع یدین کرنے کو بتلائے گا، آپ اس سے کہیں کہ تم بخاری شریف میں چار سو نہیں صرف چار حدیث چار جگہ رفع یدین والی دکھلا دو، آپ دیکھیں گے کہ اس کے چہرہ پر ہوائی اڑنے لگے گی۔

اس صحبت میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں، میری یہ مختصر تحریر بھی غیر مقلدین کو حالت سکر میں پہنچا دے گی، پھر وہ اول فول بکیں گے، اگر ان کے اس اول فول میں کچھ کام کی بات نظر آتی تو انشاء اللہ دوبارہ ذرا اور تفصیل سے اس مسئلہ کو واضح کروں گا۔ میں آپ کی محبت اور کرم فرمائیوں کا شکر گزار ہوں۔ زمزم کی اعانت آپ نے جس انداز سے فرمائی ہے اس سے مجھے بڑی تعزیت ملی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین بدلہ دے۔ حاجی صاحب میرا سلام ضرور کہہ دیں، بمبئی آنے کا سردست کوئی پروگرام نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ

محکم الدوبکر خاں پوری



نور الدین نور اللہ الاعظمی

(قسط اول)

# مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کتاب رسول اکرم کی نہانا پراکٹک نظر

مولانا محمد اسماعیل سلفی پاکستانی غیر مقلد معروف عالم تھے، اپنی جماعت میں خاصے بھاری بھر کم شمار ہوتے تھے، بعض غیر مقلد عالم نے ان کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ امامت کے مقام پر فائز تھے<sup>(۱)</sup> مولانا سلفی کا سب سے بڑا کارنامہ اخاف اور علمائے دیوبند کے خلاف مغمون نگار تھا، زندگی بھر اس کی مشق کرتے رہے، کتاب وسنت کی خدمت انجام دینے سے اللہ نے ان کو محفوظ رکھا تھا، لقب تھا ان کا شیخ الحدیث مگر حدیث کے نن میں ان کا کوئی کارنامہ دیکھنے کو نہیں لا، ہو سکتا ہے کہ ہو، جہاں تک ہماری رسائی نہ ہو سکی ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

تو اس سلفی غیر مقلد صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے نماز کے بارے میں، نام ہے اس کا ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز“ ایک غیر مقلد دوسرے عالم نے بھی نماز کے بارے میں ایک کتاب لکھی تھی، نام تھا ان کا صادق سیالکوٹی، کتاب کا نام ہے۔ ”صلوۃ الرسول“ یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز، دونوں غیر مقلد عالم نے رسول اللہ کی نماز نامی کتاب لکھی، مگر دونوں کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اسماعیل سلفی صاحب کا رسول اور تھا اور صادق سلفی صاحب کا رسول اور، اس لئے کہ دونوں غیر مقلدوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پر

(۱) مولانا مقتدی حسن ازہری ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ انکے معاصرین کا اجماع ہے کہ وہ علوم کتاب وسنت کے امام تھے۔ (الانطلاق الفکری ص ۳۳)

کتاب لکھی ہے، ان دونوں میں خاصا فرق ہے، اسے شبہ ہوتا ہے کہ دونوں کا رسول  
الگ الگ تھا، (واللہ اعلم بالصواب)

اس فرصت میں اسماعیل سلفی صاحب کی کتاب پر ایک سرسری نظر ڈالنی ہے، فرماتے  
ہیں شیخ اکھدیت سلفی صاحب :

۔ ندی نالوں میں جو پانی بہ رہا ہو وہ پاک ہے، اس میں اگر پلیدی گر جائے

تو بھی پلیدی نہیں ہوگا۔ ص ۵۷

اور اس کی دلیل سلفی صاحب نے یہ دی ہے :

”ایک آدمی نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو

کر لیں تو آپ نے فرمایا : اس کا پانی پاک ہے۔“

ملفوظین غور فرمائیں مسئلہ ہے بہنے والے ندی نالوں کا، اور دلیل سمندر سے دی جا رہی  
ہے، یعنی ندی نالوں کو سمندر پر قیاس کیا جا رہا ہے۔

ابھی کتاب شروع ہی کی ہے کہ قیاس شروع، معلوم ہوا کہ بلا قیاس گاڑی چلنے والی نہیں ہے۔

مولانا سلفی نے یہ حدیث ذکر کی۔ السماء طہور لاین جس کا معنی، اور اس کا

ترجمہ کیا ہے۔ ”پانی پاک ہے اسے کوئی چیز پلیدی نہیں کر سکتی۔“ پھر فرماتے ہیں :

۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حوض بہنے والے پانی کنوئیں کا حکم جس میں

زیادہ پانی ہو برابر ہے، یہ معمولی پلیدی کے گرنے سے پلیدی نہیں ہوتے۔ ص ۵۸

الحدیث نام رکھ کر مولانا سلفی کی حدیث رسول میں دعا خدائی ملاحظہ فرمائیے، حدیث

میں ہے کہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز پلیدی نہیں کر سکتی، اور اس حدیث رسول کے خلاف آپ

فرماتے ہیں۔ زیادہ پانی والا کنواں ناپاک نہیں ہوگا، اور معمولی پلیدی سے حوض اور بہنے

والے پانی ناپاک نہیں ہوتے یعنی زیادہ سے ناپاک ہو جاتے ہیں۔ جو بات حدیث رسول میں

دور دور تک نہیں اس کو اپنی طرف سے گڑھ رہے ہیں، اور نام رکھے ہوئے ہیں شیخ اکھدیت

اور الحدیث۔

فرماتے ہیں۔ بعض حالات میں پانی پلید ہو جاتا ہے اگر پانی کے عصاف میں سے کوئی وصف بدل جائے اور دلیل میں پیش کیا ہے اس حدیث کو۔

ان الماء طهور لا یمنجئ شیئاً      پانی پاک ہے لیکن پلیدگی کرنے کی وجہ  
الا ما غلب علیہ ریحہ و طعمہ      سے اگر اس کی رنگت، بو، مزہ بدل جائے  
ولونہ بمنجاسة تحدث فیہا۔      تو وہ پلید ہو جائے گا۔  
طبیعت چاہتی ہے کہ پڑھ دو دبلے جیاباش و ہرچہ خواہی کن، قارئین زہرزم یہ حدیث  
ضعیف ہے۔ خود مولانا سلفی فرماتے ہیں۔

۔ اس کی سند بالاتفاق ضعیف ہے،، حاشیہ ص ۱  
جائے شرم ہے کہ دوسروں سے صحیح حدیث کا مطالبہ کرنے والے رسول اکرم کی نماز والی  
کتاب میں اس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہے۔  
بالاتفاق ضعیف حدیث کیوں قابِ عمل ٹھہری، اس لئے کہ بقول اسماعیل سلفی صاحب  
اس زیادت کو تمام امت نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے۔ (ایضاً)  
کیا کسی غیر متعلم میں دم خہ ہے کہ مولانا سلفی کے اس دعویٰ کو اس زیادت کو تمام امت نے بالاتفاق  
قبول کر لیا ہے، صحیح ثابت کر دے، امت میں ابن حزم اور داؤد ظاہری ہیں یا نہیں، کیا  
انہوں نے اس زیادت کو قبول کیا ہے؟

کوئی نہیں جواب دے

جواب چاہتا ہوں میں

اور دوسری وجہ اس ضعیف حدیث کو قبول کرنے کی کیا ہے؟ مولانا سلفی کا ارشاد ہے۔

۔ اس کی قبولیت پر علی تو اتراً ثابت ہے۔ (ایضاً)

یہاں علی تو اتراً مستقل جوت بن گیا ہے، اور یہی علی تو اتراً تراویح والے مسئلہ میں  
غیر متعلموں کو قبول نہیں، آٹھ رکعت تراویح کے عدم پر علی تو اتراً ثابت ہے، ائمہ اربعہ کے تمام  
متعلمین اس پر متفق ہیں کہ تراویح کی آٹھ رکعت نہیں ہے، صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر

آج تک اٹھ رکعت تراویح کبھی نہیں پڑھی گئی، ائمہ اربعہ میں سے کسی نے آٹھ رکعت تراویح نہیں پڑھی، بیس اور بیس سے زیادہ ہی پر برزائے میں عمل ہوتا رہا ہے مگر امت کا یہ عملی تواتر غیر مقلدین کو قبول نہیں۔ اور جو حدیث بالاتفاق ضعیف ہے وہ قبول ہے اسلئے کہ اس پر امت کا عملی تواتر ثابت ہے۔

غیر مقلدین کے منہ میں زبان ہے ہاتھ میں قلم ہے، فکر آزاد ہے، جو چاہیں کہہ دیں اور جس چیز کو چاہیں دین بتالیں انھیں کس کا ڈر، کس کا خوف۔

اسمعیل سلفی صاحب نے اس بالاتفاق ضعیف حدیث کو قبول کرنے کی جو علت بیان کی ہے یہ ان کا اجتہاد اور ان کی فکر سائب نہیں ہے بلکہ ان کا یہ فرمان نواب صدیق حسن خاں کی تقلید میں ہے۔ (دیکھو الروضۃ الغدیہ ص ۲۲)

اسمعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں :

”اگر کوئی پاک چیز پانی میں ملا دی جائے تو پانی خالص نہیں رہے گا، یہ کسی

چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔“ (ص ۱)

یعنی عرق گلاب عرق کیوڑہ اگر پانی میں ملا دیا جائے تو اس پانی سے نہ وضو کیا جاسکتا ہے اور نہ اس سے کپڑے اور بدن کو پاک کیا جاسکتا ہے، واہ رے تقاہت ماشاء اللہ چشم بد دود۔

اس شاہی فیصلہ پر حدیث سے کوئی دلیل ہے؟ بولے نہیں، ہم خود مجتہد ہیں، نہ

کتاب اللہ کی ضرورت اور نہ حدیث رسول اللہ کی۔

اوپر کی عبارت ایک دفعہ اور پڑھ لیں پھر مولانا سلفی صاحب کی اس عبارت شریف میں

غور فرمائیں۔

”سیلاب کے پانی کا رنگ مٹی کی وجہ سے بدل جاتا ہے مٹی چونکہ پاک ہے یہ

پانی پاک ہوگا۔“ ص ۱

سلفی صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ پانی پاک کرنے والا بھی ہوگا یا نہیں، اسلئے کہ پانی خالص نہیں ہے۔

مٹی والا ہے، گوسٹی پاک ہے، مگر عرق گلاب اور عرق کیوڑہ بھی تو پاک تھا، تو سمجھیں یہی آتا ہے کہ سیلاب کا اگر مٹی والا پانی صرف پاک ہو گا پاک کرنے والا نہیں ہو گا، ورنہ اوپر والی بات اور اس بات میں تضاد ہو گا۔

یہ غیر مقلدین مجتہدین کی نقاہت کا نمونہ ہے دیکھتے رہیں اور سرد مہنتے رہیں۔  
پانی کی حد کیا ہو جس پر ناپاکی اثر نہیں کرتی ہے۔ سلفی صاحب نے اپنا مذہب چھپا لیا ہے اور شوافع حنفیہ کا نام لے کر مسئلہ کو چمکا کر دیا، جس حدیث سے شوافع استدلال کرتے ہیں اس کا ذکر کیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث تابانی حجت ہے بھی یا نہیں، اور ان کا مذہب کیا ہے، فرماتے ہیں :

”ایسا پانی جس پر پلیدی کا اثر نہیں ہوتا شوافع کے نزدیک اس کی حد دور ہے

منکے ہیں، اخاف نے اس کی حد وہ درودہ بتلائی ہے“ (ص ۱۱)

اخاف نے کیا بتلایا، شوافع نے کیا بتلایا، اس سے آپ کو مطلب کیا ہے، آپ تو اپنا مذہب بتلائیے، چھپے نہیں، پردہ سے باہر آئیے، لوگ آپ کے رُخِ زیبا کی زیارت کیلئے قیام ہیں۔

فرماتے ہیں الحمد للہ مولانا محمد اسماعیل صاحب، جنابت سے غسل کے بیان میں :

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل شعر جنابہ بال بال میں جنابت

کا اثر ہوتا ہے“ (ص ۱۲)

غیر مقلدین ائمہ حدیث کہیں گے کہ لوگوں کو صحیح حدیث پر عمل کر دو، ضعیف حدیث سے استدلال حرام ہے اب ان شیخ اکھیت صاحب سے کوئی پوچھے کہ آپ نے جو حدیث ذکر کی ہے کیا وہ صحیح ہے؟ اس حد کی سندیں حارث نامی ایک شخص ہے، مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وہ ضعیف جدا، وہ بہت ضعیف ہے، امام ابو داؤد فرماتے ہیں حدیث منکرا وہ ضعیف، اس کی حدیث منکر ہے اور وہ ضعیف ہے، امام شافعی فرماتے ہیں الحدیث لیس بتاب، یعنی یہ حدیث ثابت نہیں ہے، بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا امام بخاری و امام ابو داؤد نے انکار کیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۱۱۱)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیخ الحدیث صاحب نے کسی صحیح حدیث پیش کی ہے، اور کمال ہے کہ بالکل خاموش گزر جاتے ہیں کہ لوگ دھوکہ میں رہیں کہ اتنا بڑا محدث بھلا ضعیف حدیث سے استدلال کرے گا۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فضائل اعمال میں اگر فضائل کے باب میں بھی ضعیف حدیث ہو تو غیر تقلیدین آسمان سپر اٹھالیں گے اور اس کا خوب خوب چرچا کریں گے اور یہاں نماز والی کتاب میں اور پاکی اور ناپاکی کے بیان میں شیخ الحدیث سلفی تھا بلا دھڑک ضعیف حدیث سے استدلال کر رہے ہیں، ہائے "شرم تم کو مگر نہیں آتی" حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب اس عنوان کے تحت کہ "غسل کب ضروری ہے" نمبر ۲ میں فرماتے ہیں۔

"میاں بیوی جنسی ضرورت پوری کریں" اور اگر جنسی ضرورت میاں بیوی کہیں اور سے پوری کریں تو غسل واجب نہیں ہوگا؟ نمبر ۶ میں فرماتے ہیں :

"استحاضہ کی صورت میں کم از کم ایک دفعہ غسل ضروری ہے" ص ۱۳  
براہ کرم کتاب و سنت سے اس کی دلیل پیش کریں ہو ایسی باتیں نہ کریں۔ فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب :  
"جموعہ کا غسل بھی سنون ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔" ص ۱۳  
اور جو آئندہ آیا ہے وہ یہ ہے۔

"جموعہ کے دن غسل کرنا ضروری ہے" ص ۱۱۹  
جموعہ کا غسل سنون ہے، جموعہ کا غسل ضروری ہے، معنی کیا جموعہ کا غسل، نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب :  
"عورت جب ماہواری ایام سے فارغ ہو یا پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے

(نفس) وہ بند ہو جائے تو اس کا جسم پلید ہوگا۔ ۱۳

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حیض و نفاس کے ایام میں عورت کا جسم پلید نہیں ہوگا جب یہ خون بند ہو جائیں تو اس کا جسم پلید ہوگا۔ ماثرا اللہ، کیا خوب نعتا ہست ہے چشم بہ دور۔ اور یہ بھی ارشاد ملاحظہ ہو :

”استحاضہ کو ہر نماز کے وقت وضو کر لینا چاہئے۔ ۱۴

اور اس کی دلیل ؟ تو وہ یہ ہے فرماتے ہیں شیخ اکمیت صاحب :

حضرت عائشہ فرماتی ہیں فاطمہ بنت جہش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا میں خون سے کبھی پاک نہیں ہوتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں آنحضرت نے فرمایا یہ رگ خون ہے حیض نہیں ہے جب حیض کے ایام آئیں تو نماز چھوڑ دو جب گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لو۔

مسئلہ کیا ہے، اور شیخ اکمیت صاحب کی دلیل کیا ہے، مارو گھٹنا پھوٹے سر کا نمونہ، اور سکھلانے جا رہے ہیں رسول اکرم کی نماز، حائضہ اور استحاضہ کا فرق جن کو معلوم نہیں وہ مجتہد بنے لکھنا نہ لکھتے ہیں۔

شیخ اکمیت صاحب فرماتے ہیں :

”استحاضہ مسلسل بول جریان کے مریض ہر نماز کیلئے وضو کریں، اگر ہر نماز یا دو نمازوں

کیلئے غسل کریں تو یہ افضل ہے۔ ۱۵

خط کشیدہ مسئلے کو حدیث رسول سے غیر مقلد المحدث سلفی صاحب ثابت کریں، بلا حدیث رسول دین میں اپنی طرف سے بات پیدا کرنا تمہارے نزدیک حرام ہے اور صحابہ کامل تمہارے مذہب میں حجت نہیں۔ تمہارے ذواب صاحب فرماتے ہیں :

واما ما فی صحیح مسلمان ام حبیبہ کانت تغتسل لکل مکلوۃ

فلا حجة فی ذالک لانہا فعلت من جهة نفسها ولم یامرہا النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذالک ” (الردۃ الندیہ ص ۱۱)

(۱) جسم پلید ہوگا، یہ بھی خوب کہی، کیا حیض یا استحاضہ کی وجہ سے عورت کا جسم پلید ہوتا ہے ؟ مجتہد صاحبوں کے کیلئے کہنے۔

یعنی صحیح مسلم میں جو یہ آیا ہے کہ ام حبیبہؓ ہر نماز کیلئے غسل کرتی تھیں تو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، اسلئے کہ وہ یہ عمل اپنی طرف سے کیا کرتی تھیں، آنحضرتؐ نے انکو اس کا حکم نہیں دیا تھا۔

فماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب :

”جابت اور حیض و نفاس سے غسل ضروری ہے لیکن ان سے جسم پلید نہیں ہوتا۔“  
اور صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں۔ انسان کا جسم پلید ہو تو نماز نہیں ہوتی بلکہ نماز سے پہلے غسل ضروری ہوگا۔ اور صفحہ ۱۳ پر فرما چکے ہیں کہ حیض و نفاس سے جسم پلید ہوگا۔

قارئین غور فرمائیں کہ غیر مقلدین کے مذہب میں حیض و نفاس اور جابت کی حالت میں جسم پلید بھی ہوتا ہے اور جسم پلید نہیں بھی ہوتا ہے، یہ کیا بات ہوئی، کیا یہ غیر مقلد الحدیث شیخ الحدیث صاحب رسول اکرمؐ کی نماز، اسی طرح کی ہیریانی باتیں بول کر سکھلائیں گے۔

فرماتے ہیں مجتہد شیخ الحدیث سلفی صاحب

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کان یا شونی وانا حائض، حیض کے ایام میں میرے پاس لیٹ جاتے۔“

یہاں شہابی کا ترجمہ میرے پاس لیٹ جاتے، ما شاء اللہ، قابلیت کا اچھوتا نمونہ، عربی دانی کا اعلیٰ کمال، اجتہاد کی نئی قسم، جی ہاں یہ ہیں غیر مقلد مجتہد شیخ الحدیث سلفی صاحب اور اسی قابلیت کے بل بوتے پر رسول اکرمؐ کی نماز، سکھلانے کا حوصلہ پیدا ہو گیا ہے۔  
ناظرین کرام ہمارے سلفی مجتہد صاحب بڑے ذی صلاحیت مجتہد ہیں، بڑے باکمال آدمی ہیں، ان کی صلاحیت علمیہ و اجتہادیہ کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:  
حائضہ اور جنبی مسجد میں ٹھہر نہیں سکتے اور اس کی دلیل میں آنحضرتؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔  
انی لا اهل المسجد لحائض ولا جنب اور اس کا ترجمہ بڑا دلچسپ فرماتے ہیں، آپ بھی سنئے اور سرد سنئے۔

حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد میں ٹھہرنا درست نہیں ہے ۱۵



اہل علم داد دیں اس شاندار ترجمہ کی۔ اس کا نام ہے قابلیت، کیوں نہ ہو ان جیسے بزرگوں کو اجتہاد کا حق حاصل، ایسے قابل لوگ بھلا تقلید کریں گے، ناظرین کرام اس حدیث کا مقلد نہ ترجمہ یہ ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”میں حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔“

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ اور جنبی کو مسجد سے گزرنا بھی درست نہیں ہے، مگر شیخ اکہدیت صاحب نے حدیث رسول کا فریب کارانہ ترجمہ کر کے اس کے صحیح مفہوم سے عوام کو آگاہ کرنا نہیں چاہتے۔ (والی اللہ المشتکی)

سلفی شیخ اکہدیت صاحب فرماتے ہیں :

”کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرنا چاہئے“ ۱۶

اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلدوں کے محدث اعظم فرماتے ہیں ،  
”ہو دال علی الجنوا من غیر کسلا ہمتا“ یعنی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۴)

اور فرماتے ہیں کہ جب تسلیم ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا رخصت ہے تو اس سے منع نہیں کیا جائے گا۔

بعد التلیم ان البول قاسما یعنی یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ کھڑے ہو کر پیشاب رخصة لا وجه للمنع عنه فی هذا کرنے کی رخصت ہے اس سے منع کرنے کی النامان (ایضا) کوئی وجہ نہیں۔

اب یا تو غیر مقلدین شیخ اکہدیت صاحب کے کہے پر عمل کریں یا محدث اعظم مبارکپوری کی تحقیق کو قبول کریں اور کھڑے ہو کر پیشاب کی عادت بنائیں۔

مجلہ مفتاح

پیش کردہ  
از  
نور الدین نور اللہ اعظمی

## غیر مقلدین کی امام بخاری کے بارے میں غلط بیانات

غیر مقلدین حضرات جب کوئی عمل اختیار کرتے ہیں تو چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اسے ثابت کرنے کیلئے غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کرتے، بلا جھجک بخاری کے غلط حوالے دیدیتے ہیں، حالانکہ بخاری میں اس کا وجود نہیں ہوتا۔  
دوچار حوالے اس سلسلے کے نذر قارئین کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔  
(۱) مولانا شہداء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں :

”سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں“ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۲۲)

مولانا کی یہ بات بالکل غلط ہے، بخاری و مسلم میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی (بکثرت) روایات تو درکنار ایک روایت بھی موجود نہیں ہے۔

(۲) فتاویٰ علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے :

”صریح حدیث سے صراحۃً ہاتھ اٹھا کر باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا، دعا ہونے کی حیثیت سے ہاتھ اٹھا کر پڑھنا اولیٰ ہے، رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے، بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے“

(فتاویٰ علماء حدیث ص ۲۲۶)

غیر مقلد صاحب کا یہ جواب بالکل غلط ہے، بخاری شریف پڑھ جائیے پوری بخاری میں قنوت وتر رکوع کے بعد پڑھنے کا کہیں ذکر نہیں ملے گا بلکہ اس کا اتنا یعنی رکوع میں جائے سے پہلے قنوت پڑھنے کا ذکر متعدد مقامات پر ملے گا۔

(۳) مولانا عبید الرحمن یزدانی ایک خطبہ میں فرماتے ہیں :

”اگر سر پر پکڑی یا ٹوپی ہے تو اس کے اوپر مسح ہو سکتا ہے، موزوں اور

جوابوں پر بھی مسح ہو سکتا ہے، امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا

ہے المسح علی الجوربین جوابوں پر مسح کرنا“

(خطبات شہید اسلام ص ۲۲۲)

یزدانی صاحب کی یہ بات نہایت غلط ہے، پوری بخاری شریف پڑھ جائیے،

کہیں آپ کو باب المسح علی الجوربین نہیں ملے گا، مولوی صاحب نے

بخاری شریف میں خود ساختہ باب کا اضافہ فرمایا ہے، ورنہ بخاری شریف میں یہ باب نہیں ہے۔

(غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں)

مصنفہ انوار خورشید لاہور۔ پاکستان

## ارمغان حق

محمد ابو بکر غازی پوری

از قلم

زمزم میں شائع ہونے والے خطوط کے جوابات کا پہلا مجموعہ، رد غیر مقلدیت

پر ایک لاجواب کتاب۔ صفحات - ۳۷۵ عام قیمت - ۲۵ روپے

ڈاک خراج بندہ خریدار

ملنے کا پتہ:- مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور

مجلہ اجماع مفتاحی

طہ اشیرازی

## خمار سلفیت

امام ابو حنیفہ سنت کا بہت لحاظ رکھتے تھے، خلاف سنت نہیں کرتے تھے۔ — ”میاں صاحب دہلوی کا اعلانِ حق“

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی میاں صاحب نذیر حسین محدث دہلوی کون حنفی بزرگ تھے؟

باپ۔ بیٹا، میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے تھے، ہماری جماعت کے سربراہ اعلیٰ

تھے، ہم لوگوں کی کھٹی جو ہلہا رہی ہے، یہ سب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کیا

دھرا ہے۔

بیٹا۔ اباجی میاں صاحب کا کچھ اور تعارف کرائیے۔

باپ۔ بیٹا، میاں جی بہادر کے رہنے والے تھے، دہلی میں تعلیم مکمل کی، اپنے استاد مولانا

عبدالحالی کی لڑکی سے شادی کر کے پوری زندگی دہلی ہی میں گزار دی، ساری زندگی

کا مشغلہ پڑھنا پڑھانا تھا، بخاری کئی سو مرتبہ پڑھائی، ان کے شاگرد کی تعداد بیسار تھی

پوری دنیا میں ان کے شاگرد پھیلے ہوئے تھے، کتاب و سنت کے شنیدار تھے،

جناہوں کو بے ہوشی کے عالم میں کئی کئی روز بڑے لقمہ سے دغا کہتے تھے۔ مرزا قادیانی

کا نکاح میاں جی صاحب نے پڑھایا تھا۔

بیٹا - خاتون کو دعا کہتے تھے؟

باپ - جی بیٹا - خاتون کو میاں صاحب دعا کہتے تھے، تمہیں تعجب کیوں ہے، ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں :

آخر ایام میں اکثر یہ جو اسی رستی کبھی دو روز کبھی تین روز تک ہوش نہ ہوتا، اس حالت میں تمام شب نہایت زور و شور و تعلق سے اس طرح دعا فرماتے کہ عالم صحت میں بھی اس طرح نہیں کہتے، اکثر سورہ جن کا دعا کہتے، فرماتے ہزاروں جن اُگئے ہیں اور دعا کہنے کو کہہ رہے ہیں، صبح کو فرماتے بس جاؤ اب طاقت نہیں ہے، لوگ پوچھتے آپ کس سے بات کر رہے تھے، فرماتے ہزاروں جن آئے ہوئے تھے دعا کہنے کو تنگ کئے ہوئے تھے۔

بیٹا - اباجی ان میاں صاحب کی کوئی کتاب معیار حق نام کی ہے؟

باپ - جی بیٹا، رد تقلید میں میاں صاحب کی بہت ہی معرکہ الآراء کتاب ہے، مقلدین کیلئے آسمانی بجلی۔

بیٹا - اباجی، اسی آسمانی بجلی میں یہ میاں صاحب لکھتے ہیں -

”امام ابو حنیفہ صاحب بہا ظ سنت کا بہت رکھتے تھے اور برخلاف سنت کے نہیں کرتے تھے۔“

باپ - بیٹا، میاں جی نے اس کتاب میں واقعی یہ لکھا ہے؟

بیٹا - جی اباجی، واقعہ لکھا ہے، یہ معیار حق کتاب میں دیکھ لیجئے، صوفی جن کے پاس وہ کتاب ہے، اور وہ اس جگہ کا بڑے غور سے مطالعہ کر رہے ہیں۔

باپ - بیٹا - یہ تو بڑا خطرناک انکشاف ہے، اس سے تو مذہب حنفی حق ثابت ہو جائیگا۔ اور امام ابو حنیفہ امام برحق ثابت ہوں گے۔

بیٹا - اباجی میاں صاحب نے وہ آسمانی بجلی کہیں - بے خیالی میں جماعتِ اہل حدیث پر تو نہیں گرا دی؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## تقلید کی چار قسم ہے (میاں صاحب کا ارشاد)

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی تقلید تو حرام ہے ؟

باپ - جی بیٹا، تقلید حرام اور شرک ہے، قرآن و حدیث میں کھلم کھلا اس کا بیان ہے، ہمارے علماء نے اس سلسلہ میں بڑی تحقیق فرمائی ہے۔

بیٹا - اباجی ہر قسم کی تقلید شرک ہے یا اس کی کوئی قسم جائز بھی ہے ؟

باپ - بیٹا، تقلید مطلقاً حرام ہے، اس کی کوئی قسم بھی جائز نہیں ہے، ہمارے سارے علماء کا یہی فیصلہ ہے۔

بیٹا - مگر اباجی وہ میاں صاحب جو ہمارے شیخ الکل فی الکل ہیں جو حالت بے حواسی میں جنات کو دعوٰیٰ کہا کرتے تھے۔ ان کی تحقیق تو کچھ اور ہے۔

باپ - وہ کیا ہے بیٹا، کیا میاں صاحب نے کچھ اور کہا ہے ؟

بیٹا - اباجی میاں صاحب اپنی آسمانی بجلی والی کتاب جس کا نام معیار حق ہے میں فرماتے ہیں:

تقلید کی چار قسم ہے۔ قسم اول واجب، قسم ثانی مباح، اور فرماتے ہیں کہ یہ

دوسری قسم تقلید مذہب معین کی ہے، قسم ثالث حرام و بدعت، اور یہ تیسری

قسم وہ ہے جبکہ کسی امام کی تقلید کو واجب کہا جائے، اور قسم رابع شرک ہے، تو

میاں صاحب کے نزدیک تقلید کی چار قسم ہے اس میں ایک واجب اور ایک مباح،

اور ایک حرام اور ایک شرک۔

باپ - بیٹا، میاں صاحب کا یہ فرمان ہم اہل توحید کیلئے تو بڑی پریشانی پیدا کرے گا۔

بیٹا - اباجی، میاں صاحب کی یہ تحقیق ہمارے لئے پریشانی کا باعث کیوں ہوگی ؟

باپ - بیٹا۔ ابھی تک ہم نے یہی شور مچایا تھا کہ مطلق تقلید حرام اور شرک ہے، اب

میاں صاحب نے تقلید کی چار قسم نکالی کہ ایک کو واجب بھی بتلا دیا، اور تقلید مذہب معین حکم کو مباح کہہ دیا، ہمارا تو سارا کھیل ہی بگڑ گیا، مباح اور واجب کو حرام بتلانا یہ خود بہت بڑا گناہ ہے، کوئی مقلد اگر پوچھ دے کہ مباح اور واجب کو ہم نے کیوں حرام اور شرک کہا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

بیٹا۔ اباجی، میاں صاحب نے جو تقلید کی چار قسم کی ہے، کسی کو واجب کہلے ہے، کسی کو مباح کسی کو حرام کسی کو شرک تو تقلید کی یہ تقسیم اور اس کا واجب، مباح اور حرام و شرک جو نا کسی حدیث سے ثابت ہے؟

باپ۔ بیٹا، میں جی نے ضرور کوئی حدیث یا قرآن کی آیت پیش کی ہوگی، وہ یوں ہی اڑانے والے مولانا نہیں ہیں۔

بیٹا۔ اباجی، میں نے ان کی کتاب کی سطر سطر پڑھ ڈالی ہے انھوں نے نہ تو تقلید کی چار قسم ہونے پر کوئی آیت یا حدیث پیش کی ہے اور نہ اس کے مباح اور واجب یا حرام اور شرک ہونے پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل قائم کی ہے، اباجی اپنی رائے سے کوئی بات کہنا یا کسی چیز کو واجب یا حرام بتلانا یہ تو دین میں حرام ہے۔

باپ۔ بیٹا دین میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنا ہمارے نزدیک حرام ہے، قطعاً جائز نہیں ہے۔

بیٹا۔ تو اباجی ہمارے شیخ النکل صاحب نے یہ حرام کام کیوں کیا؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

## میاں صاحب کے اجتہاد اور قرآن فہمی کی کرشمہ سازی

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی، میاں صاحب کی "آسمانی بجلی" آپ نے پڑھی ہے؟

باپ۔ "آسمانی بجلی" اس نام کی تو میاں صاحب کی کوئی کتاب نہیں ہے۔

بیٹا۔ آسمانی بجلی تو عرفی نام ہے اصل کتاب کا نام معیار حق ہے۔

باپ۔ معیار حق تو میاں صاحب کی بہت معرکہ الآراء کتاب ہے، ہماری جماعت کے علماء اس کا بار بار تکرار کرتے رہتے ہیں، ساری کتاب تحقیق کا اعلیٰ شاہکار ہے۔  
بیٹا۔ اباجی کتاب تو واقعی بڑی زوردار ہے، مگر میان جن حفظہ اللہ نے اس کا مطالعہ کیا تو بڑے کبیدہ خاطر ہوئے، اور میاں صاحب کے بارے میں ان کی رائے

اب پہلی والی باقی نہیں رہی۔

باپ۔ میان جن حفظہ اللہ تو بڑے سمجھدار آدمی ہیں اس کتاب کو پڑھ کر ان کو اشکال کیا پیدا ہوا؟

بیٹا۔ اباجی میاں صاحب نے اس کتاب میں اس پر بڑا زور لگایا ہے کہ قرآن کا سمجھنا اور اس سے مسائل کا اخراج کرنا اور شرعی مسائل کو قرآن سے سمجھنا کچھ مجتہدین کے ساتھ خاص نہیں ہے، نہ ہی صرف علماء ہی کی شان ہے، بلکہ جو بھی عربی کی شہدہ رکھے گا اس کیلئے قرآن کا سمجھنا آسان ہے، اسلئے کہ اللہ کا ارشاد ہے، وَلَقَدْ يَسُونَا الْقُرْآنَ لِذِكْرِهِ، اس پر جن حفظہ اللہ کو اشکال ہے کہ میاں صاحب نے قرآن کو جاہلوں کا تماشا بنا دیا ہے، اور ہر جاہل قرآن سمجھنے کا دعویٰ کرے گا۔

باپ۔ بیٹا یہ بات تو آج کل کے جاہل ہوا پرست اور نام کے مجتہدین کہتے ہیں، میاں صاحب جیسا فاضل اور قرآن و حدیث کا ماہر اس طرح کی بات نہیں کہہ سکتا، میاں جن حفظہ اللہ نے میاں صاحب کی بات ٹھیک سے نہیں سمجھی ہوگی۔

بیٹا۔ اباجی میں نے بھی اس مقام کا مطالعہ کیا ہے، جن حفظہ اللہ نے جو سمجھا ہے وہی میں نے بھی سمجھا ہے۔ دیکھئے میاں صاحب فرماتے ہیں۔ ”قرآن و حدیث ایسے مشکل نہیں ہیں کہ سوائے مجتہد مطلق کے کسی کو سمجھ میں نہ آویں بلکہ ایسے آسان ہیں کہ جس کو لغت عرب سے معرفت ہو خاص کر علماء، تو بخوبی بشرط قصد سمجھنے کے معنی قرآن اور حدیث سے واقف ہو جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ يَسُونَا الْقُرْآنَ لِذِكْرِهِ، فہل من مدکر۔



باپ - معلوم نہیں میاں صاحب نے یہ بات کسی جھوٹک میں کہہ دی ہے، ابن کویہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن نصیحت و عبرت کے لئے آسان ہے، نہ کہ اس سے مسائل کا اخراج بھی آسان ہے۔

بیٹا - اباجی میاں صاحب جب شیخ الکل فی الکل ہو کر کے قرآن کی ایک آیت ولقد آتینا کا مطلب صحیح نہیں سمجھ سکے تو صرف عربی میں شدید رکھنے والے کیا قرآن سمجھیں گے اور قرآن کے حقائق تک ان کی رسائی کیوں ہوگی۔

اباجی میاں صاحب نے یہ بات محض عوام کو ائمہ مجتہدین سے برگشتہ کرنے اور جوش غیر تقلیدیت میں کہی ہے کیا؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

### شیخ الکل کی شخصیت مختلف فیہ ہو گئی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی شیخ الکل فی الکل میاں صاحب کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے۔

باپ - کیا اختلاف ہوا بیٹا؟ وہ تو بالاتفاق شیخ الکل فی الکل تھے۔

بیٹا - اباجی شیخ کلہو حفظہ اللہ ان کو قرآن و حدیث کا بہت بڑا عالم کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مرتبہ اجتہاد پر تھے، اور شیخ جن حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ میاں صاحب کو کتاب و سنت میں قطعاً بصیرت نہیں تھی وہ سنت اور بدعت کے معنی اور مفہوم سے بھی ناواقف تھے۔

باپ - بیٹا شیخ جن نے میاں صاحب کے بارے میں اتنی بڑی بات اور اتنی سخت بات کیے کہہ دی، کل تک تو میاں صاحب زندہ باد کا نعرہ سب سے زیادہ دہی بلند کرتے تھے۔

بیٹا - ہاں ابابقی، مگر اب میاں صاحب کے بارے میں ان کی رائے بدل گئی ہے، میاں صاحب کی کتاب معیار حق کا آج کل شیخ جنم مطالعہ کر رہے ہیں، اس کتاب کے مطالعہ سے ہی شیخ جنم کی رائے میاں صاحب کے بارے میں بدل گئی ہے۔  
 باپ - شیخ جنم سے کچھ تم نے سنا ہے کہ وہ میاں صاحب کے بارے میں اس درجہ بدگمان کیوں ہوئے؟

بیٹا - میاں صاحب نے اپنی کتاب معیار حق میں یہ لکھا ہے کہ سنت صرف وہی عبادت ہوگی جس کا کرنا آنحضرتؐ سے ثابت ہو، اور جس قسم کی عبادتوں کا آپؐ سے ثبوت نہ ہو وہ بدعت ہوگی۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ رات بھر عبادت میں گزارتے تھے یا ایک رات میں پورا قرآن پڑھتے تھے یا پورے سال یا عمر بھر کا روزہ رکھتے تھے یہ سارے لوگ بدعتی تھے اور ان کی یہ عبادتیں بدعت تھیں، خلاف سنت تھیں، خلاف شریعت تھیں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں:

”اور دلیل بدعت ہونے کی اس عبادت کی یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھی اور نہ کبھی تمام شب جاگے۔“

ایسا ہی ختم کرنا سات دن سے ورے درست نہ رکھے اور آپؐ فرماتے کہ جو تین دن سے کم میں قرآن ختم کرتے وہ قرآن کو سمجھتا ہی نہیں، روزانہ روزہ رکھنے کو منع فرماتے اور موم داؤد کو بہترین روزہ فرماتے۔  
 پھر فرماتے ہیں:

پس اہل بعیرت اور صاحبانِ فطانت پر بسبب ملاحظہ ان احادیث مذکورہ بالا کے بدعت ہونا مواظبت تمام شب کے جاگنے کا نااہل ہے۔“

باپ - بیٹا۔ میاں صاحب کی یہ بات تو بہت خطرناک ہے، ان کی اس بات کی زندگی بڑے بڑے محدثین اور فقہاء ہی نہیں آئیں گے بلکہ صحابہ کرام بھی جو قرآن پڑھیں گے۔

امام بخاری بھی بدعتی قرار پائیں گے اس لئے کہ وہ بھی صائم الدھر تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک رات میں قرآن ختم کرنا مشہور ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک ہزار تسبیح پڑھ کر سوتے تھے، حضرت زین العابدین رات دن میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے، امام بخاری روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے، چالیس سال انھوں نے سالز سے روٹی نہیں کھائی، صاحب تحفۃ الاحوذی محدث مبارکپوری تحفہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام ثنائی و مسنان میں ساٹھ مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے، اور امام دکیع صائم الدھر تھے اور ہر رات ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

یہاں انھیں بزرگوں پر تو کتاب و سنت کی عمارت قائم ہے، میاں صاحب کے بیان کے مطابق یہ تمام ائمہ دین اور یہ تمام اولیائے امت بدعتی ہوں گے تو پھر اہل سنت کون باقی رہے گا۔

بیٹا - اباجی جب میاں صاحب کو بھی بابو و شیخ الکل فی الکل ہونے کے سنت و بدعت کا معنی معلوم نہیں تھا، تو پھر میاں صاحب یہ دعویٰ کیسے کرتے ہیں کہ جس کو عربی زبان کی شہد ہوگی وہ قرآن کو حدیث سمجھ لے گا؟ کیا قرآن، حدیث ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسا میاں صاحب نے سمجھا تھا۔

باپ - میاں صاحب کی یہ ساری باتیں بڑی خطرناک ہیں، اس کی بھنگ دوسروں کو نہ لگے، اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرنا۔

بیٹا - اباجی شیخ جن کا میاں صاحب سے بد کنابر حق ہے کیا؟  
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

محمد ابو بکر غازی پوری

پہنچتی قسط

## برطانیہ کا سفر

دو پہر کا کھانا بھائی ذریہ کے یہاں ہوا، آج مولانا حیات الرحمن صاحب منہجی سے ملنے کا پروگرام تھا، مولانا بیسویں سال سے لندن میں مقیم ہیں، مولانا سے خطوطا کے ذریعہ سے ملاقات ہو کر قیامی، نہیں نے کبھی ان کو دیکھا تھا اور نہ انھوں نے مجھے دیکھا تھا۔ ایک دوسرے سے غائبانہ واقفیت تھی، میری کتابیں پڑھ چکے تھے، زمزم پابندی سے ان کے نام جاتا ہے اور وہ اس کا پابندی سے مطالعہ کرتے ہیں، کبھی کبھی بزرگانہ مشورہ سے بھی نوازتے رہتے ہیں، ان سے ملاقات کرنا میرے پروگرام میں شامل تھا، فون سے وقت لے لیا گیا تھا، مولوی اسماعیل کے گھر سے ان کا گھر دور نہیں تھا، ہم لوگ شام کو ساڑھے چار بجے حسب پروگرام ان سے ملنے گئے، مولانا جس جگہ رہتے ہیں اس کا نام ( FINSBURY PARK ) ہے، مولانا بزرگانہ شفقتوں سے ملے، محبت کا معاملہ فرمایا، کہنے لگے کہ میں تو آپ کی تحریروں کو پڑھ کر یہ سمجھا تھا کہ آپ جوان ہوں گے مگر آپ تو ہم سے بوڑھے نظر آ رہے ہیں، پھر فرمایا کہ میں عام طور پر جلے جلوسوں میں شرکت کا دعویٰ نہیں ہوں، مگر میں آپ کی تقریر سننا چاہتا ہوں، میں نے اپنی تقریر کا پروگرام بتلایا تو کہنے لگے کل کے بعد جس جگہ آپ کو تقریر کرنی ہے وہ میرے گھر سے قریب ہے میں وہیں آپ کی تقریر سنوں گا۔ چنانچہ حسب وعدہ مولانا تشریف لائے، میری تقریر سنی تو بہت

خوش ہوئے، اور کہا کہ مجھ سے تو لوگوں نے کہا تھا کہ مولانا غازی پوری لندن آئیں تو یہاں بڑا انتشار ہوگا، مگر آپ کی تقریر تو بہت سلیبی ہوئی اور سنجیدہ ہوتی ہے، بہت سی باتیں مجھے بھی نئی معلوم ہوئیں، سنت کی جو آپ نے تشریح کی ہے وہ پہلی دفعہ میں نے سنی ہے، پھر انھوں نے خود ہی کہا کہ آپ کا پروگرام فلاں اور فلاں جگہ بھی ہونا چاہئے، برمنگھم کے بارے میں پوچھا کہ وہاں کا پروگرام ہے کہ نہیں، مولوی اسماعیل نے بتلایا کہ وہاں کا پروگرام اب تک نہیں بن سکا ہے، تو مولانا نے کہا کہ برمنگھم میں پروگرام ہونا ضروری ہے وہاں غیر مقلدین بڑی تعداد میں ہیں، ان کا وہاں مرکز بھی ہے۔ چنانچہ برمنگھم کا پروگرام مولانا ہی بنوایا اور دو ایک جگہ اور بھی ان کے مشورہ سے پروگرام ہوا، مولانا حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔

۱۔ حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں، جو خرابی صحت کی وجہ سے عرصہ سے لندن میں مقیم ہیں، کسی زمانہ میں کھنڈتہ شائع ہونے والا الفرقان ان کے قلم کی جلاں نگاہ تھا، ان کا ادارہ بڑا زوردار ہوتا تھا، مجھے چنانچہ اہل قلم کی تحریر متاثر کر سکی ان میں ایک مولانا عتیق صاحب بھی ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، بڑے مستعین قسم کے انسان ہیں، مگر بہت بے تکلف سادہ مزاج، خرابی صحت کے باوجود اب بھی لکھنے پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں، میرے بارے میں ان کا تاثر یہ ہے کہ میرا قلم غیر مقلدوں کے بارے میں بڑا تیز ہوتا ہے، مجھے کئی مرتبہ مشورہ دے چکے ہیں کہ تم اپنے قلم کی شدت کو کم کرو، ایک دفعہ میں نے عاجز آکر انکو لکھا کہ مولانا میں عقیدۂ غیر مقلدین کو گمراہ سمجھتا ہوں، اور چونکہ وہ صحابہ کرام، ائمہ دین، فقہاء کرام اور اہل غلام کے بارے میں بڑے گستاخ واقع ہوئے ہیں اس وجہ سے میرا قلم ان کے بارے میں کسی قسم کی رد و اداری برتنے کو تیار نہیں ہے، غالباً میری بات مولانا کو پسند نہیں آئی اس کے بعد سے مولانا دامت برکاتہم کا خط آنا بند ہو گیا ہے، چونکہ مجھے طبیباً مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت رہی ہے اور آج بھی انکی عظمت و محبت کے اپنے دل کی دنیا آباد پاتا ہوں اس وجہ سے مجھے مولانا عتیق صاحب سے بھی بڑی محبت ہے اور انکی قدر بہت زیادہ ہے، ایک زمانہ میں انکی معرکہ الآراء مکتوبریں بڑا لطف دیا کرتی تھیں، آج کل کم لکھتے ہیں مگر جو لکھتے ہیں اس کا حق یاد کرتے ہیں، لندن کی فضا اگر فکر و نظر میں کچھ تبدیلی کر دے تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔

اور مطمئن تھے، ایک دفعہ کہا کہ آپ کے تحریر اور تقریر کے لب و لہجہ میں بڑا فرق ہے، ان کا مطلب یہ تھا کہ تقریر کا لب و لہجہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور تحریر میں شدت ہوتی ہے۔

مولانا کے یہاں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ مولانا اندر تشریف لے گئے اور بڑی قطعیت کی ایک ضخیم کتاب کا نوٹو کا پی لے کر آئے اور کہا کہ یہ کتاب ایک پاکر تانی غیر مقلد نے تبلیغی جماعت کے خلاف لکھی ہے اور اس کا مائٹریٹ کے ذریعے پورے عالم اسلام میں پھیلا دیا جا رہا ہے، کل ہی مجھے ایک صاحب دے گئے، یہی کہ اس کا جواب دوں، یہ کام میرے بس کا نہیں۔ اللہ نے آپ کو بھیج دیا ہے، آپ اس کو لیجائیں، اور اس کو پڑھ کر لندن میں جہاں تقریر کریں اس کو سامنے رکھیں۔

میں نے کتاب دیکھی توجہ البتہ کا پشتارہ نظر آئی، مصنف جاہل اور فقہ انگیز نظر آیا کتاب کیا ہے بگڑی ہوئی عقل کا کباڑ خانہ ہے، مسند اس قدر جاہل بد ذوق اور اردو و فارسی کے اشعار کے معانی و مفہام کے ادراک سے کوتاہ ہے کہ اس کو مندرجہ ذیل اشعار میں کفر و شرک نظر آیا، "تبلیغی نصاب اور شرکیہ و کفریہ" اشعار کے عنوان کے تحت ایک شعر تبلیغی نصاب کے یہ نقل کیا ہے۔

ہست رب الناس را با جان ناس      اتصال بے کیف و بے قیاس  
وہ انسان کس قدر جاہل ہو گا جو اللہ کے تعلق کو بندہ کے ساتھ شرک و کفر قرار دے  
گویا وہ ان اللہ ما مع الصکابرین جیسی آیتوں کے معنی و مفہوم سے بھی جاہل ہے۔  
سب سے ربط آشنائی ہے اسے      دل میں ہر ایک کی رسائی ہے اسے  
یہ شعر بھی اس جاہل کے نزدیک کفر و شرک ہے۔

خیالک فی حلیہ و ذکرک فی فی      و متوالک فی قلبی و نایب تغیب  
یہ شعر بھی کفر و شرک سے اس جاہل کے نزدیک بھرا ہوا ہے۔

اور یہ شعر بھی کفریہ و شرکیہ ہے۔

فلک پہ عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سی      زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار

اور یہ شعر بھی

میان عاشق و معشوق رمزے است کراٹا کا تبین و اہم خبر نیست  
جب کسی کی جہالت انتہا کو پہنچ جائے اور اس کی عقل بالکل ماؤت ہو اور عقیدہ  
بگڑا ہو اور اسلاف و اکابر سے اس کو سوئے زن ہو تو اس کی زبان و قلم سے گندگیوں  
کی کیا کچھ ریزش ہوگی، نہیں کہا جاسکتا، یہ پوری کتاب اسی قسم کی گندگیوں اور جہالتوں  
کا مجموعہ ہے۔

میں نے اس کتاب کے بعض مضامین سے لوگوں کو واقف کرایا اور جلسوں میں مصنف  
کی جہالتوں کو بیان کیا، اور کتاب میں جو گرامریاں ہیں اس کو ظاہر کیا، الحمد للہ اس سے  
فائدہ ہوا۔

ابنہ اس پر مجھے آج بھی تعجب ہے کہ تبلیغی جماعت کے خلاف اتنی منظم شکل میں ہم  
چلائی جا رہی ہے اور جماعت کے اکابر کانوں میں انگلیاں ڈالے پڑے ہیں، اور انکو ہر طرف  
خیریت ہی نظر آتی ہے۔ چلہ لگانا ہی دین کا سب سے اہم فریضہ بنا ہوا ہے، شعور و احسا  
ہی نہیں غیرت و حمیت کے بھی فقدان کی یہ علامت ہے۔

مولانا عتیق الرحمن صاحب سے ملاقات بڑی تفصیلی اور دلچسپ رہی، ان کے  
یہاں سے اٹھ کر ہم لوگ عصر کی نماز کے لئے (UPTON PARK) کی مسجد آگئے  
جہاں مجھے آج بعد عصر تقریر کرنی تھی، آج کی تقریر میں بطور خاص ان اعتراضات کو  
موضوع بحث بنایا گیا تھا جن کو تبلیغی جماعت کے خلاف غیر مقلدین اُچھالا کرتے ہیں  
اور عوام کو اس جماعت سے برگشتہ کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں، میری باتوں کو لوگوں  
نے توجہ سے سنا اور ان کے اشکالات دوہر ہوئے، تقریر سے فراغت کے بعد اسی  
مسجد میں مغرب کی نماز پڑھ کر مولوی اسماعیل سید کے گھر واپس آگئے اور رات  
کے کھانا سے فارغ ہوئے۔

ابھی کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ کچھ پاکستانی نوجوانوں کا فون آیا،

یہ لوگ یہاں ختم نبوت پر کام کر رہے ہیں، ختم نبوت کے سلسلہ میں قادیانیوں کی بے عقیدگیوں کا یہ لوگ بھرپور تعاقب کرتے ہیں اور دنیا کے مسلمانوں کو انٹرنیٹ کے ذریعہ قادیانیوں کی اسلام مخالف سازشوں اور ان کے عقائد سے واقف کراتے ہیں، وہ میرے ساتھ سوال و جواب کی ایک مجلس منعقد کرنا چاہتے تھے جس کو وہ انٹرنیٹ پر لانا چاہتے تھے، میں نے اپنے پروگرام کو دیکھتے ہوئے ایک ہفتہ کے بعد کا وقت دیا، افسوس یہ وقت ان کیلئے خالی نہیں تھا اس وجہ سے یہ پروگرام نہ ہو سکا، اس وقت ساؤتھ افریقہ سے میرے عزیز شاگرد مولوی مفتی سعید متارا کا فون آیا جو میری خیریت اور یہاں کے پروگراموں کی تفصیلات معلوم کر رہے تھے، فون پر ان سے دیر تک بات ہوتی رہی میرے لندن آمد کی اطلاع مولوی سعید سلمہ کو مولوی یوسف بھولانے امریکہ سے دی گئی۔

۲۳ جولائی۔ آج صبح کوئی خاص پروگرام نہیں تھا، اس وجہ سے میں نے مولوی اسماعیل سلمہ سے کہا کہ آج میں پیدل گھوم پھر کر لندن دیکھوں گا، کار سے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا، چنانچہ اپنے ساتھ میں نے قاری یوسف کو ساتھ لیا اور بس کا ٹکٹ خریدا، دو آدمیوں کا ٹکٹ چار پونڈ میں ملا، چار پونڈ کا یہ ٹکٹ ہر بس کیلئے کام دیتا، جس بس پر چاہو سوار ہو کر لندن شہر میں جس جگہ چاہو جاؤ، بس آرام دہ ہوتی ہے، مسافر بھی کم ہوتے ہیں، شورو شرابا بھی نہیں ہوتا ہے، پہلے ہم لندن برج گئے جو یہاں کی مشہور ندی ..... پر بنا ہوا ہے، ندی میں لوگ اسٹیمر ناکشتیوں میں جو بہت تیز چلتی ہے بیٹھ کر ندی کا لطف لے رہے تھے۔ پل کے آس پاس کا منظر بہت خوبصورت ہے، پھر ہم لوگ پل کے نیچے ندی کے کنارے بنے پلیٹ فارم پر آ گئے، یہاں سیکڑوں بلکہ ہزاروں کا مجمع ہر وقت لگا رہتا ہے، اور ہر طرح کے لوگ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ امیر و غریب اور ہاتھ پھیلا کر پیسے مانگنے والے، کہتوں اور تماشا دکھا دکھا کر روزی کمانے والے اپنے کو کارٹونوں میں ڈھالے ہوئے ایسے انگریز بھی نظر آتے جنہیں دیکھ کر ہنسی آتی ہے، ندی کے پاس ایک گول چوک ہے جس کے بارے میں لوگوں نے



بتلایا کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا گول چکر ہے، اس گول چکر میں شیشہ کا کشش نما بند کر دیا ہے، جس میں بیک وقت ۲۰/۲۵ آدمی سما سکتے ہیں، یہ موٹے موٹے تاروں پر بجلی کے ذریعہ پیچھے سے اوپر جاتا ہے، اوپر اتنی بلندی تک جاتا ہے جہاں سے پورا لندن نظر آتا ہے، اس کی رفتار بہت آہستہ ہوتی ہے، جب چکر پورا ہو جاتا ہے تو لوگ باہر آ جاتے ہیں اور دوسرے سوار ہوتے ہیں۔

یہ بڑی دلچسپ چیز ہے جس کا تعلق دیکھنے ہی سے ہے، قاری یوسف نے مجھے کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم لوگ بھی ٹکٹ خرید کر اس کا مزالے لیں، میں نے کہا پہلا اس کے ٹکٹ کا دام معلوم کر دو، انھوں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ایک آدمی کا ٹکٹ ساڑھے گیارہ پونڈ تھا، یعنی ہندوستانی سکے سے آٹھ سو کے لگ بھگ، دو آدمی کا تقریباً سولہ سو، آدھ یا ایک گھنٹہ کی اس تفریح کیلئے سولہ سو روپے خرچ کرنا کہاں کی عقلندی ہوگی، مولوی یوسف کے اصرار کے باوجود میں اس تفریح کے لئے راضی نہیں ہوا، اسی جگہ ایک گلاس کافی پونے دو پونڈ کی پی گئی تھی، مولوی یوسف نے دو گلاس کافی خریدی ایک اپنے لئے اور ایک میرے لئے میں نے پوچھا دو گلاس کتنے میں ملا، کہا ساڑھے تین پونڈ کی، میرا دماغ اڑ گیا، کافی جیسی بد مزہ چیز کے دو گلاس کے لئے ساڑھے تین پونڈ خرچ کرنا میرے نزدیک انتہائی درجہ کی حماقت ہے۔ قاری یوسف بیچارے چاہے رہے تھے کہ تفریح میں میری کچھ فیاضت کریں ان کو یہ بھی احساس تھا کہ میں تھک گیا ہوں، اس لئے انھوں نے یہ کافی خریدی تھی، کافی اور کو کو لاپی کر میری طبیعت ہمیشہ بد مزہ ہو جاتی ہے۔

پھر ہم لوگ بس ہی سے چل کر کچھ دور پارلیمنٹ ہاؤس کی عمارت پہنچے یہ عمارت بہت قدیم ہے اور اپنی ساخت کے اعتبار سے ایک عجوبہ ہے، پارلیمنٹ کے صدر گھٹ پر دو سٹری اپنے خاص لباس میں اس طرح کھڑے رہتے ہیں جیسے کوئی نصیب مند انسان مجسمہ ہو، ان کے بدن میں ذرا حرکت نہیں ہوتی ہے، گھٹنوں وہ اسی طرح اپنی ڈیوٹی انجام

دیتے ہیں، آنکھ کی پتلیاں تک نہیں ملتی ہیں، پارلیمنٹ ہاؤس ہی کے قریب ملکہ پولیس ہے، ہم اس کو بھی دیکھنے گئے وہاں کے صدر دروازہ پر بھی ایک عورت اسی طرح کھڑی نظر آئی، اب ہم چلتے چلتے تھک چکے تھے، ہم نے مولوی اسماعیل سلمہ کے گھر جانے کا فیصلہ کیا ہے، جہاں ہم تھے وہاں سے وکٹوریہ ریلوے اسٹیشن قریب ہی تھا، پیدل ہی ہم وہ گئے، یہاں سے ہر جگہ کے لئے بیس ملٹی رہتی ہیں، ہم نے اپنی بس پکڑ لی اور کئی گھنٹوں کا تفریح کے بعد اپنے مستقر پہنچ گئے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر سو گئے، اس تفریح نے بہت تھکا دیا تھا اس لئے فوراً سو گئے اور عصر تک سوتے رہے۔

آج مجھے مولوی اسماعیل سلمہ کے گھر سے قریب ایک مسجد جس کا نام مسجد قبا ہے اس میں عصر بعد تقریر کرنی تھی، مولانا عتیق الرحمن سنہلی صاحب بھی اسی مسجد میں میری تقریر سننے آئے تھے، میری تقریر سن کر میرے بارے میں ان کا خیال بدل گیا، ان سے کسی نے کہہ دیا تھا کہ مولانا غازی پوری کی تقریر سے یہاں کی فضا خراب ہوگی، میری تقریر سننے کے بعد دو ایک پروگرام خود ان کے مشورہ سے ہوا، یہاں سے بعد مغرب واپسی ہوئی، تھوڑی دیر تک ملنے والے آتے رہے، عشاء کا کھانا کھا کر آج میں جلدی ہی سو گیا۔

## صور تنطق (عربی)

بقلم: محمد ابوبکر غازی پوری

غیر مقلدیت کا مذہب و عقیدہ جاننے کے لئے ایک معتبر دستاویز،  
غیر مقلدین علماء کی کتابوں سے ہر حوالہ کا فوٹو، زبان - عربی

صفحات - ۳۲۵ / قیمت ۲۰۰ روپے

ملنے کا پتہ:- مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ، غازی پور، یوپی

مجلہ ۱۰۱  
مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

## دنیا عجیب ڈھنگ سے تو نے خدا بنائی

تیرا جلوہ ہر جگہ ہے تیری شان کبریا ئی      تو نے فلک بنایا تو نے زمیں بنائی  
دنیا عجیب ڈھنگ سے تو نے خدا بنائی  
کبھی بدلیوں کا آنا کبھی ان کا روٹھ جانا      کہیں گل کی حکمرانی کہیں خار کی خدائی  
دنیا عجیب  
کہیں خشک پتہ پتہ کہیں مینہ خوب برسا      کہیں موسم خزاں تو کہیں ہے بہار آئی  
دنیا عجیب  
کہیں جنگلوں کی دنیا کہیں بہ رہا ہے دریا      کہیں پر بتوں کی چون کہیں اک ہی ہے رائی  
دنیا عجیب  
کہیں برق و باد و طوفان کہیں شور و جھج دریا      کہیں رات کا ہے آنا کہیں صبح مسکرائی  
دنیا عجیب  
کہیں کھیل سا غروں سے کہیں دیر سج رہا ہے      کہیں لب پہ مسکراہٹ کہیں آنکھ ڈبڈبائی  
دنیا عجیب  
کہیں تپ رہا ہے محراب سورج کی گرمیوں سے      کہیں گستاخیں دیکھا کون ہے چھپائی  
دنیا عجیب

یہ پیر پھول پودے یہ نکت ہیں بوٹے تیری ذات کے کرشمے تیری شانِ دلربائی

دنیا عجیب ڈھنگ سے تو نے خدا بنائی

ہر شاخ گلِ خدا یا تسبیحِ خواں ہے تیری تو نے جن میں مولا شبنم کی تہ بچھائی

دنیا عجیب . . . . .

ہر پھول ہر گلی میں ہر شاخ کی خمی میں ظلمت میں روشنی میں تیری شانِ خود نماں

دنیا عجیب . . . . .

کوئی دین سے پھرا ہے، کوئی مرد باصفا ہے کہیں طاقتوں کی دنیا کہیں ہے شکستہ پائی

دنیا عجیب . . . . .

فرشِ زمیں کے نیچے عرشِ بریں کے اوپر تیرا ہر جگہ کرشمہ تیری ہر جگہ خدائی

دنیا عجیب . . . . .

#### ۵۔ کا بقیہ :-

اور کرنا بھی ایک عبادت ہے، عبادت کو شہرت کا ذریعہ بنا نا حرام ہے۔

رمضان مبارک میں ایک مبارک رات لیلۃ القدر کی ہے، قرآن پڑھتا ہے

کہ یہ عام دنوں کی ایک ہزار رات سے بہتر ہے، یعنی عام دنوں کی ایک ہزار راتوں میں

جو عبادت کی جائے اس سے زیادہ ثواب اس رات کو عبادت کرنے کا ہے۔ آپ کے

ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے عشرہ اخیر کی طاق راتوں میں سے کسی

ایک رات میں ہوتی ہے، اس لئے رمضان کے عشرہ اخیر کی طاق راتوں میں بہت اہتمام سے

راتوں کو بجا گئے اور عبادات میں گزارنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی برکات سے زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے اور

ہمارے گناہوں کو اپنے فضل و کرم اور اس ماہ مبارک کی برکات کے طفیل معاف فرمائے۔

سے شائع ہونے والا مقامی  
دینی و علمی مجلہ

نہضتِ مسلم

شمارہ ۳۳

۱۴۲۵ھ

ذی قعدہ، ذی الحجہ

جلد ۷

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمّد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ \_\_\_\_\_ روپے  
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک کے دس ڈالر امریکی

پست

مکتبہ اشتریہ قاسمی نزل سید وارہ غازی پوری

فون نمبر ۰۵۲۸۴۲۲۱۷۵۷

پین کوڈ - ۲۳۳۰۰۱

## فہرست مضامین

۲	مدیر	ادارہ کی
۶	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۰	محمد ابو بکر غازی پوری	ترک رفع یدین کی ایک حدیث کے بارے میں { ایک سوال کا جواب
۲۴	" "	کیا مرد اور عورت کی نماز یکساں ہے؟
۳۶	مولانا نور الدین نور اللہ اعظمی	{ مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کتاب "رسول اکرم کی نماز" پر ایک نظر
۴۵	محمد ابو بکر غازی پوری	{ غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں صاحب کے کچھ قابل غور ارشادات
۵۲	علامہ شیرازی	نخار سلفیت
۵۹	محمد ابو بکر غازی پوری	برطانیہ کا سفر
۶۴	رمشید الوحیدی ڈاکٹر منگر، نئی دہلی	دوماہی "ذہنہم" غازی پور

کتبہ

شمس الحسن ملک کوٹاری

# مکمل مفتاح



۲۔ نومبر کو امریکہ میں صدارتی الکشن ہو گیا ، اور جیسا کہ امید تھی بش پھر الکشن جیت گیا ، اس کا باپ دوبارہ نہیں صدر نہیں بن سکتا مگر بیٹا دوبارہ امریکہ کا صدر بن گیا اس کا الکشن میں جیت جانا توقع کے خلاف نہیں ہے ، بلکہ مجھے اس کے الکشن جیت جانے کا یقین تھا ، اور اس یقین کی وجہ یہ تھی کہ امریکہ میں ہرنے اور جانے کا فیصلہ یہودیوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے ، اور بش نے ہر وہ کام کیا جس سے یہودی خوش رہے ، اپنے چار سالہ دور اقتدار میں اس نے اسرائیل کے ہر اقدام کی واہ دائی کی ، اور فلسطینیوں پر اس کے ہر ظلم کو جائز قرار دیا ، یہودی مسلمان اور اسلام کے اذلی اور سب سے بڑے دشمن ہیں۔ بش نے پورے عالم اسلام پر ایک طرح سے قبضہ کر رکھا ہے ، ساری اسلامی دنیا کو اس نے ذیل بنا دیا ہے ، اور اپنی طاقت کا سکھ اس نے ہر مسلمان حکومت پر جمار کھا ہے ، اور یہ ساری باتیں وہ ہیں جن سے یہودیوں کو خوشی ہوئی ہے ، اس لئے امریکہ کے صدارتی انتخاب میں یہودیوں نے اپنی ساری طاقت بش کے پیلہ میں ڈال دی ، امریکہ میں میڈیا پر صرف یہودیوں کا قبضہ ہے ، وہ جس طرح کی چاہیں خبریں شائع کریں ، جس کو چاہیں پڑھا دیں اور جس کو چاہیں گرا دیں ، میڈیا کی طاقت بش کے ساتھ تھی اور بش الکشن جیت کر فرعونیت کے تخت پر پھر بیٹھ گیا ہے۔ اور جیسی امید کی جا رہی تھی کہ اگر بش الکشن جیتا تو عالم اسلام پر پہلے سے زیادہ مصیبت ٹوٹے گی اور متعدد مسلمان حکومتیں بش کے نشانے پر ہوں گی چنانچہ توقع کے مطابق بش نے آتے ہی اعلان کر دیا کہ وہ یہودی دنیا سے دہشت گردی کو ختم کرے گا۔

اور اس کے نزدیک دہشت گردی کا مفہوم یہ ہے کہ جو حکومت امریکہ کی غلامی کا پیڑ  
اپنے گردن میں نہ ڈالے وہ دہشت گرد ہے اور دہشت گردوں کو پتاہ دینے والی ہے  
اس لئے امریکی صدر کو حق ہے کہ اس پر بم برسا کر اس کا وجود مٹا دے، ابھی تو الکشن ختم  
ہوا ہے، ایک مہینہ بھی نہیں گزرا ہے کہ عراق میں بے تحاشا امریکہ بم باری کر رہا ہے،  
بچے مر رہے ہیں، یتیم ہو رہے ہیں عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں اور ان کی لاشیں سڑکوں پر  
ہیں، بوڑھے بے سہارا ہو رہے ہیں، اور مرنے والے کا جنازہ پڑھنا بھی دشوار ہو رہا ہے  
بستیاں کی بستیاں تباہ ہو رہی ہیں، مگر امریکہ کے اس ظلم و ستم پر دنیا خاموش ہے، اقوام  
متمدنہ خاموش ہے، مسلم سربراہوں میں ہمت نہیں کہ وہ امریکہ کے خلاف ایک لفظ بولیں،  
ان کی خاموشی سے بش کا حوصلہ اور بڑھتا ہے، امریکی فوج کی درندگیت میں اور اضافہ ہوتا  
ہے۔ اور عراق میں امریکی بموں کی بارش رکنے کا نام نہیں لیتی۔

امریکہ کے دباؤ میں آ کر عرب دنیا میں مدارس اور اسکولوں کا نصاب تبدیل کر دیا  
گیا ہے، یہودیوں، عیسائیوں سے متعلق احادیث اور آیات نصابی کتابوں سے نکال دی  
گئی ہیں۔ جہاد کے سلسلہ کی ہر آیت کو ان کتابوں سے کھرج دیا گیا ہے، اور اب انوار مدنیہ  
لاہور نے مولانا فضل الرحمن صاحب کے حوالہ سے یہ اطلاع دی ہے کہ امریکہ کا ایک خفیہ  
 وفد سعودیہ کا دورہ کر رہا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ سعودیہ قرآن کی اشاعت پر پابندی  
لگائے اور اگر قرآن کی اشاعت ہو تو اس میں سے یہود، نصاریٰ اور جہاد سے متعلق تمام  
آیتوں کو نکال دیا جائے۔

امریکہ کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا ہے، اگر یہ بات صحیح ہے، اور صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ  
نہیں کہ پاکستان کے ایک بہت ذمہ دار آدمی کی بات ہے، تو اب دیکھنا یہ ہے کہ سعودی گورنمنٹ  
کیا کرتی ہے، جس طرح نصابی کتابوں کے بارے میں اس نے امریکہ کے سامنے اپنی  
گردن جھکا دی ہے اسی طرح اب وہ قرآن کیساتھ بھی یہی معاملہ کرے گی، اور سعودیہ گورنمنٹ  
میں قرآن کی اشاعت بند ہو جائیگی یا ناقص اشاعت ہوگی۔



اللہ ہماری حالت پر رحم فرمائے، اس وقت عالم اسلام بڑی سخت آزمائش سے گذر رہا ہے، مسلمانوں کے لئے بڑے صبر و ضبط کا موقع ہے اگر ہم نے اجتماعی طریقہ پر اپنی گناہوں سے اور خدا کے ناراض کرنے والے کاموں سے رجوع کرنے کی حکمت عملی نہیں بنائی اور خدا ہی سے نصرت و اعانت کے خواہاں نہ ہوئے تو پھر ہمارا حشر کیا ہوگا اس کا علم عالم الغیب ہی کو ہے۔

زمزم کے خریداروں سے بار بار گزارش کی گئی ہے کہ وہ سال رواں کا زمزم کا ذرا اشتراک بھیج دیں، مگر چند کے سوا کسی نے اس پر کان نہیں دھرا، خطوط کے ذریعہ بھی انکو یاد دلایا گیا، مگر اس کا بھی اثر نہیں، جواب تک دینے کی لوگوں نے زحمت گوارا نہیں کی۔

زمزم کے پاس نہ سرمایہ ہے اور نہ چندہ سے چلنے والا ادارہ، زمزم کی گاڑی کس طرح چل رہی ہے اس کو بار بار کیسے بتایا جائے عرض کیا جا چکا ہے کہ زمزم مسلسل مالی بحران میں مبتلا ہے۔ بہت سے شائقین زمزم کے جاری رہنے کا اصرار بھی کرتے ہیں، بہت سے لوگ زمزم کے فورڈ بھی گنوا تے ہیں، یہ سب اپنی جگہ درست مگر بلا تعاون کے کام کیسے چلے گا۔

یہ خود زمزم کے قارئین کے سوچنے کی بات ہے، جن لوگوں کے دو دو تین تین سال کے چندے باقی ہیں ان کی تعداد تقریباً دو سو ہے، بار بار یاد دہانی کے بعد بھی جب ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو مجبوراً ان دو سو پتوں پر زمزم بند کر دیا گیا ہے۔ جن حضرات کے نام زمزم نہ پہنچے وہ سمجھ لیں کہ ان کے نام زمزم جا نا بند ہے۔

قارئین زمزم سے گزارش ہے کہ زمزم کا نیا خریداری نمبر نوٹ کر لیں اور خلاہ کو آہستہ اور پیسے بھیجتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

محمد ابوبکر غازی پوری

## نبوی ہدایات

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹ کو اور اس پر عمل کرنے کو اور جہالت کے کام کو نہ چھوڑے اللہ کو ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑے۔ (بخاری)

یہ اصل ہدایت روزہ دار کو ہے، روزہ رکھنا صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑ دے، بلکہ روزہ دار کو جھوٹ بولنے اور جھوٹ بات پر عمل کرنے اور جہالت کے ہر کام سے بچنا ضروری ہے، جبھی روزہ کا فائدہ اور ثواب اسے حاصل ہوگا، روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور جھوٹی بات پر عمل کرنا اور جہالت کا کام کرنا، لڑنا جھگڑنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، فتنہ فساد کی بات کرنا اس سے روزہ کا فائدہ ظاہر نہیں ہوگا، روزہ کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی میں تقویٰ اور نیکی پیدا ہو، اور یہ فائدہ اسی وقت ظاہر ہوگا جب روزہ رکھنے والا گناہ کے کاموں سے بچنے کی پوری کوشش کرے، بندہ جب خود بھی کوشش کرے گا، تو اللہ کی طرف سے بھی اسے کار خیر کی توفیق ہوگی۔ اور قلب کی پاکیزگی اور تقویٰ اسے حاصل ہوگا۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ کے یہاں لوگوں میں سے سب سے برا تم اس کو پاؤ گے جو دنیا میں

کسی کے پاس ایک چہرہ لے کر جاتا تھا اور کسی کے پاس ایک دوسرا چہرہ لے کر جاتا تھا۔  
(بخاری)

یعنی جب ایک آدمی کے پاس جاتا تھا تو اس سے اس کے مطلب کی بات کہتا تھا اور جب دوسرے کے پاس جاتا تھا تو اس سے اس کے مطلب کی بات کہتا تھا، ایسے شخص کو ذوالوجہین کہا جاتا ہے، یعنی دو چہروں والا، یہ صفت منافق کی ہوتی ہے کہ اسے حق بات اور صحیح بات اور غیر اور بھلائی کی بات کہنے سے مطلب نہیں ہوتا ہے وہ لوگوں کو دیکھ کر وہ بات کہتا ہے جس سے وہ شخص خوش ہو، خواہ وہ بات حق ہو یا باحق خیر کی ہو یا شر کی، یہ وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کے درمیان عداوت اور دشمنی پیدا کرتا ہے، اور لڑائی جھگڑا کا بیج بوتا ہے، یہ شخص قیامت کے روز بدترین شخص ہوگا۔

(۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دوسرے کی تعریف مبالغہ سے کرتے ہوئے سنا، تو آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کو ہلاک کر دیا۔ (بخاری)

کسی کی تعریف اس کے منہ پر کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے، اور تعریف میں مبالغہ کرنا اور حد سے زیادہ بڑھ جانا تو بہت بُرا عیب ہے، اس کا عام طور پر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس کی تعریف ہوتی ہے وہ خود سرمنگیا اور تعریف پسند بن جاتا ہے، وہ دوسروں سے بھی اپنی تعریف سننا ہی پسند کرتا ہے، اور اس کی نگاہ اپنے محبوب پر نہیں ہوتی ہے، وہ دوسروں کا نکتہ چیں ہوتا ہے، اسے خود اپنا عیب نظر نہیں آتا۔ جب آدمی میں کسی کی تعریف کے نتیجے میں یہ اخلاقی بیماریاں پیدا ہو جائیں تو ایک طرح کی یہ اس کی دینی موت ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روحانی معلم اور معالج تھے۔ آپؐ نے اسی کو فرمایا کہ یہ تم نے اس کی تعریف پسند کی ہے بلکہ اس کی ہلاکت و بربادی کا تم باعث ہو رہے ہو۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ تعریف میں وہی مبالغہ کرتا ہے جس میں چاپلوسی کا مرض

ہوتا ہے، اور چاہوں انسان تعریف کرنے والے کے لئے مخلص نہیں ہوتا، اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی کی تعریف کرنا چاہیے تو اس کی بیٹھتی جیسے تعریف کرو، مگر مبالغہ سے کام لینا یہاں بھی ممنوع ہے۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول کو انہوں نے یہ کہتے سنا کہ امت کے سارے لوگ معاف کر دیئے جائیں گے مگر وہ لوگ نہیں معاف کئے جائیں گے جو گناہوں کا اعلان کئے پھرتے ہیں اور گناہوں کا اعلان یہ ہے کہ رات میں انسان کوئی ناپسندیدہ عمل کرے اور اللہ نے اس کام کو لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ کر رکھا تھا اور شیخ شخص صبح ہو تو اعلان کرے کہ میں نے رات فلاں کام کیا تھا۔ (بخاری) گناہ کرنا یہ خود بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے، اور انتہائی بے شرمی و بے حیائی اور ملعونیت کی بات یہ ہے کہ آدمی گناہ کر کے اس کا اعلان کرتا پھرے، عجیب کہ اس نے یہ رات کی تاریکی میں کوئی گناہ کا کام کیا، اللہ نے اپنے فضل سے اس کا یہم دوسروں کے علم میں آنے نہیں دیا۔ مگر یہ بے حیائیت اس کا دوسروں کے سامنے اظہار کرتا ہے، کہ میں نے مثلاً رات میں شراب پی لیا تھا، پوری کی تھی، زنا کیا تھا، جوا کھیلا تھا، تو اللہ کے رسول فرماتے ہیں ایسے بے حیاء اور بے شرم کی اللہ کے یہاں کوئی معافی نہیں ہے گناہ کر کے گناہ پر اترنا یہ کفر ہے۔

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا لا یجمل لمسلم ان یتھجرا خلافاً فوق ثلاثۃ ایام (بخاری) یعنی کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت کرنا چھوڑے۔

اللہ نے تمام کلمہ گو کے درمیان اخوت اور بھائی چارگی کا رشتہ قائم کیا ہے، قرآن میں ہے انما المؤمنون اخوة یعنی تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں، اس اخوت کا تقاضا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں میل ملاپ سے رہیں، ایک دوسرے کے کام آئیں غم خوشی میں ایک دوسرے کے شریک ہوں، ہاں ایسا ہو سکتا ہے اور ایسا ہونا فطری ہے

کہ کبھی کسی سے شکرا بھی پیدا ہو جائے، انسان کا حال یکساں نہیں رہتا ہے، نہ قلب مزاج کی کیفیت ہمیشہ یکساں رہتی ہے کبھی کسی کی کوئی بات یا اس کا کوئی عمل دوسروں کو غصہ میں ڈال دیتا ہے، اور قلب کی حالت بگڑ جاتی ہے، دل رنجیدہ ہو جاتا ہے، اگر کبھی کسی کی وجہ سے آدمی میں یہ تغیر پیدا ہو اور دل اس کی طرف سے برا ہو، تو اولاً تو عفو و درگزر اور صبر و ضبط سے کام لینا چاہئے، اگر اس کا تحمل نہیں ہے تو زیادہ سے زیادہ تین دن تک اس سے ترک کلام کر سکتا ہے، اس کے بعد بھی بات چیت بند کئے رہنا حکیم شریعت کے خلاف ہے، اور بہتر یہ ہے کہ جس نے بات چیت چھوڑی ہے وہ ہی بات چیت کی ابتدا بھی کرے۔

تین دن تک بات چیت نہ کرنے کا یہ مسئلہ اس کے لئے ہے جس نے کسی سے غصہ میں اور اس سے ناراض ہو کر بات چیت بند کیا ہو، اگر بلا ناراضگی کسی اور وجہ سے تین دن یا اس سے زیادہ بھی بات چیت کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے تو اس میں کوئی خرچ اور گناہ نہیں ہے۔

## ارمغان حق

رد غیر مقلدیت پر ایک تازہ اور نئی پیش کش

بقلم مولانا محمد ابوبکر غازی پوری

صفحات — ۳۷۵ — مجلد — قیمت — ۱۲۵ روپے

ملنے کا پتہ —————

مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور۔ یوپی  
وی پی ہرگز نہ طلب کریں۔

مکتبہ مفتاح

محمد ابو بخاری پوری

# ترک رفع یدین کی ایک حدیث کے بارے میں ایک سوال کا جواب

محترم مولانا صاحب — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
آپ سے فون پر سوال کیا تھا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے، برائے ہر بانی اس کو  
زمزم میں شائع کریں تاکہ اور لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔  
حضرت جابر بن سمرہ کی روایت جس میں رفع یدین کو شریر گھوڑے کی طرح کہہ کر  
رفع یدین سے منع کیا گیا ہے اور سکون سے نماز پڑھنے کا حکم ہے، اس کو امام مسلم نے اور  
سارے محدثین نے سلام کے باب میں رکھا ہے، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حدیث  
عذر کو رفع یدین کی نہیں ہے، غیر مقلدین کا یہ کہنا ہے کہ اگر یہ عذر کو رفع یدین  
کی حدیث ہے تو پھر عیدین اور وتر کی نمازیں بھی رفع یدین نہ کرنا چاہئے۔  
اردو میں لکھنے کی عادت نہیں ہے اسلئے غلطی ہو تو نظر انداز کر دیں۔

والسلام

غفران احمد اندور

زمزم ! مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ ایک بات آپ کو کھٹکی اور آپ نے اس کے  
بارے میں تحقیق ضروری سمجھی، باشعور اور دین کی فکر رکھنے والوں کا یہی انداز ہونا چاہئے  
آج کل یہ دنیا عام ہو گئی ہے کہ غیر مقلدین کی باتوں میں پڑ کر اور بلا تحقیق کہے ہوئے انکی

باتوں کو درست جان کر بہت سے لوگ راہِ حق سے بھٹک رہے ہیں، نوجوانوں اور کم پرچے لکھے لوگوں کو غیر متقلدین ترجمہ والی بخاری و مسلم دکھا دکھا کر گمراہ کر رہے ہیں، اللہ اس فتنہ سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔

آپ کے اصل سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ اگر کسی نے آپ سے یہ کہا ہے کہ جو حدیث آپ نے ذکر کی ہے اس کو امام مسلم نے اور سارے محدثین نے سلام کے باب میں رکھا ہے، تو اس نے جھوٹ کہا ہے، غلط بکا ہے، دھوکا دیا ہے، غیر متقلدین اس معاملہ میں بڑے بڑے کھلاڑی ہیں، جھوٹ بونا، دھوکا دینا، کم پڑھے لکھوں کو دوسرے میں ڈالنا ان کا بہت پُرانا طریقہ ہے، غیر متقلدیت اسی راہ سے پھیلی ہے اور اب کبھی پھیل رہی ہے۔

نسائی شریف میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب فی السلام قائم کیا ہے، اور اس میں اسکنوا فی المکلوۃ والی حدیث ذکر نہیں کی ہے بلکہ یہ حدیث ذکر کی ہے،  
عن عبید اللہ وہو ابن القبطیۃ عن جابر بن سمرق قال  
صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنا اذا سلمنا قلنا  
بایدینا السلام علیکم السلام علیکم قال ! فظفر الینا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یأ ! لکم تشیرون بایدیکم  
کانہا اذ ناب خیل شمس اذا سلم احدکم فلیلتفت الی صاحبہ  
ولا یومئ بیدہ - ( نسائی باب السلام بالیدین )

حضرت عبید اللہ بن قبطیہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو ہم جب سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھ ہٹا کر السلام علیکم، السلام علیکم کہتے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا، کیا ہو گیا ہے تم کو کہ تم اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا یہ ہاتھ سرکش گھوڑے کی دم ہیں، جب تم میں سے کوئی سلام کرے تو اپنے بغل والے

کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

اس حدیث میں خود فرمائیے، آپ کو کہیں اسکنوا فی الصلوٰۃ (نماز میں سکون اختیار کرو) کا جملہ نظر نہیں آئے گا، اور نہ اس میں رفع یدین کا ذکر نظر آئے گا۔ معلوم ہوا کہ اسکنوا فی الصلوٰۃ یعنی ترک رفع یدین والی حدیث الگ ہے، اسی حدیث الگ ہے۔ اسکنوا فی الصلوٰۃ والی حدیث میں صحابہ کرام کو آنحضورؐ نے رفع یدین کرتے دیکھا تھا اس سے منع فرمایا، اور اس حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام سلام پھیرتے وقت ہاتھ ہلاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں سلام پھیرتے وقت ہاتھ ہلانے سے منع فرمایا۔

اس باب میں امام نسائی نے اسکنوا فی الصلوٰۃ والی حدیث ذکر ہی نہیں کی ہے، اس لئے غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ تمام محدثین اس حدیث کو سلام کے بارے میں ذکر کرتے ہیں، حقیقت کے بالکل خلاف ہے اور بالکل جھوٹ بات ہے۔ اب آئیے مسلم شریف کی طرف جس میں اسکنوا فی الصلوٰۃ والی بھی حدیث ہے اور اصل صورت حال سے واقفیت حاصل کیجئے۔

مسلم شریف میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ والنہی عن الاشارة بالید  
ورفقہا عند السلام واتباع الصفوف الاول والتراب فیہا  
والامر بالاجتماع۔

یعنی اس باب کے تحت جو حدیثیں ہوں گی ان سے مندرجہ ذیل مسائل کا اثبات کیا جائے گا۔ (۱) نماز میں سکون اختیار کرنا (۲) سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنے اور ہاتھ اٹھانے سے منع کرنا (۳) پہلی صفوں کو پورا کرنا اور ان کا ملا ہوا ہونا۔ (۴) ادھل جل کر کھڑا ہونا اور ادھر ادھر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھنا۔

ہام مسلم نے اس باب کے تحت جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان سے انہیں مسائل کو



ثابت کرنا ہے اور یہ سارے مسائل کسی ایک حدیث سے ثابت نہیں ہو رہے ہیں بلکہ ان کے لئے الگ الگ حدیثیں ہیں، مثلاً ایک حدیث میں ایک تو یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازیں رفع یدین نہ کرو، سکون اختیار کرو، دوسرا مسئلہ اسی حدیث یہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلی صفوں کو پوری کرو، تیسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ صفوں کو خوب جا کر کے قائم کرو، چوتھا مسئلہ یہ بیان کیا ہے، بکھر کر کے نہیں اجتماعی شکل میں نماز پڑھنا چاہئے۔ ان تمام مسائل کو امام مسلم نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے جو اس باب کی پہلی حدیث ہے۔

عن تیمم بن طرقة عن جابر بن سمرة قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كانها اذ ناب خيل شمس؟ اسكنوا في الصلوة، قال ثم خرج علينا قرأنا حلقا، فقال: مالي اراكم عزين؟ قال ثم خرج علينا فقال: الا تصفون كما تصف الملائكة عند ربها، فقلنا: يا رسول الله كيف تصف الملائكة عند ربها، قال: يتمون الصفوف الاول ويتراصون في الصف۔

حضرت تیمم بن طرقة حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے (اور ہم ہاتھ اٹھا کر نماز پڑھ رہے تھے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناگواری کے طور پر) فرمایا، مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو رفع یدین کرنے والا دیکھ رہا ہوں گویا یہ ہاتھ شرکش گھوڑے کی دم ہیں، نمازیں سکون اختیار کرو۔ اتنے حصہ کے ترجمہ میں غور کریں، اس حصہ میں رفع یدین کرنے پر ناگواری کا اظہار کرنا ہے، اور نمازیں سکون اختیار کرنے اور ہاتھ نہ اٹھانے والے مسئلہ کو بتلانا ہے، اب حدیث کے دوسرے حصہ کا ترجمہ دیکھئے، حضرت جابر فرماتے ہیں۔

پھر ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر نکلے تو آپ نے ہم کو دیکھا

کہ ہم مختلف حلقوں میں بٹ کر نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو بکھرا ہوا الگ الگ حلقوں میں دیکھ رہا ہوں۔

حدیث پاک کے اس حصہ میں آپ نے الگ الگ حلقوں میں بٹ کر نماز پڑھنے پر ناگواری کا اظہار فرمایا ہے۔ یعنی اجتماعی شکل میں نماز پڑھنے کا مسئلہ بیان ہوا۔

حدیث پاک کا تیسرا حصہ ملاحظہ ہو۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

پھر ایک دفعہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر نکلے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اس طرح صف کیوں نہیں بناتے ہو جس طرح ملائکہ کی صفیں ان کے رب کے پاس ہوتی ہیں ہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ملائکہ اپنے رب کے پاس کس طرح صف بناتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ پہلی صفوں کو پوزی کرتے ہیں اور صف میں جم کر کھڑے ہوتے ہیں۔

حدیث پاک کے اس تیسرے حصہ میں پہلی صفوں کو پورا کرنے اور صفوں میں جم کر کھڑے ہونے کا مسئلہ بیان ہوا۔

یعنی باب میں جن چار مسئلوں کا ذکر تھا کہ ان کو حدیث سے ثابت کیا جائے گا اس پہلی حدیث میں ان میں سے تین کا ذکر ہے، سلام کے وقت اشارہ کرنے سے منع کرنے والا مسئلہ اس حدیث میں ذکر نہیں کیا گیا ہے، اس کے لئے امام مسلم نے دوسری حدیث ذکر کی ہے، اس دوسری حدیث کے راوی بھی حضرت جابر بن سمرہ ہیں، مگر چونکہ وہ حدیث دوسری ہے اس لئے اس کی سند اور اس کے الفاظ بھی الگ ہیں، یہ دوسری حدیث اصل الفاظ کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

حبیب ابن القبطیۃ عن جابر بن سمرۃ، قال: کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قلنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ، وانشاء بیدایہ الی الجانبین، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: علام تو مون باید یکم کانتھا اذ ناب خیل شمس؟ انما یکفیکم

احلکم ان یضع یداک علیٰ فخذاک ثم یسلم علیٰ اخیک من علیٰ یمینہ  
وشمالہ -

عبد اللہ بن قبطہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں  
نے فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے تو ہم السلام  
علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے تھے، اللہ اپنے ہاتھوں سے دونوں جانب  
دائیں اور بائیں اشارہ کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اپنے ہاتھوں  
سے کس وجہ سے اشارہ کرتے ہو گو یا وہ سرکش گھوڑے کی دم ہیں، پس تمہارے لئے اتنا  
کافی ہے کہ تم میں کا ہر شخص اپنی ران پر ہاتھ رکھے پھر دائیں بائیں اپنے بھائی کی طرف رخ  
کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے۔

دیکھئے اس حدیث پاک میں صرف ایک مسئلہ کا ذکر ہے یعنی سلام کے وقت  
اشارہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور سلام کس طرح پھیرا جائے، اس کا طریقہ بتایا گیا ہے  
کہ سلام پھیرتے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ  
ران پر ہو اور دائیں بائیں رخ کر کے سلام پھیرا جائے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے ایک دوسری سند سے ان الفاظ کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے  
جس سے مسئلہ اور صاف ہو جاتا ہے، حضرت جابر فرماتے ہیں :

صلیٰت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنا اذا سلمنا قلنا  
بایدینا السلام علیکم السلام علیکم فقط اینا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم فقال : ما شانکم ؟ تشیرون بایدکم کما نرہا  
اذ ناب خیل شمس ؟ اذا سلمنا احلکم فلیلتفت الی صاحبہ  
ولا یومی بیداک۔

یعنی میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو ہم جب سلام پھیرتے  
تھے تو اپنا ہاتھ ہلا کر السلام علیکم السلام علیکم کہتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کہا

کیا بات ہے؟ تم اپنے ہاتھوں سے کیوں اشارہ کر رہے ہو گویا وہ شرکش گھوڑے کی دم ہیں جب تم میں کا کوئی سلام پھیرے تو اپنے بغل والے کی طرف متوجہ ہو اور اپنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

یہ حدیث بھی سلام کے وقت صرف اشارہ ہی کو منع کرنے کیلئے امام مسلم نے ذکر کی ہے اس میں کسی دوسرے مسئلہ کا ذکر نہیں ہے۔

آپ دونوں مسکون الی حدیثوں کو غور پڑھیں یعنی جس میں نماز میں رفع یدین سے منع کرنے اور سکون اختیار کرنے کا حکم مذکور ہے، اس کو غور سے پڑھیں اور بعد والی ان دونوں حدیثوں کو غور سے پڑھیں جن میں صرف سلام کے وقت اشارہ سے منع کیا گیا ہے، آپ کو ان دونوں حدیثوں میں واضح فرق نظر آئے گا، پہلی حدیث میں کئی مسئلوں کا بیان ہے، جب کہ دوسری حدیث میں صرف نماز میں اشارہ کرنے کا ذکر اور اس سے منع کرنے کا بیان ہے، تو پھر دونوں حدیثیں ایک کیسے ہو گئیں؟ رفع یدین والی پوری حدیث میں سلام کرنے کے وقت اشارہ کرنے کا نہیں ذکر ہی نہیں ہے تو اس کو سلام کے وقت اشارہ سے منع کرنے والی حدیث قرار دینا آنکھ میں دھول جھونکتا ہے۔ اور حدیث رسول کو اپنی خواہش کی بھینٹ چڑھانا ہے، میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے دونوں حدیثوں کو ایک قرار دے کر دونوں کا تعلق سلام کے وقت اشارہ کرنے کے مسئلہ سے جوڑا ہے، وہ سخت غلط فہمی کا شکار ہوا ہے، اس نے دونوں حدیثوں کے مضمون میں غور ہی نہیں کیا ہے، یا غور کیا ہے تو اس نے ان دونوں حدیثوں کو سمجھا ہی نہیں ہے، اور اگر سمجھا ہے تو جاہل برتا ہے یعنی جان بوجھ کر جاہل بنا ہے، اور سخت قسم کی عصبیت کا شکار ہوا ہے اور حق پر پردہ ڈالنے کی ناروا کوشش کی ہے۔

یوں تو غیر مقلدین عدم تقلید کا راگ الاپتے ہیں، ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے ہم مجتہد لوگ ہیں، یہی ان کا غرور ہوتا ہے، مگر جب حقیقت کی نگاہ سے ان کو دیکھو تو ان سے بڑا کوئی مقلد نظر بھی نہیں آتا، چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض دوسرے

محدثین نے ان دونوں حدیثوں کو سلام کے وقت اشارہ کرنے سے جوڑا ہے اس وجہ سے غیر مقلدین نے بھی انھیں کی اتباع و تقلید میں یہی کہنا شروع کر دیا کہ ان دونوں حدیثوں کا تعلق سلام کے وقت اشارہ ہی سے ہے، اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی لفظ کا نہرہا اذنا بخیل شمس (گویا وہ شرکش گھوڑے کی دم ہیں) سے منع کیا ہے۔

تختہ الاحوذی میں شہرہ غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے دونوں حدیثوں کو ایک بتلانے میں امام بخاری ہی کا اصل سہارا لیا ہے، اور اپنی عقل کو دعوت غور و فکر دینے کی زحمت نہیں دی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے مسائل میں ان کی تحقیق بہت کمزور ہوتی ہے، اب یہیں دیکھئے کہ دونوں حدیثوں کو اشارہ عند السلام سے متعلق قرار دینا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نرمی و ہمدستی ہے، جب کہ دونوں حدیثوں میں واضح فرق ہے، اور ایک نہیں کئی فرق ہے، آپ ان فرقوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ سلا فرق یہ ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ کی وہ حدیث جس میں رفع یدین سے روکا گیا ہے وہ بہت مفصل اور اس میں ایک ساتھ کئی مسائل کا ذکر ہے، جب کہ اشارہ عند السلام والی حدیث میں صرف اشارہ عند السلام کا مسئلہ ہے کسی دوسرے مسئلہ کا ذکر نہیں ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ رکوع سے منع والی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ باہر تشریف لائے تو ایک چیز سے منع کیا دوسری مرتبہ باہر تشریف لائے تو دوسری چیز سے منع کیا، تیسری مرتبہ تشریف لائے تو تیسری چیز کا حکم فرمایا، گویا آنا جانا بار بار کم از کم تین بار ہوا، جب کہ دوسری حدیث میں اس آنے جانے کا کہیں ذکر بھی نہیں ہے، اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ کا بار بار آنا ایک ہی دن اور ایک وقت میں ہوا ہو بلکہ غالباً گمان یہ ہے کہ آپ کا یہ آنا جانا اور منع فرمانا الگ الگ دنوں یا الگ وقتوں

میں ہوتا تھا جیسا کہ لفظ - ثم - کا تعلق ہے، اور یوں بھی عقل میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی دفعہ میں کئی ایسی چیزیں کو جن سے آپ کو منع فرمایا ہے، دیکھیں اور اس کے لئے آپ بار بار گھر سے باہر نکلیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان ساری باتوں کو جن سے آپ نے منع فرمایا ہے پہلی ہی مرتبہ میں دیکھتے تو ضرور اسی وقت آپ سب سے منع فرماتے اس لئے بلاشبہ اس حدیث پاک میں الگ الگ وقتوں کا ذکر ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ رفع یدین سے منع کرنے والی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام اپنی الگ الگ نماز حلقہ بنا کر کے پڑھ رہے تھے اور رفع یدین کر رہے تھے، آنحضرت کے نماز پڑھانے اور صحابہ کرام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے، جبکہ اشارہ عند السلام والی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھانے اور صحابہ کرام کا آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی حدیث میں مالی اور اکم رافعی ایذا دیکھ کر فرمایا یعنی مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو نماز میں ہاتھ اٹھانے والا دیکھ رہا ہوں، جب کہ دوسری حدیث میں رفع یدین کا اشارہ تک نہیں ہے۔

پانچواں فرق یہ ہے کہ رفع یدین کرنے سے آپ نے اسکنوا فی الصلوٰۃ یعنی نماز میں سکون اختیار کرو، یہ کہہ کر روکا، جب کہ دوسری حدیث میں آپ نے یہ فرمایا علام قومون بایدایکم کا منہا اذنا ب شمس یعنی تم لوگ ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کیوں کر رہے ہو گویا وہ شرکش گھوڑے کی دم ہیں، کبھی آپ نے فرمایا۔ ما شانکم تشیرون بایدایکم تمہارا کیا حال ہے تم لوگ ہاتھ سے اشارہ کرتے ہو، یعنی سکون اختیار کرنے کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

چھٹا فرق یہ ہے کہ اشارہ عند السلام والی حدیث آپ نے اشارہ کرنے سے منع فرما کر نماز میں سلام پھیرنے کا طریقہ بتلایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنا ہاتھ اپنی دکان پر رکھے رہے اور دائیں بائیں ہاتھ ہاتھ ملائے سلام پھیر دے، جب کہ رفع یدین والی حدیث

میں اس کا دور دور ذکر تو کیا اشارہ تک نہیں ہے۔

ساتواں فرق یہ ہے کہ رفع یدین سے منع کرنے والی حدیث میں حضرت جابر سے روایت کرنے والے تمیم بن طرقہ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے مسیب بن رافع ہیں اور ان سے روایت کرنے والے اعمش ہیں اور اعمش سے روایت کرنے والے ابو معاویہ ہیں اور ابو معاویہ سے روایت کرنے والے دو ہیں، ابو کریب اور ابو یحییٰ بن ابی شیبہ اور ان دونوں سے اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور اشارہ والی حدیث جو امام مسلم نے ذکر کی ہے اس کو حضرت جابر سے روایت کرنے والے دوسرے صاحب عبید اللہ بن قتیبہ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے مسعر ہیں اور مسعر سے روایت کرنے والے ابن ابی زائدہ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ابو کریب ہیں اور ان سے روایت کرنے والے امام مسلم ہیں۔

آپ غور فرمائیں کہ ابو کریب کے بعد دونوں حدیثوں کی سند بالکل الگ الگ ہو جاتی ہیں، جب دونوں حدیثوں کی سند الگ الگ ہے اور دونوں کا مضمون الگ الگ ہے تو دونوں حدیثوں کو ایک قرار دینا کس قدر بدستی کی بات ہے۔ دونوں حدیثوں میں ان واضح اختلافات اور فرق کے باوجود محض امام بخاری یا کسی اور محدث کی تقلید میں ایک قرار دینا کیا دیانت اور انصاف کی بات ہوگی۔ اور جس کے سامنے دونوں حدیثیں اپنے متن اور سند کے ساتھ ہوں گی اس کو تسلیم کر لے گا؟۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو ایک بہت ہی عجیب بات ان دونوں حدیثوں کے سلسلہ میں فرما گئے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ رفع یدین کا ذکر جس حدیث میں ہے اس کا تعلق تشہد کی حالت میں ایک دوسرے کو سلام کرنے سے ہے۔ چنانچہ اسکنوا فی الصلوٰۃ والی حدیث کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں۔

فانما كان هذا في الشهاد لا في القيام كان يسلم بعضهم  
على بعض فتمى للنبي صلى الله عليه وسلم عن رفع الایدی

فی الشہد - (جزء رفع یدین)

یعنی نماز میں سکون کا حکم جس حدیث میں ہے وہ تشہد کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے، حالت قیام سے اس کا تعلق نہیں ہے، صحابہ کرام تشہد کی حالت میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد میں ہاتھ اٹھانے سے منع فرما دیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات میں کتنا وزن ہے اس کا فیصلہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس کے سامنے دونوں حدیثیں ہوں، رفع یدین سے منع کرنے والی بھی اور سلام پھیرتے وقت اشارہ کرنے والی بھی، رفع یدین سے منع کرنے والی حدیث امام مسلم کی کتاب سے میں نے شروع مضمون میں پوری نقل کی ہے، آپ اس میں غور فرمائیں امام بخاری نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس کا تعلق تشہد میں ایک دوسرے سے سلام کرنے سے ہے اس کی کسی طرح بھی گنجائش اس حدیث سے نکلتی ہے؟

اگر امام بخاری کی یہ بات کسی درجہ میں مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی حالت میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کی اجازت دی ہے، سلام کرتے وقت صرف ہاتھ اٹھانے سے منع کیا ہے، یعنی حالت تشہد جو نماز کی حالت ہے اس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا جائز ہے، صرف ہاتھ اٹھانا منع ہے، تو اب غیر مقلدین کو چاہئے کہ امام بخاری کے فتویٰ پر عمل کریں اور حالت تشہد میں ایک دوسرے کو سلام کیا کریں، البتہ ہاتھ اٹھا کر سلام نہ کریں۔

امام بخاری نے اس حدیث کا یہ جو مطلب بیان کیا ہے، یہ ان کے ذہن کی ایجاد ہے حدیث پاک کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے، نہ کسی حدیث نے یہ مطلب سمجھا ہے۔

اشارہ عہد السلام والی حدیث کا بھی امام بخاری نے یہی مطلب سمجھا ہے کہ حالت تشہد میں سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے سے روکا گیا ہے، یعنی صحابہ کرام ایک دوسرے کو تشہد میں ہاتھ اٹھا کر سلام کیا کرتے تھے تو آنحضرت نے ایک دوسرے کو سلام کرنے سے تو منع نہیں کیا البتہ ہاتھ اٹھانے سے منع کر دیا۔ اس دوسری حدیث کو امام بخاری نے پہلی حدیث کی شرح قرار دیا ہے۔



امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود دونوں حدیثوں کے مفہوم سے نا آشنا ہیں، پہلی حدیث کا تعلق نمازیں رفع یدین ہی سے روکنے سے ہے اور دوسری کا تعلق سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اسلام علیکم کہنے سے ہے۔ تشہد کی حالت میں ایک دوسرے کو سلام کہنے کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے، یہ امام بخاری کا فلتا اجتہاد ہے اور دونوں حدیثوں کے اہل مفہوم سے ناواقفیت کی بات ہے، اس وجہ سے امام بخاری سے پہلے جن لوگوں نے دونوں حدیثوں کو الگ الگ سمجھا ہے اور ہر ایک کا مفہوم دوسرے سے الگ سمجھا ہے انہیں کی بات درست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو امام بخاری کے استاذوں کے استاذ ہوں گے ان کے مقابلہ میں امام بخاری کی بات نہیں سنی جائے گی۔

رہا یہ سوال کہ پھر وتر میں اور تکبیرات عیدین میں کیوں ہاتھ اٹھایا جاتا ہے، یہاں بھی اسکنوا فی الصلوٰۃ پر عمل کرتے ہوئے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے، یہ بات بھی امام بخاری ہی کی پیدا کردہ ہے اور انہیں سے غیر متقلدین اخذ کر کے یہ سوال کیا کرتے ہیں، حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اعتراض بالکل بوجہ ہے، معلوم نہیں امام بخاری کے ذہن میں یہ اعتراض کیسے پیدا ہوا اس لئے کہ وتر اور عیدین کی نماز اسی طرح سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تازنگی پڑھی تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، موافق و مخالف سب ہاتھ اٹھا کر ہی وتر بھی پڑھتے ہیں اور عیدین کی نماز بھی ادا کرتے ہیں جب کہ نمازیں رفع یدین کا مسئلہ اختلافی ہے، کسی کے یہاں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا ہے، خواہ قیام کی حالت ہو خواہ رکوع کی یا رکوع سے اٹھنے کی یا سجدہ کی یا سجدہ سے اٹھنے کی یا دو رکعت پڑھنے کی ان تمام جگہوں پر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا ہے، کسی کے یہاں صرف چار جگہ رفع یدین کرنا ہے، جیسا کہ آج کل عام غیر متقلدین کا اسی پر عمل ہے، کسی کے یہاں صرف تین جگہ رفع یدین کرنا ہے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے، کسی کے یہاں صرف نماز کے شروع ہی میں رفع یدین کرنا ہے جیسا کہ امام مالک اور احناف کا مذہب ہے۔ تو پنج وقتہ نمازیں رفع یدین کا مسئلہ تو اختلافی ہے۔ اس لئے اس مسئلہ میں ہر ایک اپنے

اپنے دلائل پیش کرے گا اور دیکھا جائے گا کہ کس کے دلائل قوی ہیں، اور کس کے کون کون سے دلائل ہیں، چنانچہ احناف نے پنج وقتہ نماز میں رفع یدین نہ کرنے کی ایک دلیل حضرت جابر بن سمرہ والی حدیث کو بھی بنایا ہے، اور یہ اتنی قوی اور صحیح دلیل ہے کہ امام بخاری جیسا محدث بھی اس دلیل کے سامنے بے بس اور عاجز ہے، اور بے جان اعتراض کر کے اس دلیل کو مشکوک بنانا چاہتا ہے۔

امام بخاری کا یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ جب نماز میں سکون کا حکم ہے تو رکوع اور سجدہ کیوں کیا جائے، نماز میں اٹھنا بیٹھنا کیوں ہو، ظاہر ہے یہ اعتراض غلط ہے ہیں نماز اسی طرح پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور سب اسی طرح رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اس وجہ سے یہ رکوع اور سجدہ اسکنوا فی الصلوٰۃ کے خلاف نہ ہوگا، اسی طرح وتر اور عیدین کی نماز جس طرح شریعت میں مشروع ہے اسی طرح پڑھی جائے گی وہ اسکنوا فی الصلوٰۃ کے خلاف نہ ہوگی نہ اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے نہ اس پر ناگواری کا اظہار کیا ہے۔ جب کہ نماز میں رفع یدین کا مسئلہ کافی اختلافی ہے۔ حتیٰ کہ مالکیہ کی بعض کتابوں میں رفع یدین کرنے کو مکروہ کہا گیا ہے۔ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ابتدا و مصلوٰۃ کے علاوہ دوسری جگہوں پر رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں امام مالک کے زمانہ میں جو نماز پڑھی جاتی تھی وہ بار رفع یدین کے تھی۔ اور ظاہر ہے کہ امام مالک کے زمانہ میں تابعین تھے جنہوں نے صحابہ کرام سے نماز سیکھی تھی، معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام کا مذہب رفع یدین کرنا نہیں تھا اور اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین والی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ و بهذا يقول بعض اهل العلم من اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی رفع یدین پر عمل کرنے والے اصحاب بنی اللہ علیہ وسلم سے بعض ہی لوگ تھے، لفظ بعض لاکر امام ترمذی نے مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا کہ رفع یدین کرنا صحابہ میں سے کچھ ہی لوگوں کا مذہب تھا، عام طور پر صحابہ کرام رفع یدین نہیں کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی رفع یدین کرنے والے صرف سترہ صحابہ کرام کا پتہ چل سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی، اتنی بڑی تعداد میں سے صرف سترہ کا امام بخاری پتہ لگا سکے جو رفع یدین کرتے تھے۔ اب تک کی ہماری ان گذارشات سے جو آپ کے اصل سوال کے متعلق تھی یہ بات آشکارا ہو گئی کہ مسلم شریف میں جو دونوں حدیثیں ہیں وہ دونوں الگ ہیں، ایک کا تعلق رفع یدین سے روکنے سے ہے اور دوسرے کا تعلق نماز سے سلام پھیرتے وقت اشارہ کرنے سے منع کرنے سے ہے، جو لوگ دونوں کو ایک حدیث قرار دیتے ہیں انکی سوچ غلط ہے، دونوں حدیثوں کا مضمون اور اس کے علاوہ جو اور فرق ہیں اس کی تائید نہیں کرتے۔ اگر اب بھی کوئی غیر مقلد نہ مانے تو آپ اس سے کہیں کہ دونوں حدیثوں کے مضمون کو سامنے رکھ کر اور انکی سندوں کو سامنے رکھ کر وہ دونوں حدیثوں کو ایک ثابت کر کے دکھلائے نیز اگر دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں جیسا کہ امام بخاری کا بھی خیال ہے تو امام بخاری کی تشریح کے مطابق صحابہ کرام تشہد میں ہاتھ اٹھا کر ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ ان کو تشہد میں سلام کرنے سے نہیں روکا گیا صرف ہاتھ اٹھانے سے روکا گیا ہے، اب غیر مقلدین حالت تشہد میں بلا ہاتھ اٹھانے ایک دوسرے کو سلام کرنے کی سنت کو جاری کریں۔

خدا کے ہماری یہ تحریک آپ کیلئے اور زہزم کے دوسرے قارئین کیلئے باعث تسلی ہو۔

والسلام

محمد ابوبکر خاں پوری

(۱) اور جب عام طور پر صحابہ کرام رفع یدین نہیں کرتے تھے تو کیوں نہیں کرتے تھے، ان کے رفع یدین نہ کرنے کی کوئی وجہ ہوگی اور وجہ یہ ہے کہ آنحضرت کا یہ حکم ہو چکا تھا کہ اسکوافی العلقا نمازیں سکون اختیار کرو، مالی اراکم رافعی ایدکم کیا ہو گیا ہے کہیں تم کو رفع یدین کرنا ہوا دیکھتا ہوں۔ اس جملہ میں رفع یدین کرنے پر ناگواری کا ظہار ہے۔

# کیا مرد اور عورت کی نماز یکساں ہے؟

مکرمی حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ  
 اَللّٰم عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ  
 خدا کرے عافیت سے ہوں  
 زعمہم کا مطالعہ مستقل چل رہا ہے اور غیر مقلدوں کے بارے میں معلومات میں  
 میں اضافہ ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے (آمین) گزارش یہ ہے کہ ہمارے  
 یہاں غیر مقلدین بہت زور و شور سے حدیث کا نام لے کر نادانانہ عوام کو بہکا رہے ہیں،  
 اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کی نمازیں کوئی فرق نہیں ہے اور دلیل دیتے ہیں صلوا  
 کہا را یتمونی اصلی کیا یہ صحیح ہے؟ براہ کرم حدیث رسول کی روشنی میں مرد اور  
 عورت کی نماز کے بارے میں جو تحقیقی بات ہو اس سے ضرور آگاہ کریں۔

والسلام

محمد اسد سواتی تاج ٹکرا بارہ بنکی

زعمہم !

غیر مقلدین کی باتوں کو بہت سنجیدگی سے لینے کی ضرورت نہیں ہے، یہ وہ طبقہ ہے  
 جس نے دین و شریعت کو تماشا بنا رکھا ہے، اللہ نے اس کو حق بات کہنے اور حق بات سننے

کی توفیق سے محروم کر رکھا ہے، عوام اور ناواقف لوگوں کو دین کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا کرنا اس طبقہ کا پسندیدہ مشغلہ ہے، ان کے جاہل بھی عالم بنے نظر آتے ہیں اور وہ چار حدیث رٹ کر عوام کو بہکانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں، آنحضرتؐ کے کھانے کا طریقہ کیا تھا، پینے کا طریقہ کیا تھا، سونے کا طریقہ کیا تھا، مسجد میں جانے اور مسجد سے نکلنے کا طریقہ کیا تھا، آپ کو نسی دعائیں کب کب پڑھا کرتے تھے، نمازوں میں آپ عام طور پر اور معمولاً کن کن سورتوں کی تلاوت کرتے تھے، ان سب چیزوں کی حدیثیں نہ غیر مقلدوں کو یاد رہتی ہیں اور نہ ان کو شوق رہتا ہے کہ عوام کو ان امور میں بھی سنت طریقہ سے واقف کرائیں، یہ بریلویوں کی طرح سے دوچار مسئلے طوطا کی طرح رٹے رہتے ہیں اور عوام کو ان مسئلوں سے متعلق احادیث سنا کر گمراہ کرتے ہیں، ان کی گمراہی یہ ہے کہ یہ حدیثوں کو بدینی کی راہ پر لگانے کا ذریعہ بناتے ہیں، نہ خود یہ احادیث کے صحیح مفہوم سے واقف ہوتے ہیں اور نہ عوام کو واقف کراتے ہیں لہذا اکابر و اسلاف کی راہ سے الگ راہ پر چلنا یہی ان کے نزدیک دین و شریعت ہے اور یہی ان کی اہلحدیثیت اور سلفیت ہے۔

۔ صلوا اکمارا یتمونی اصلى، والی حدیث آج ہی آسمان سے نہیں ٹپک گئی ہے، اس حدیث سے آج کے غیر مقلدین سے زیادہ ہمارے اکابر و اسلاف، ائمہ فقہ و حدیث واقف تھے، مگر کسی محدث اور کسی فقیہ نے اس کا وہ مطلب نہیں سمجھا ہے جو مطلب آج کے غیر مقلدین نے سمجھا ہے اور اسی خود تراشیدہ مطلب کی روشنی میں عورتوں اور مردوں کی نماز کو ایک بنانے کا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث وفقہ کی گود میں پلے ہیں ان کے سامنے بھی صلوا اکمارا یتمونی والی حدیث تھی مگر ان کی سننے وہ عورتوں کی نماز کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

امام شافعی اپنی مشہور کتاب "کتاب الام" میں فرماتے ہیں  
 وقال الشافعي وقد ادب الله امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تعالیٰ النساء بالاستتار وادعین  
 بذلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم واحب للنساء فی السجود  
 ان تقنم بعضہا الی بعض وتلمق  
 بطنھا ونفخا ینھا وتسجد کاستر  
 ما یکون لھا وھکذا احب لھا فی  
 الركوع والمجلوس وجميع الصلوات  
 ان تكون استر ما یکون لھا واحب  
 ان تکفت جلبا بھا وتجاہف رکعتا  
 وساجدة علیھا لئلا تصفھا ثابھا

(ص ۱۰۰ ج ۱)

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چھپ کر رہنے کا  
 ادب سکھلایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے بھی عورتوں کو یہی سکھلایا ہے، اور میں  
 عورتوں کے لئے حالت سجدہ میں یہ پسند کرتا  
 ہوں کہ وہ اپنے بدن کے ایک حصہ کو دوسرے  
 حصے سے ملا لے اور اپنے پیٹ کو ران سے  
 چپکالے اور اس طرح سجدہ جو اس کیلئے  
 زیادہ چھپانے والا ہو اور اسی طرح میں عورت  
 کے لئے رکوع جملہ اور پوری نمازیں یہی  
 پسند کرتا ہوں کہ عورت اس ہیئت پر رہے  
 جو اس کیلئے سب سے زیادہ ساتر ہو، اور میں پسند  
 کرتا ہوں کہ عورت رکوع سجدہ میں اپنی چادر  
 کشادہ رکھے تاکہ کپڑوں سے اس کے بدن کے  
 خدو خال نمایاں نہ ہوں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام میں آپ غور فرمائیں، ان کے سامنے بھی  
 وہ حدیث تھی جس کو غیر مقلدین پیش کرتے ہیں، اور عورتوں اور مردوں کی نماز کو ایک بتلانے  
 کے لئے اس کو ہتھیار بنائے ہوئے ہیں، مگر اس کے باوجود حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عورتوں  
 کی نماز کا طریقہ وہ بتلا رہے ہیں جو ان کے لئے زیادہ سے زیادہ ساتر ہو اور جس سے ان  
 کے اعضا نمایاں نہ ہوں، کیا مردوں کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے؟ ابوداؤد میں ہے:

یعنی ابواسحق سے روایت ہے کہ حضرت  
 برادر بن مازب رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے  
 سجدہ کرنے کا طریقہ سجدہ کر کے بتلایا، انھوں نے

عن ابی اسحق قال وصف لنا  
 البراء بن عازب السجود فوضع یدایہ  
 بالارض ودفع حجیزتہ وقات

ہکذا راایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ۔  
دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور اپنا پچھلا حصہ  
بلند کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو اس طرح سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں اپنا پچھلا حصہ اٹھا کر کے سجدہ کرتے تھے، مگر  
کسی محدث، کسی فقیہ، کسی صحابی، کسی صحابیہ کا یہ مسلک نہیں ہے کہ عورت اپنا سرین سجدہ  
میں اٹھا کر سجدہ کرے گی، غیر مقلدین ہی ہیں کہ وہ اپنی عورتوں کا سرین (چوڑا) اٹھا کر سجدہ  
کراتے ہیں اور اس طرح وہ عامل ہا محدث بنتے ہیں۔ میں پوری دنیا سے غیر مقلدیت کو جانچ  
کرتا ہوں کہ وہ کسی ایک محدث ایک فقیہ، ایک صحابی ایک صحابیہ کا قول پیش کرے کہ عورت  
نمازیں اپنا سرین اٹھا کر سجدہ کرے گی۔ شاید غیر مقلدوں کو ابن حزم کا کوئی قول مل جائے  
مگر کسی صحابی یا صحابیہ کا قول ہرگز نہیں ملے گا جن کے گھر کی عورتیں آنکھوں کے بتلائے ہوئے  
طریقہ پر نماز پڑھا کرتی تھیں۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ عورت رکوع اللہ سجدہ میں اور تمام نمازیں سمٹ  
کر اور سکر کر رہے گی، رکوع کرے گی تو سکر کر، سجدہ کرے گی تو سکر کر یعنی بدن کے  
بعض حصہ کو بعض سے ٹا کر، کیا آنکھوں اور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اسی طرح کی تھی؟  
نسائی شریف میں حضرت حقیقہ بن عمرو کی روایت ہے، انھوں نے بھی لوگوں سے کہا کہ  
کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھلاؤں، لوگوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ  
کی نماز پڑھ کر دکھلائیے تو انھوں نے جو نماز پڑھی وہ یہ تھی کہ رکوع میں فجائی ابطیہ،  
یعنی جب رکوع کیا تو بغل کو خوب کھلا رکھا، اور سجدہ میں فجائی ابطیہ یعنی جب سجدہ کیا تو  
سجدہ میں بھی بغل کو خوب کھلا رکھا۔

اب میں دینا ہے غیر مقلدیت سے سوال کرتا ہوں کہ وہ کسی صحابی کا قول یا کسی صحابیہ  
کا عمل یا قول کسی حدیث کی کتاب سے پیش کرے جس سے معلوم ہو کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں عورتیں  
رکوع اور سجدہ میں بغل کا حصہ کھول کر کے نماز پڑھا کرتی تھیں یا اللہ اور بعض سے کسی ایک امام کا

قول پیش کرے کہ اس کا یہ مذہب معلوم ہو کہ عورتیں رکوع اور سجدہ میں بغل کا حصہ کھول کر نماز پڑھیں گی، یا کسی محدث کا قول پیش کرے کہ عورتوں کی نماز کا یہی طریقہ ہے جو نسائی کی حدیث میں مذکور ہے، کیا کسی صحابی یا صحابیہ، کسی فقیہ، محدث کو صلوٰۃ کما رأیتہمونی والی حدیث کا علم نہیں تھا۔ یہ حدیث آج کے غیر مقلدین ہمارے لئے نیا انکشاف ہے، کہ اسکو لے کر فتنہ برپا کر رہے ہیں۔

نسائی ہی میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے انہوں نے بھی لوگوں کے سامنے آنحضرت کی نماز کا نقشہ نماز پڑھ کر کے پیش کیا ہے۔ رکوع کی حالت کے بیان میں ہے۔  
 وجانی بموفقیت، کہ جب رکوع میں وہ گئے تو اپنی کہنیوں کو اپنے بدن سے دور کر کے رکھا۔  
 اب غیر مقلدین کسی امام، کسی فقیہ، کسی محدث، کسی صحابی، کسی صحابیہ کا کوئی ایک قول نقل کریں جس سے یہ معلوم ہو کہ عورت اسی طرح کہنیوں کو اپنے بدن سے دور رکھے گی۔  
 امام شافعی کا بیان آپ نے پڑھ لیا کہ رکوع اور سجدہ میں عورت سمٹ سمٹ کر نماز پڑھے گی، امام شافعی کے اس مذہب کو غیر مقلدین اپنے زور بازو سے دلائل کی روشنی میں غلط ثابت کر کے دکھلائیں، پھر امام شافعی اکیلے کیوں غیر مقلدین کو بڑے سخت سخت مراحل سے گذرنا پڑے گا، امام اہل سنت حضرت امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے کہ عورت کی نماز مرد سے الگ ہے۔ معنی ابن قدامہ حنبلی مذہب کی بڑی مشہور کتاب ہے۔ اس میں ہے کہ:  
 ان المسألة تجمع فضها في الركوع یعنی عورت جب نماز پڑھے گی تو رکوع والسجود وتجلس متربعة اوتسداں اور سجدہ میں اپنے آپ کو سیٹھے رہے گی اور رجلیہا فتجعل في جانب يمينها۔ چار زاوے سیٹھے گی یا دائیں طرف اپنا دونوں پاؤں نکال کر بیٹھے گی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ السدال اعجب الی یعنی مجھے عورتوں کا دو پاؤں داہنے جانب نکال کر نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے۔

آپ غیر مقلدین سے پوچھیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل کو صلوٰۃ کما رأیتہمونی



وال حدیث معلوم تھی یا نہیں ؟ اگر معلوم تھی اور یقیناً معلوم تھی تو پھر انھوں نے عورت کی نماز کا طریقہ مردوں سے الگ کیوں بیان کیا ، کیا کسی غیر مقلدین جرات ہے کہ وہ امام احمد بن حنبل سے بڑا اپنے کو حدیث کا واقف کار اور حدیث پر عمل کر نیوالا کہے ۔ ؟

خیر امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تو ذرا متاخر ہیں لطف تو یہ ہے کہ امام دارالہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے ، —

مالکی مذہب کی مشہور

کتاب اقرب المسائل الی مذہب الامام مالک ہے اس میں ہے کہ مرد کو حالت سجدہ میں اپنے کورائوں سے الگ رکھنا مطلوب ہے اسی طرح کہنیوں گھٹنوں بازؤں اور پہلو کو ایک دوسرے سے جدا رکھنا مطلوب ہے ۔ پھر فرماتے ہیں : واما المرأة فتكون منفصلة فی جمیع احوالها ۔ یعنی لیکن عورت اپنے تمام احوال میں سمٹ کر کے نماز پڑھے گی ۔ لگادیں غیر مقلدین امام مالک اور تمام مالکیہ پر فتویٰ کہ انھوں نے عورتوں کے لئے نماز کا طریقہ فقط بتا کر صکتاوالی حدیث کی مخالفت کی ہے ۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ غیر مقلدین کس کس پر فتویٰ لگائیں گے ذرا اپنا گھر بھی جھانک کر دیکھیں ، خود ان کے علماء کیا لکھتے ہیں ، مشہور غیر مقلد عالم نقاب وحید الزماں حیدر آبادی اپنی مشہور کتاب نزل الابرار من فقہ البنی المتخار میں لکھتے ہیں :

۔ عورت بھی مرد کی طرح یکبیر تحریم کے وقت رفع یدین کرے گی اور عورت

کی نماز مرد کی طرح ہے تمام ارکان و آداب میں ، البتہ عورت تحریم کے وقت

اپنا ہاتھ اپنی چھاتی تک اٹھائے گی اور سجدہ میں مرد کی طرح پیٹ کو زمین

سے اونچا نہیں رکھے گی بلکہ پیٹ سکے گی اور اپنے پیٹ کو دونوں رانوں

سے چپکالے گی ۔ ( نزل الابرار ص ۸۵ ج ۱ )

ادب و بات نواب صاحب فرماتے ہیں وہی بات غیر مقلدین کے رسالہ تعلیم الصلوات میں بھی ہے ، یہ رسالہ غیر مقلدین کے نمائندہ اجتماع کا منظور شدہ ہے ۔ اور خاص طور پر بچے اور

بچوں کے لئے تعلیم الاسلام کے طور پر اسے تحریر کیا گیا ہے۔

کیا آج کے یہ سلفی غیر مقلدین اپنے اکابر کو بھی جاہل اور خلاف سنت عمل کرنے والا اور حدیث کا مخالف کہیں گے؟ ہے کسی غیر مقلد سلفی میں دم غم جو کہے کہ ہمارے اکابر صلوٰۃ کما راہتمونی اصلتی والی حدیث سے لاعلم تھے یا انہوں نے اس حدیث کے خلاف عورت کی نماز کا طریقہ اس رسالہ میں تحریر کیا ہے؟

عورت اور مرد کی نماز کا طریقہ بالکل ایک ہی جیسا ہے یہ بات وہی کہے گا جس کے دماغ میں گودا کی جگہ بھس ہوگا۔ اس لئے کہ سب کو معلوم ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازار مبارک نصف ساق (آدھی پنڈلی) تک رہا کرتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کنہ کے نیچے ازار لٹکا کر نماز نہیں پڑھی اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کیلئے ٹخنوں سے نیچے ازار کرنا حرام ہے، تو کیا غیر مقلدین اب اپنی عورتوں کو بھی اسی کی تعلیم دیں گے، اور صلوٰۃ کما راہتمونی اصلتی والی حدیث سنا کر اپنی عورتوں کو پنڈلی سے اوپر بیجامہ اور ساڑی پہنا کر نماز پڑھوائیں گے؟ ذرا غیر مقلدین بتلائیں کہ ان کی عورتیں کس طرح نماز پڑھتی ہیں، کیا ان کا پورا نماز میں نصف ساق (آدھی پنڈلی) تک ہوا کرتا ہے اگر نہیں تو صلوٰۃ کما راہتمونی اصلتی والی حدیث کے خلاف مستقل ان کے گھر میں عمل ہو رہا ہے اور یہ احمق دوسروں کو صلوٰۃ والی حدیث پر عمل کرانے کیلئے زور باندھتے ہوئے ہیں، ان کے گھر میں ان کی عورتیں کس طرح نماز پڑھتی ہیں اس کی ان کو فکر نہیں دوسروں کی فکر ہے۔

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر کھلے سر نماز پڑھا کرتے تھے، اب غیر مقلدین اپنی عورتوں کو صلوٰۃ والی حدیث سنا کر حج میں کھلے سر نماز پڑھائیں تو ہم جانتے ہیں کہ صلوٰۃ کما راہتمونی اصلتی والی حدیث پر ان کا عمل ہے؟

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک چادر میں بھی نماز پڑھی ہے، کیا غیر مقلدین اپنی عورتوں کو بھی صرف ایک چادر میں نماز پڑھنے کو جائز رکھیں گے؟

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر میں کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے اس کو بھی معلوم کر لیجئے۔ بخاری شریف اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ہے۔ واضعاً طرفین علی حائقیہ، یعنی چادر کا ایک کنارہ آپ کے ایک شانہ پر ہوتا اور دوسرا کنارہ دوسرے کاندھے پر ہوتا تھا، اب غیر متقلدین اپنی عورتوں کو مسجد اور گھر میں اسی طرح چادر کاندھے پر ڈلو کر نماز پڑھائیں کہ صلوا والی حدیث پر ان کا عمل معلوم ہو، اہل حدیث نام رکھ کر یہ غیر متقلدین بیل بنے پھرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ انکو احادیث کے معنی اور مفہوم کی ہوا بھی نہیں لگی ہوئی ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نماز سے سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے تھے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند آواز سے بکیر کہنے سے معلوم کیا کرتا تھا۔

اب غیر متقلدین اپنی عورتوں کو مسجدوں میں لیجا کر نماز ختم ہونے پر بلند آواز سے ذکر کہنے کی تعلیم فرمائیں۔ اور پھر یہ بھی بتلائیں کہ کس صحابی اور صحابیہ یا کس فقیہ اور کس محدث کا یہ فتویٰ ہے کہ عورتیں نماز ختم ہونے پر بلند آواز سے ذکر کریں گی، اور اگر کسی کا یہ مذہب معلوم نہ ہو تو بتلائیں کہ صلوا کہمارا یتقونی پر ان کا عمل کیوں نہیں ہوا، کیا یہ سارے صحابہ اور ساری صحابیات اور یہ سارے مجتہدین اور فقہاء اور یہ سارے محدثین اور ائمہ حدیث اس حدیث پاک کی مخالفت کرتے تھے؟

غیر متقلدین کا کام صرف فتنہ فساد پھیلانا اور سادہ لوح عوام کو اکابر اور اسلاف سے بدگمان کرنا ہے، آج ان کا طفل مکتب بھی بخاری شریف ہاتھ میں لئے پھرتا ہے، اور اسلاف و اکابر کے منہ آتا ہے، غیر متقلدیت آج کا عظیم فتنہ ہے، اللہ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ صلوا کہمارا یتقونی والی حدیث بلاشبہ صحیح ہے، مگر اس میں اصل خطاب مردوں

کو ہے۔ (۱)

عورت بھی اس میں ممتنا شامل ہیں مگر بہت سے احکام میں وہ مردوں سے الگ ہیں، نماز پڑھنے کا بیعت مردوں والا طریقہ ان کا نہیں ہے اور اس کی صراحت احادیث میں ہے، فقہائے کرام کی نگاہ ان تمام احادیث پر تھی اس وجہ سے ہر فقیہ امام نے عورتوں کے نماز کا طریقہ بیعت مردوں والا نہیں بیان کیا ہے بلکہ جن جگہوں پر عورتوں کا حکم الگ تھا اس کو الگ بیان کیا ہے مثلاً ایک حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا کہ دو عورتیں نماز پڑھ رہی ہیں تو آپ نے ان سے کہا کہ جب تم سجدہ کرو تو بدن کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے ملایا کرو۔ (بیہقی) مردوں کو بدن کھول کر پڑھنے کا حکم ہے مگر عورتوں کا حکم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلا رہے ہیں کہ وہ سمٹ کر نماز پڑھے۔ معجم طبرانی کی روایت میں ہے۔ حضرت وائل بن حجر کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنا ہاتھ اپنے کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنا ہاتھ اپنے پستان تک اٹھائے گی۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اذا مَجَلَّاتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَقْنِمْ فَخَلَّيْهَا۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر اور اپنی دونوں رانوں کو ملا کر سجدہ کرے۔

کنز العمال میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی ران سے چپکالے اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ پردہ ہو۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عورت کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کس طرح نماز پڑھے گی تو آپ نے فرمایا یا تجتمع وتحتفِز

منہ کز شیشہ کا ماشہ

اس وجہ سے اس حدیث میں جو صیغہ استعمال ہوا ہے، وہ مذکر کا ہے، مؤنث کا نہیں ہے، مذکر کا صیغہ استعمال کرنا ہی یہ دلیل ہے کہ اس حدیث پاک کے اصل مخاطب مرد ہیں حدیثیں نہیں ہیں۔

یعنی وہ اپنے کو جاکر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے سوال کیا گیا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں، تو آپ نے فرمایا پہلے چہل قدمی ہو کر پڑھا کرتی تھیں پھر ان کو حکم ہوا کہ خوب سمٹ کر نماز پڑھیں۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ اگر امام بھول جائے تو مرد تو سبحان اللہ کہیں گے مگر عورتیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں گی۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ لا تقبل صلوٰۃ الحائض الا بعد ما رین عورت کی نماز بلا سر ڈھکے درست نہیں ہے، مگر مردوں کا یہ حکم نہیں ہے، اگر مرد کھلے سر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز درست ہے، غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحب سبکی شرح میں لکھتے ہیں۔ والحديث يستدل به على وجوب ستر المرأة رأسها حال العتلا (تحفہ ص ۱۵۱ ج ۱) یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ عورت کا نماز کی حالت میں سر چھپانا واجب ہے۔ اب غیر مقلدین بتلائیں کہ کیا مرد کیلئے سر چھپانا واجب ہے؟ اگر نہیں تو پھر عورت اور مرد کی نماز میں فرق ہوا یا نہیں؟

مرد کیلئے ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہننا حرام ہے، اگر اس نے ٹخنہ کے نیچے کپڑا پہن کر نماز پڑھی تو اس کی نماز مکروہ ہوگی مگر عورت کے لئے ٹخنہ چھپانا اور پاؤں کے اوپر کا حصہ چھپانا نمازیں واجب ہے، ابو داؤد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر عورت قمیص اور اوڑھنی میں نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہو جائیگی؟ تو آپ نے فرمایا۔ اذا كان الدراع مابغاي غطي ظهره وقد ساهى یعنی نماز تب درست ہوگی جب اس کی قمیص اتنی لمبی ہو کہ اس کے پاؤں کے اوپر کا حصہ ڈھک جائے۔ اب غیر مقلدین فرمائیں کہ یہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے یا نہیں؟ معلوم نہیں غیر مقلدین کو یہ شوق کیوں سہا ہے کہ وہ عورتوں کو مرد بنائیں اور ان سے مردی والی نماز پڑھائیں، کیا انہیں معلوم نہیں کہ شریعت میں عہد قبلہ کو زیادہ سے

زیادہ باپردہ رہنے کا حکم ہے ، اور اپنے بدن کو چھپانے کا حکم ہے ۔ تو یہ غیر مقلدین نماز میں کیوں عورتوں کو بے پردہ بنانے پر اتار دے ہوئے ہیں ۔

حضرت علی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ تو یہ فرمائیں کہ فان المرأة في ذلك ليست كالرجل ، یعنی سجدہ و رکوع میں عورتوں کا حکم وہ نہیں ہے جو مردوں کا ہے اور غیر مقلدین یہ تبلیغ فرمائیں کہ نہیں عورتوں کو کبھی سجدہ اسی طرح سے کرنا ہے جس طرح مرد کرتے ہیں اس لئے کہ آنحضرت کا فرمان ہے کہ صلووا كما رأيتموني أصلي ۔ حضرت عطا تابعی تو یہ فرمائیں کہ ان للمرأة آھیستة لیست للرجل یعنی نمازیں عورتوں کا ایک خاص طریقہ جو مردوں سے الگ ہے ۔ (ابن ابی شیبہ) اور آج کے غیر مقلدین اس پر زور لگائیں کہ نہیں جناب عورت اور مرد کا نماز کا طریقہ ایک ہی ہے ، اور لوگوں کو صلووا والی حدیث سنا کر گمراہ کریں ۔

آپ خود اندازہ لگائیں کہ عورت کی نماز کا طریقہ صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہ و حدیث ، امام مالک ، امام شافعی ، امام احمد کو زیادہ معلوم تھا کہ آج کے غیر مقلدین کو ۔ اور آپ کس کی سنیں گے آج کے ان بد راہ غیر مقلدین کی یا اپنے اکابر و اسلاف اور صحابہ و تابعین کی ۔

آج کے یہ غیر مقلدین نماز کے بارے میں یہ زور دکھلا رہے ہیں کل کے دن یہ حج کے بارے میں بھی زور دکھلائیں گے کہ جیسے مرد حج کرتا ہے ویسے ہی عورت بھی حج کرے اور سر کا بال عورت بھی منڈائے ، اور بلیک زود سے عورت بھی کہے اور سعی میں عورت بھی دوڑ کر چکر لگائے ، اور طواف میں عورت بھی رمل کرے ، ان غیر مقلدوں کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے کب بہک جائیں ، آپ خوب سمجھ لیں کہ جس طرح شریعت میں عورت کا طریقہ بعض احکام میں الگ ہے اسی طرح نمازیں بھی ان کا طریقہ بعض احکام میں الگ ہے ۔ شریعت نے عورتوں کے لئے حج اور نماز دونوں میں زیادہ سے زیادہ باپردہ ہونے کا خیال رکھا ہے ۔ اس لئے کہ عورت اور اس کے بدن کا ہر حصہ عورت ہے

سوائے اس حصہ کے جس کے کھلا رکھنے کی شریعت میں انکو اجازت ہے۔  
 آخر میں آپ سے گزارش ہے کہ آپ اکابر و اسلاف کی راہ پر رہیں، صحابہ و تابعین  
 کی راہ پر رہیں، اسی میں خیر ہے، اسی میں بھلائی ہے۔ دین و ایمان کی سلامتی اسی میں  
 ہے، غیر مقلدین کلمات پر قطعاً دھیان نہ دیں اللہ نے ان کو دین کی فہم سے محروم کر رکھا ہے  
 اکابر و اسلاف کی راہ سے ان کے راستہ کو الگ کر دیا ہے، اسلئے آپ ان کی صحبت سے  
 بچیں اور ان کی سنی باتوں کو ان سنی کر دیں۔

اس تحریر کے بعد بھی اگر کوئی غیر مقلد آپ سے اس بارے میں لڑے جھگڑے تو  
 اس سے دو تین سوال کریں۔

- (۱) آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے سر نماز پڑھا ہے۔
- غیر مقلدین اپنی عورتوں کو کھلے سر نماز پڑھنے کو کیوں جائز نہیں کہتے ہیں؟
- (۲) آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصف ساق نمازیں کھلی رہتی تھیں
- کیا غیر مقلدین کی عورتیں اپنی پنڈ لیاں کھول کر نماز پڑھتی ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟
- صلو والی حدیث پر غیر مقلدین اپنی عورتوں کو کیوں نہیں عمل کراتے۔

(۳) بخاری شریف کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 سلام پھیر کر کے بلند آواز سے تکبیر کہا کرتے تھے اور بعض دوسرے اذکار بھی بلند آواز سے  
 پڑھا کرتے تھے۔ کیا غیر مقلدین اپنی عورتوں کو اسی کی تعلیم کرتے ہیں اور ان کی عورتیں بھی بلند آواز  
 سے سلام پھیر کر تکبیر کہا کرتی ہیں اور ذکر کرتی ہیں؟ اگر نہیں تو صلوا والی حدیث کہاں چلی گئی  
 اور اس پر ان کا عمل کیوں نہیں ہے، آپ ان سے یہ تین سوال کریں پھر ان کا تیرہ کم دیکھیں۔  
 آپ خطاط تھا پھر فون پر اپنے جملہ ہی اس موضوع پر لکھنے کا اصرار کیا، بعض اجانب نے گھر گھر گزانا  
 سے بھی اس موضوع پر لکھنے کا اصرار کیا تھا، اسلئے رمضان ہی میں جس میں ہوا میرا لکھنے پڑھنے کا لامبند  
 رہا ہے آپ حضرات کی خواہش کے احترام میں یہ معروضات قلم برداشتہ پیش کر دی گئی ہیں، خدا کرے آپ کیلئے  
 اور دوسرے نازم کے قارئین کیلئے یہ تحریر مفید ثابت ہو۔ والسلام محمد ابوبکر غازی سوہری

مولانا محمد الدین نور الدین لاہوری

دوسری قسط

## مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کتاب ”رسول اکرم کی نماز“

### ایک نظر پر

فرماتے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب :

”وضو سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھے“ ۱۶

شیخ الحدیث صاحب نے ذکر کی بسم اللہ کے ضرور پڑھی جانے والی حدیث اور گزر گئے  
چپکے سے، اگر کرتے ذکر اس حدیث کو تو ظاہر ہوتا کہ وہ ہے حدیث ضعیف، فرماتے ہیں  
امام ترمذی۔

لا اعلم فی هذا الباب حدیثاً یعنی اس بارے میں کوئی عمدہ سند والی  
لہذا اسناد جید (ترمذی) حدیث میرے علم میں نہیں ہے۔

ناظرین دیکھیں کہ ضعیف حدیث سے بسم اللہ کو وضو میں ضروری قرار دیا جا رہا ہے۔  
فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب

”وضو کے اعضاء کو تین دفعہ سے زائد نہیں دھونا چاہئے ایک یا دو دفعہ

دھونا بھی درست ہے بشرطیکہ صفائی ہو جائے،“ ۱۷

وضو، اعضاء کی صفائی کے لئے ہوتا ہے، چو غوب، اعضاء وضو کی صفائی تو کبھی  
تین دفعہ سے بھی نہیں ہوگی۔



حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وضو ایک مرتبہ بھی کیا،  
دو مرتبہ بھی اور تین مرتبہ بھی۔ (ترمذی)

آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اور دو مرتبہ وضو کے صحیح ہونے کے لئے  
اعضاء وضو کی صفائی کی کوئی قید نہیں لگائی۔

اور سلفی صاحب کی شریعت یہ ہے کہ ایک مرتبہ اور دو مرتبہ وضو اسی وقت  
درست ہو گا جب اعضاء وضو کی صفائی ہو جائے، اس کا نام ہے اجتہاد ماشاء اللہ  
چشم بد دور۔ مگر مجتہدین میں بود و کار دیں تمام خواہ شد۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب :

• شرم گاہ کو ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ۔ ۱۸

اور کیوں نہیں ٹوٹتا تو ان کا خیال ہے کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔  
اب آئیے دیکھئے کہ شیخ الحدیث صاحب کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے۔

بسرہ بنت صفوان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا من می  
ذکرا فلا یصل حتی یتوضأ یعنی جس نے اپنی شرم گاہ کو چھوا تو نماز نہ پڑھے  
جب تک وضو نہ کرے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن صحیح یہ حدیث حسن صحیح ہے  
اور اس روایت کی شرح میں مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں۔ فیہ دلیل علی ان  
من الذکا ینقض الوضوء (تحفہ ۲۱۹) یعنی اس میں دلیل ہے کہ شرم گاہ کا  
چھونا وضو کو توڑ دیتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی صحیح حدیث کو غیر صحیح کہنا بڑی جرات  
کی بات ہے، کیا اس قسم کی باتوں سے رسول اکرم ﷺ کی نماز سکھائی  
جائے گی۔ نواب وحید الزماں فرماتے ہیں۔ ینقض بفس الذکا (نزل اللہ بار ۱۹)  
یعنی شرم گاہ کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

غیر مقلدین کے ہاتھ میں فیصلہ ہے کہ وہ اپنے ان مجتہدوں میں سے کس کی بات مان کر رسول اکرم کی نماز سیکھیں گے۔ (معلوم ہوتا ہے کہ سلفی شیخ احمدیث صاحب امام ابو حنیفہؒ کی تقلید میں یہ کہہ گئے ہیں) فرماتے ہیں شیخ احمدیث صاحب نماز کے بیان میں :  
 ”احادیث میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے، فرائض، سنن، مستحبات تک کا بیان فرادیا گیا ہے۔“ ص ۱۹

جی ہاں ہم بھی منتظر ہیں کہ احادیث رسول سے نماز کے فرائض، سنن، مستحبات وغیرہ کا بیان شیخ احمدیث صاحب ثابت کریں گے، اور حدیث رسول میں فرائض سنن مستحبات کی تصریح دکھلائیں گے، اگر شیخ احمدیث صاحب نے ایسا کر دیا تو امت پر احسان عظیم ہوگا اور لوگ فقہ سے مستغنی ہو جائیں گے۔

فرماتے ہیں شیخ احمدیث سلفی صاحب بعد نقل کرنے چند احادیث کے :  
 ”ان آثار و احادیث سے ظاہر ہے کہ نماز اسلام کا ایک رکن ہے اس کا ترک کرنا کفر ہے، نماز کے تارک کو کافر و مشرک فرمایا گیا ہے۔“ ص ۲۱

دراودہ حدیث پیش فرمادیں جس میں نماز کے تارک کو مشرک کہا گیا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ سلفی شیخ احمدیث کو کفر اور شرک کا فرق بھی معلوم نہیں، اور شوق ہوا ہے کہ اجتہاد کریں گے، اور دوسروں کو رسول اکرم کی نماز سکھلائیں گے۔

اس کے بعد شیخ احمدیث سلفی صاحب نے کفر کی دو قسم قرار دی ہے، کفر عملی و کفر اعتقادی اور تارک صلوٰۃ کو کفر عملی والا قرار دیا ہے، شیخ احمدیث صاحب سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ ایک صرف ایک حدیث پیش کر دیں جس میں آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کی ان قسموں کا ذکر فرمایا ہو، انشاء اللہ شیخ احمدیث صاحب سرچشک کر رہ جائیں گے مگر اس کا ثبوت وہ حدیث سے نہیں پیش کر سکتے، کفر کی یہ تقسیم شیخ احمدیث سلفی صاحب کی اپنی رائے ہے، اور دین میں رائے سے جو بات کہی جائے وہ حرام ہے مذہب شیخ احمدیث میں۔

شیخ احمدیث سلفی صاحب نے اذان و اقامت کے بیان میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا کہ

حدیث میں ان کا حکم کیا ہے، یہ فرض ہیں، واجب ہیں، سنت ہیں، مستحب ہیں، ان کے تارک کا کیا حکم ہے، بلا اذان و اقامت نماز درست ہوگی یا نہیں، ان تمام تفصیلات سے شیخ الحدیث صاحب نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

اب کوئی بتلائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے صحیح طریقہ کی طرف کتاب و سنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی کیسے ہوگی، شیخ الحدیث صاحب نے یہ بھی نہیں بتلایا کہ اذان اور اقامت کے وقت کانوں میں انگلی ڈالی جائے گی یا بلا انگلی ڈالے اذان و اقامت ہی جائیگی یا صرف اذان میں انگلی ڈالی جائے گی اور اقامت میں نہیں، یعنی نماز و اقامت کا پورا مسئلہ بھی نہیں بیان کیا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی پوری نماز ہم جاہل کیسے سیکھیں گے۔

شیخ سلفی صاحب نے اذان کے بعد کی دعا نقل کی ہے مگر کہیں اس کا حکم نہیں بیان کیا ہے کہ آیا اذان کے بعد کی یہ دعا بطور فرض پڑھی جائے گی یا بطور سنت یا بطور مستحب یا بطور مباح۔ حالانکہ جب تک کہ اس کا حکم نہ بتلا دیں یہ کتاب نماز کے بیان میں ناقص رہے گی۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب :

حی علی الفلاح کے بعد موزن الصلوة خیر من النوم کہے ص ۳

الصلوة خیر من النوم کہے تو کیسے کہے بطور فرض کہے یا بطور سنت یا بطور مستحب ہیں حدیث سے اس کا حکم تو نکال کر بتلائے، یہ کیسے شیخ الحدیث صاحب ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھلا رہے ہیں اور عمل کا حکم بتلاتے ہی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے حضرت بلال سے فرمایا۔

فجر کے سوا کسی وقت تشویب مت کہو ص ۳۱

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد واضح کر رہا ہے فجر کی نماز میں تشویب ضروری ہے، تو کیا آپ کے یہاں تشویب کا حکم اور فاتحہ پڑھنے کا حکم ایک ہی ہے، براہ کرم اس کو حدیث کی روشنی میں واضح تو فرمائیں۔

شیخ الحدیث صاحب نے نماز یا جماعت کے بارے میں بہت سی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

اللہ ان کو جہانے خیر دے، مگر صاف صاف کھل کر نماز باجماعت کا حکم نہیں بیان فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے۔ آخر مسلک اہل حدیث میں یہ ہے کیا، فلاں امام واجب سمجھتا ہے اور فلاں امام واجب نہیں سمجھتا ہے، اس سے آپ کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ مذہب اہل حدیث سے لوگ کیسے واقف ہوں گے۔ نماز کے بارے میں کتاب تالیف فرما رہے ہیں، اور نماز باجماعت کا حکم بیان کرنے سے آپ گریزاں ہیں، آپ صریح اور صحیح حدیث سے نماز باجماعت کا حکم بیان فرمائیے، اپنی رائے کا اظہار مت فرمائیے اگر آپ کی رائے ہی دین ہوگی تو ہم ائمہ مجتہدین کو آپ پر مقدم رکھیں گے۔

شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں:

۲۲۔ بہر حال جماعت واجب ہو یا سنت اس کا بلا مذہب تارک باتفاق ائمہ مجتہد ہے۔  
یعنی آپ کا اپنا کوئی فیصلہ نہیں ہے، ابھی آپ کو یہی نہیں پتہ کہ جماعت واجب ہے یا سنت، اور اس پر شوق ہوا ہے نماز کے بارے میں کتاب تالیف کرنے کا، ٹھیک فرماتے ہیں مولانا محمد امجد علی ابوبکر غازی پوری صاحب کہ غیر مقلدیت اختیار کر کے کوئی صحیح نماز بھی نہیں پڑھ سکتا، اور نہ کوئی غیر مقلد نماز کے مسائل کو صحیح حدیث سے ثابت کر سکتا ہے، رفع یدین، آمین بالجہر میں ساری ملاحیتیں ان کی صرف ہو گئیں اور ان کے شیخ الحدیث صاحب تک کو احادیث کی روشنی میں جماعت کا حکم نہیں معلوم ہو سکا۔

یہ شیخ الحدیث صاحب اس کتاب میں ”درست ہے۔“ ”درست نہیں ہے“ کی رٹ بہت لگائے ہوئے ہیں، مگر اہل علم جانتے ہیں کہ شرعی مسائل میں اس قسم کے الفاظ سے کام نہیں چلتا، درست ہے نا درست ہے، سے مسئلہ کا حکم نہیں معلوم ہوتا ہے، درست ہے لہذا درست ہے تو اولیٰ اور غیر اولیٰ کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔

۲۳۔ شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ: بلا مذہب جماعت چھوڑنا درست نہیں ہے۔

اس درست نہ ہونے کا کیا مطلب ہے، حرام ہے یا اولیٰ نہیں ہے، صاف صاف جماعت کا حکم صحیح حدیث سے واضح کیجئے، ورنہ چھوڑ دیجئے نماز کے بارے میں کتاب لکھنے کا شوق۔

امامت کے بیان میں امام سلفی صاحب ایک ضعیف حدیث نقل کر کے جس کا مضمون یہ ہے کہ امام بہتر آدمی کو بنانا چاہئے۔ فرماتے ہیں

» اس سے ظاہر ہے کہ امام مقرر کرتے وقت بہتر آدمی کا انتخاب کرنا چاہئے۔  
پھر فرماتے ہیں۔ حدیث کو ضعیف ہے لیکن صحیح احادیث سے اس کے مضمون کی تائید ہوتی ہے « ص ۲۶

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ سلفی شیخ الحدیث صاحب بلا تکلف ضعیف حدیث سے استدلال کر رہے ہیں، اور لوگوں کو تسلی دیتے ہیں کہ صحیح احادیث سے اس کے مضمون کی تائید ہوتی ہے، اگر صحیح حدیث تھی تو اس کو پیش کرنے میں شرم کیوں آرہی تھی۔ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے ضعیف حدیث سے استدلال کرنا آپ کے مذہب میں جائز کب سے ہو گیا۔ اچھا آپ فرمائیے

(۱) ایک آدمی خوب صورت ہے اور ایک بد صورت اور دونوں ہی امام ہونے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، تو آپ امام کس کو بنائیں گے ؟  
(۲) ایک آدمی معلوم النسب اور شریف النسب ہے اور دوسرا مجہول النسب اور عرف عام میں شریف النسب نہیں کہلاتا بقیہ اوصاف میں دو برابر ہیں، آپ امام کس کو بنائیں گے ؟

(۳) ایک آدمی خوش آواز ہے اور ایک کمرہ الصوت (بد آواز) ہے بقیہ اوصاف میں دو لون برابر ہیں، آپ امام کس کو بنائیں گے ؟

سردست ان تین آدمیوں کے بارے میں آپ فیصلہ فرمادیں کہ امامت کا مستحق ان تینوں میں سے (دونوں کے اقراء، اعلم و دارع اور ہم عمر ہونے کی شکل میں) زیادہ کون ہے ؟ (جعلوا ائمتکم خیارکم) (اچھے لوگوں کو امام بناؤ) والی حدیث کو سامنے رکھ کر جواب دیں۔

شیخ الحدیث سلفی صاحب فرماتے ہیں

یا جماعت نمازیں امام کی اقتدا ضروری ہے۔ ص ۲۸

ضروری ہونے کا کیا مطلب ہے، فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، ہمارے شیخ الحدیث صاحب اس کی وضاحت نہیں فرماتے ہیں، معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھانے کا دعویٰ ہے، اور حال یہ ہے کہ نہ حدیث سے کسی عمل کی فرضیت ثابت کرتے ہیں، نہ اس کا وجوب اور نہ اس کا سنت ہونا۔ بس ضروری ہے، درست ہے، درست نہیں ہے، اس قسم کے الفاظ بول کر چلتے بن رہے ہیں۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب

حضرات اہل حدیث اور دوسرے موجد گروہ بھی اس غلطی میں از اول تا آخر

مبتلا ہیں۔ ص ۲۱

غیر مقلدین حضرات ہند و پاک میں اہل حدیث کے سوا دوسرے موجد گروہ کی تفصیل فرمائیں، کم ہوگا، نوازش ہوگی، معلوم ہوگا کہ صرف غیر مقلدین ہی موجد نہیں ہیں بلکہ ہند و پاک میں دوسرے موجد بھی اکھنڈ موجود ہیں۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب

نمازیں اطمینان بے ضروری ہے۔ ص ۲۲

بے ضروری ہے کا کیا مطلب، رکن ہے، فرض ہے، واجب ہے، سنت ہو کہ ہے، مستحب ہے، آخر آپ اس کی وضاحت کیوں نہیں فرماتے، گول مول مسئلہ بتلانا، عوام کو گمراہ کرنا ہے، کسی نے اطمینان سے نماز نہیں پڑھی تو نماز فاسد ہوگی، باطل ہوگی، یا ناقص ہوگی، سجدہ سہو سے اس کا نقصان پورا ہوگا یا نہیں، ان ساری تفصیلات کا علم ضروری ہے، شیخ الحدیث سلفی صاحب فرماتے ہیں،

”پہلی اور تیسری رکعت سے اٹھے تو تھوڑی دیر ٹھہر کر اٹھے اسے جلسہ استراحت

کہا جاتا ہے۔ ص ۲۳

یہاں بھی وہی تجاہل عارفانہ، حدیث کی روشنی میں جلسہ استراحت کا کیا حکم ہے،

واجب ہے ، فرض ہے ، سنت ہے ، حدیث میں جو اس کا حکم ہو اس کو آپ بیان کریں ، کیسے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب جن کو شوق ہوا ہے نماز کے بارے میں کتاب لکھنے کا ۔ ایک بات شیخ الحدیث سلفی صاحب نے صحیح فرمائی ان کا کہنا یہ ہے کہ نماز کے بعض ضمنی مسائل میں قدیم زمانے سے اختلاف چلا آیا ہے اور

۔ یہ اختلاف عموماً اس قدر دیرینہ ہیں کسی تحقیق اور ترجیح کو بھی حرف آخر

نہیں کہا جاسکتا " ص ۴۴

سن لیں کان کھول کر کہ غیر مقلدین زمانہ حاضر ، کیا ارشاد ہے ان کے سلفی صاحب کا ، اور پھر نہ کریں اپنی بکو اس کہ جو طریقہ نماز انہوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ ہی صحیح ہے ۔

چٹکیاں لیتی ہے فطرت چیخ اٹھتا ہے منیر

کوئی کتنا ہی حقیقت سے گریزاں کیوں نہ ہو

فرماتے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب

" زباں سے نیت باتفاق ائمہ منع ہے " ص ۴۵

سوال یہ ہے شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کہ ائمہ کے اقوال دینی و شرعی مسائل میں آپ

کے یہاں معتبر ہیں ؟ حرام و حلال ، جائز اور ناجائز بتلانے کا حق مقلدین مذہب ہیں ائمہ

کو کب سے دے دیا گیا ہے ؟ کفر و شرک والا یہ کام آپ کے مذہب میں بھی جائز قرار

پایا گیا اور ائمہ کو اربابا من دون اللہ بنالیا گیا ۔

آپ اہل حدیث ہیں ائمہ کو مت دیکھئے وہ حدیث پیش کیجئے جس سے صاف صاف

معلوم ہو کہ زبان سے نیت کرنا حرام ہے ، ائمہ کیا کہتے ہیں اس کو مقلدین کیلئے رہنے دیجئے ۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب ،

" نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی لفظ زبان سے نہیں

کہنا چاہئے " ص ۴۵

یہ آپ کا فیصلہ ہے یا رسول اللہ کا حکم ، اگر آپ کا فیصلہ ہے تو ہمیں قبول نہیں ،

آپ کون ہیں دین کے بارے میں اپنی رائے سے فیصلہ سنانے والے، اور اگر یہ حدیث کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر پیش کیجئے وہ حدیث، ہم بھی دیکھیں آپ کی شیخ الحدیث، و الحدیث، و نہ چپ رہتے بیچ شریعت بات کہنے سے اور اپنی رائے دینے سے کہ نکل جاتاہے آدمی کرنے والا یہ کام اہل حدیث مذہب سے۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث صاحب

نماز میں مل کر کھڑے ہونا چاہئے۔ ۴۵

یہ چاہئے اور یہ نہ چاہئے کاراگ آپ بہت لاپتہ ہیں، اس کو اس کو ختم کر کے بتلائیے کہ نماز میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم از روئے حدیث کیا ہے، واجب ہے، فرض ہے رکن ہے، سنت ہے، مستحب ہے، اس کا جو حکم صاف صاف حدیث میں بیان کیا گیا ہو اس کو بتلائیے تاکہ عوام کو صحیح صورت حال سے آگاہی ہو اور مسئلہ کا واضح حکم معلوم ہو۔

فرماتے ہیں شیخ الحدیث سلفی صاحب

”تمام ائمہ کے نزدیک مل کر کھڑے ہونا سنت ہے، ۴۶

مہربان من سلفی شیخ الحدیث صاحب تمام ائمہ کے نزدیک کیا ہے اور کیا نہیں ہے اس کو جانے دیجئے، ان ائمہ کے منہ پر اس کو مار دیجئے، آپ فرمائیے کہ حدیث میں مل کر کھڑے ہونے کو فرض کہا گیا ہے، یا سنت، واجب یا مستحب، حدیث میں جو اس مسئلہ کا صریح حکم ہو اس کو آپ بتلائیں، یہ کتاب آپ کے دعویٰ کے مطابق حدیث و قرآن کی روشنی میں لکھی گئی ہے، اور رسول اکرم کی نماز سکھلانے کا آپ کو دعویٰ ہے، بس بات صرف حدیث و قرآن کی کیجئے، ائمہ کے دامن میں پناہ نہ لیں، یہ کام ان کے متعلقین کریں گے، ہاں تو شیخ الحدیث صاحب کیا کہتے ہیں آپ بیچ اس مسئلہ کے کہ نماز میں مل کر کھڑا ہونا واجب ہے، فرض ہے، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب ہے، مباح ہے؟



# غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں صاحب کے کچھ قابل غور ارشادات

نواب وحید الزماں حیدر آبادی صاحب غیر مقلدین کی جماعت میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، ان کا بڑا کارنامہ صحاح ستہ کا اردو میں ترجمہ ہے، جن سے غیر مقلدین استفادہ کرتے ہیں اور ان کے اس کارنامہ کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔ ذیل کی سطحوں میں ان کے کچھ ارشادات گرامیہ و عالیہ نقل کئے جاتے ہیں ان سے غیر مقلدین کے اکابر کے مذہب و عقیدہ کے بارے میں قارئین زمزم کو کچھ مزید معلومات حاصل ہونگی، ذیل کے اقتباسات نواب صاحب کی کتاب تیسرا باری ہے حاصل کئے گئے ہیں جو بخاری شریف کا ترجمہ ہے اور اس پر ان کے توضیحی ارشادات ہیں۔

(۱) تمام فقہاء و جمہور صحابہ و تابعین سے قیاس منقول ہے

بخاری شریف میں باب من شیعہ اصلاً معلقاً الخ قائم کیا گیا ہے۔ نواب صاحب

اس کے ذیل میں فرماتے ہیں:

۔ اسی کو قیاس کہتے ہیں باب کی دونوں مدیشوں سے قیاس کا جواز نکلتا ہے،

تمام فقہاء نے قیاس کے جواز پر اتفاق کیا ہے جب اس کی ضرورت ہو اور

جمہور صحابہ و تابعین سے قیاس منقول ہے، اور اوپر جو امام بخاری نے

دلئے اور قیاس کی خدمت بیان کی ہے اس سے مراد ہی قیاس اور رائے ہے جو فاسد ہو لیکن قیاس صحیح شرائط کے ساتھ وہ بھی حدیث اور قرآن میں وہ مسئلہ صراحت کے ساتھ نہ ملے اکثر علماء نے جائز رکھا ہے اور بغیر اس کے کام چلنا دشوار ہے۔ (تیسرے بار جلد چہارم ص ۳۴)

منہزم !

مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم بغیر قیاس کے بھی کام چلا لیں گے، جو چیز شرعاً ناجائز ہو اور جس کے قائل جمہور صحابہ و تابعین ہوں اور جس کے جواز پر تمام فقہاء کا اجماع ہو، اس کو ناجائز بتلانا دین میں تحریف ہے اور بہت بڑا گناہ ہے، افسوس آج کے غیر مقلدین اسی گناہ پر مصر ہیں۔

## (۲) غیر مقلدین امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور دوسرے اولیاء اللہ کی توہین کرتے ہیں

بخاری شریف میں باب ہے باب کیف الامم اذا لم تکن جماعۃ کے تحت حضرت ذہب بن یمان کی فتنہ والی حدیث حضرت امام بخاری نے ذکر کی ہے، نواب صاحب اس کے تحت لکھتے ہیں :

”میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس حدیث سے واللہ اعلم یہ ہے کہ ایک زمانہ تک جو فقہ میرے وقت میں ہے یہی چلتا رہے گا اور بعد ازاں قائم رہے گی، بعض لوگ کتاب و سنت کی پیروی کرتے

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا نقشہ ہوگا اور صرف بعض ہی لوگ کتاب و سنت کی پیروی کرتے رہیں گے؟ کیا خوب! بعض لوگ تو ہر زمانہ میں ایسے رہے ہیں جو کتاب و سنت کی پیروی کرنے والے رہے ہیں۔ جیسے خود نواب صاحب اپنے زمانہ تیرہویں صدی میں مشائخ کا

رہیں گے جیسے مسئلہ ہجری تک (۲) اس کے بعد برائی پیدا ہوگی، یعنی لوگ تقلید شخصی میں گرفتار ہو کر کتاب و سنت سے بالکل منہ موڑیں گے بلکہ کتاب و سنت کی تحصیل چھوڑ دیں گے (۱) کتاب و سنت کے بدلے دوسری کتابیں پڑھنے لگیں گے، دینی مسائل جو من قرآن و حدیث کے ان کتابوں سے نکالے جائیں گے جیسے شرح منہاج، شرح لمعہ در مختار، ہدایہ، شامی، طحاوی، قہستان کیدانی وغیرہ سے (۲) پھر ایک مدت دراز گزرنے پر لوگ ذرا قرآن و حدیث کی طرف مائل ہوں گے، اور تقلید شخصی کا بھنڈا پھولے گا (غالباً پھوٹے گا) یہ لوگ اہل حدیث کہلائیں گے (۳) ان میں بھلائی ہوگی مگر خالص بھلائی نہ ہوگی، کچھ کچھ تقلید کی ظلمت ان میں باقی رہے گی، مثلاً دیکھو

زمانہ تو خلفائے راشدین کا زمانہ تھا، نواب صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر خلیفہ راشد حضرت علی کے زمانہ تک جو خیر القرون کا زمانہ کہلاتا ہے، صرف بعض ہی لوگ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے تھے بقیہ سارے لوگ معاذ اللہ کتاب و سنت کو چھوڑ چکے تھے، یہ سارے لوگ کون تھے یعنی ہمایہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم، غیر مقلدین کے علماء اپنی اس فہم و بصیرت پر ناز کرتے ہیں اور تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں۔

(۱) ماشاء اللہ کیا تحقیق اس وقت ہے، یعنی نواب صاحب کے کہنے کے مطابق تقلید شخصی مسئلہ ہجری سے پیدا ہو گئی تھی اور اسی زمانہ سے لوگ (جو ہمایہ کرام اور تابعین کا زمانہ تھا) تقلید شخصی میں گرفتار ہو گئے تھے اور کتاب و سنت کو صحابہ و تابعین نے بالکل چھوڑ دیا تھا، ماشاء اللہ بخاری شریف کے ایسے ہی محققین و شارحین ہونگے۔ چلو اب غیر مقلدین یہ شور مچانا ختم کر دیں گے کہ تقلید اور تقلید شخصی کی بدعت چار سو صدی کے بعد کی ہے۔ مقلدین کو کچھ تو عافیت نصیب ہوئی۔

(۲) ماشاء اللہ کیا تحقیق ہے ساری کتابیں مسئلہ میں وجود میں آگئی تھیں حتیٰ کہ بارہویں صدی والی شامی بھی۔ (۳) چلو اس سے جاہل اہل حدیث کے وجود کی تاریخ بھی معلوم ہو گئی کہ یہ جاہل کب پیدا ہوا ہے۔

اس وقت میں جو ایک جماعت اہل حدیث کہلاتی ہے وہ باوجود دعوائے  
اتباع سنت کبھی کبھی اپنے علماء کے جیسے ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ اور  
شوکانی اور مولانا اسماعیل شہید ہیں ایسے مقلد بناتے ہیں کہ ان کی رائے  
کے خلاف دلیل بیان کرنے والے کی دلیل نہیں سنتے یہی ظلمت و تاریکی  
ہے، یا اگلے ائمہ دین جیسے امام ابو حنیفہ امام شافعی وغیرہ ہیں یا دوسرے  
اولیاء اللہ یا صوفیائے کرام ان کی توہین کرتے ہیں۔  
(تیسرے بار بار جلد نہم ص ۱۴۸)

نہزم !

نواب صاحب کے یہ ارشادات عالیہ تحقیقات کے اعلیٰ شاہکار ہیں، خالص سونے کے  
پانی سے ان کو کھنا چاہئے، اگر کسی کے نزدیک کسی جاہل کی حیثیت کا اعلیٰ شاہکار ہوں  
تو وہ جانتے اور اس کا کام مگو نہزم کا خیال ہے نواب صاحب کی آخری بات بالکل سچ ہے  
ائمہ کرام کی توہین اور ادیانِ عظام کی شان میں بدگوئی آج کے غیر مقلدین کی خاص پہچان ہے  
جو عربی و فارسی کی ابجد سے بھی جاہل ہوتا ہے وہ بھی اپنے کو امام ابو حنیفہ سے بڑھا ہوا سمجھتا  
ہے اور اس کا جوش اتباع سنت مجدد الف ثانی سے بھی بڑھا ہوتا ہے۔

(۳) نواب وحید الزماں حیدر آبادی کا

امام بخاری کی روح کی طرف رجوع

امام بخاری نے باب لایجو نہ نکاح المکسلا قائم کیا ہے، اور اس کے تحت  
سورہ نور کی آیت کریمہ وَلَا تَكْرِهْ قُلُوبُكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ والی آیت نقل کی ہے، اس  
پر نواب صاحب لکھتے ہیں :

”اس آیت کا تعلق اس باب سے کچھ نہیں کہلتا“

پھر لکھتے ہیں :

.. میں کہتا ہوں کہ غرض امام بخاری کی یہ ہے کہ جب لونڈی کو لونڈی کے خلاف مرضی پر چلنا منع ہوا حالانکہ وہ لونڈی ہے تو آزاد شخص کے خلاف مرضی پر چلنا زبردستی کو نکاح پر مجبور کرنا حالانکہ وہ نکاح اور تاہل سے بچنا چاہتا ہے کیونکہ جائز ہو گا۔ یہ مطلب مجھ پر اس وقت ظاہر ہوا جب امام بخاری کی روح کی طرف رجوع ہوا اور میں نے آپ سے کہا آپ جو بتائیں گے وہی لکھ دوں گا، اس وقت وقفہ میرے دل میں یہ مطلب ظاہر ہوا۔

(اینگا ص ۲۰ جلد نہم)

نہم !

اب اس سے بڑھ کر غیر مقلدین کو حیات ادبیاء و حیات انبیاء کی دلیل اور کیا چاہئے،  
نہ مردہ کی طرف رجوع کیا سکتا ہے نہ مردہ سے بات چیت ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام بخاری قبر شریف میں زندہ ہیں اور ان سے بات چیت کی جا سکتی ہے اور مشکلات میں ان کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے، نواب صاحب کا غلطی نمونہ سامنے ہے۔  
اب دیکھئے کہ موجودہ دور کے سلفین نواب صاحب کی بات کو تسلیم کر کے حیات ادبیاء و حیات انبیاء کے قائم ہو جاتے ہیں یا اپنے نواب صاحب پر کفر و شرک کا فتویٰ جڑتے ہیں۔

تبرکاتِ انبیاء و صالحین سے  
برکت حاصل کرنا

(۲)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے جس میں آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مستعمل چیزوں کا ذکر ہے مثلاً آپ کی زرہ، عصا، تلوار، پیالہ، انگوٹھی وغیرہ، اسی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اشیاء کا ذکر ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین وغیرہ برکت حاصل کرتے تھے۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال آپ کا جوتا اور

برتن وغیرہ۔ خود بخاری لکھتے ہیں۔ مہایت برکات اصحابہ وغیرہ بعد وفات۔  
یعنی ان اشیاء کا ذکر جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد غفلتے راشدین  
وغیرہ برکت حاصل کرتے تھے۔

اس باب کے تحت نواب وحید الزماں صاحب اپنے تشریحی نوٹ میں فرماتے ہیں :  
” آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چیزیں تبرک تھیں، اس باب سے یہ بھی  
ثابت ہوتا ہے کہ سینہ سرون اور ادلیاء کی چیزوں سے برکت حاصل کر سکتے  
ہیں “ (تیسرا باباری جلد چہارم ص ۲۵۳)

ناہضم !

اہل سنت و الجماعت کا تو یہی عقیدہ ہے جیسا کہ نواب صاحب نے فرمایا۔ مگر موجودہ  
دور کی سلیفت کو انبیاء اور ادلیاء کی چیزوں سے سخت چڑھ ہے۔ وہ ان سے برکت حاصل  
کرنے کو شرک قرار دیتی ہے، اس لئے نواب صاحب کا یہ فرمان اس کی نگاہ میں دعوت  
الی الشریک ہوگا۔

## (۵) وحدۃ الوجود اور شیخ ابن عربی

نواب وحید الزماں صاحب کی وحدۃ الوجود کے بارے میں تحقیق ملاحظہ فرمائیے۔  
فرماتے ہیں نواب صاحب :

” سب اشیاء کا وجود خارجی اس کے (اللہ کے) وجود کا ایک سایہ ہے وہ  
جب چاہتا ہے جس پر چاہتا ہے یہ سایہ ڈالتا ہے، پھر جب وہ چاہتا ہے  
سایہ اٹھا لیتا ہے۔ ” وحدۃ الوجود “ کے یہی معنی ہیں کہ اصل اور مستقل وجود  
اللہ سبحانہ کل ہے، دوسری مخلوقات اس کے پر تو سے موجود ہیں، سایہ اور  
پر تو ہمیشہ اس چیز کا غیر ہوتا ہے جس کا سایہ ہو مثلاً آدمی کا عکس جو  
آئینے میں پڑتا ہے وہ آدمی کا غیر ہے خود وہ آدمی آئینے میں نہیں سما جاتا،

اس لئے مخلوق مخلوق ہے اور خدا خدا دونوں میں اتحاد نہیں ہے ...  
 ..... جو صوفیہ وجودیہ اہل اسلام میں گزرے ہیں ان سب کی  
 وحدت وجود سے یہی غرض ہے کہ وجود ایک ہی ہے یعنی خداوند کریم  
 کا وجود باقی سب وجودات اسی وجود کے عکس ہیں لیکن حقیقتیں  
 جدا جدا ہیں، صوفیہ وجودیہ میں سے حضرت شیخ محمد الدین ابن عربی نے  
 فتوحات مکہ میں جا بجا اس مطلب کو کھول دیا ہے۔ (ایف گام ص ۲۲۶ تا ۲۷۲)  
 زہنم !

معلوم ہو کہ وحدۃ الوجود کا عقیدہ موجودہ سلفیت کے مذہب میں شرک ہے  
 اور اس کا قائل گمراہ ہے، چونکہ شیخ ابن عربی کی طرف اس وحدۃ الوجود کی نسبت کیجاتی  
 ہے اس وجہ سے موجودہ دور کے غیر مقلدین کے اکابر و اصاغر شیخ ابن عربی کے کفر کا  
 فتویٰ دیتے ہیں، ابن تیمیہ بھی شیخ ابن عربی کے متعلق بڑے سخت الفاظ استعمال کرتے  
 ہیں، دور حاضر کی سلفیت اس بارے میں ابن تیمیہ ہی کی تقلید کرتی ہے، اب دیکھنا  
 ہے کہ وہ اپنے نواب صاحب کے بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہے۔ (جاری)

## صور تنطق (عربی)

رو غیر مقلدیت پر ایک دستاویزی کتاب، علمائے غیر مقلدین کی  
 معتبر کتابوں کے حوالوں کے فولڈوں سے مزین

صفحات ۳۳۰ مجلد قیمت ۲۰۰/

ملنے کا پتہ: مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید وارثہ غازی پور یوپی

مجلہ اجماع مفتاحی

طند شیرازی

# خمار سلفیت

پنی اچھ ڈیوں کی بات، یا علم کا زوال

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

باپ - اباجی جامعہ سلفیہ بنارس کا ترجمان محدث کا نیا شمارہ مارچ ۱۹۷۷ء والا آپ کے مطالعہ سے گزرا ہے ؟

باپ - جی بیٹا، میں نے اس کا مطالعہ کر لیا ہے، مولانا اکبر ری پر جو تحریر ہے بڑی دلچسپ اور محققانہ ہے۔

بیٹا - اباجی، اس میں ایک مقالہ مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب پر بھی ہے، اسکو آپ نے نہیں پڑھا، بڑا دلچسپ مقالہ ہے، مقالہ نگار پی ایچ ڈی صاحب ہیں، ان کا پورا نام اس طرح درج ہے۔ ڈاکٹر محمد مجیب الرحمن سابق چیرمین وپرو فیسر یونیورسٹی وڈاکٹر تعلیمی مرکز نیویارک امریکہ۔

باپ - بیٹا، میں نے جب اس مقالہ کا مطالعہ شروع کیا تو بجلی چلی گئی اس لئے وہ رہ گیا۔ اور پھر صبح فجر بعد شیخ ہد ہد آگئے انھوں نے اس کے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی



اور اب وہ انھیں کے پاس ہے، امریکہ والے پی ایچ ڈی صاحب کا مقالہ یقیناً بڑا تحقیقی ہوگا، وہ امریکہ کے نیویارک میں تعلیمی مرکز کے ڈائریکٹر ہیں۔

بیٹا - اباجی، پی ایچ ڈی صاحب کا مقالہ تحقیقات کا سمندر ہے، پی ایچ ڈیٹ کا شاہکار ہے، مجھے تو یہ مقالہ پڑھ کر مزا آگیا، طبیعت جھوم گئی، بے اختیار زبان سے واہ واہ نکلا۔

مثلاً ان کی ایک تحقیق یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی تھی حضرت امام زہری کے شاگرد تھے جن کی وفات حافظ ذہبی کے بقول ۱۲۲ھ میں ہو چکی تھی۔

باپ - بیٹا، ڈاکٹر صاحب اور امریکہ کے تعلیمی مرکز کے ڈائریکٹر صاحب طبعاً ہی یونیورسٹی کے پروفیسر ایسی جاہلانہ بات نہیں کہہ سکتے، یقیناً تم کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

بیٹا - اباجی آج کل کے پی ایچ ڈی لوگوں کی تحقیقات کا معیار خاص کر جن کا شمار ”حفظ الشریعہ“ جماعت سے ہو اسی قسم کا ہوتا ہے، ڈاکٹر صاحب کے مقالہ کی چوٹی سطر کے شروع ہی میں یہ انکشاف ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

”امام بخاری کے استاد امام زہری کو کون نہیں جانتے“

باپ - انا للہ وانا الیہ راجعون

بیٹا - اباجی ابھی آپ کو کئی بار انا للہ پڑھنا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب کی ایک تحقیق

یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

”چالیس سال کی ایک مدت طویل تک اس مسجد میں رہائش پذیر رہے

اس دوران آپ نے قرآن و سنت پر مشتمل کتابیں لکھ ڈالیں ان میں

سے ترجمہ قرآن سب سے زیادہ اہم و قابل ذکر ہے، تاریخ اسلام بلکہ

تاریخ قرآن آپ کے اس شاہکار پر رہتی دنیا تک ناز کرتی رہے گی“

اباجی شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس ترجمہ کلام پاک کا کوئی نسخہ تو ہمارے جامعہ سلفیہ

بنارس کی لائبریری میں ضرور ہوگا، کیا آپ نے اس کی زیارت کی ہے؟  
 باپ - بیٹا یہ پی ایچ ڈی صاحب کہیں دوچار گھونٹ چڑھا کر تو یہ مقالہ نہیں لکھ رہے تھے  
 بالکل جاہل آدمی معلوم ہوتا ہے، اس کو پتہ ہی نہیں کہ شاہ ولی اللہ کے خاندان  
 میں کن بزرگوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے۔  
 بیٹا - اباجی، اور مزید تحقیق پی ایچ ڈی صاحب کی سن لیجئے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے بارے  
 میں ارشاد فرمایا گیا ہے :  
 مسجد کی ذاتی لائبریری ہی سے آپ کی مردہ لاش قبرستان کی طرف منتقل  
 کی گئی۔

باپ - انا للہ وانا الیہ راجعون، اس پی ایچ ڈی بیوقوف سے کس نے کہا تھا کہ تم بھی  
 مقالہ نگاری کا شوق کرو، اور تعجب تو یہ ہے کہ جامعہ سلفیہ والوں کو بھی کچھ بھنگ  
 پتہ نہیں ہے کہ مقالہ نگاری کیا لکھ رہا ہے اور جہالت کا کیسا دریا بہا رہا ہے۔  
 بیٹا - اباجی غالباً جامعہ سلفیہ والوں نے تو لوگوں پر رعب ڈالنے کے لئے کہ دیکھو ہمارا محدث  
 پرچہ ایسا ہے کہ امریکہ سے اس میں چھپنے کے لئے مہمانین آتے ہیں، مضمون چھاپا ہے۔  
 اباجی کیا اس مقالہ کی محدث پرچہ میں اشاعت سے خود ہمارے جامعہ کے علماء  
 و اہل علم کی صلاحیتوں کا پتہ نہیں لگتا کہ اس کا معیار کیا ہے؟  
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## چار جگہ رفع یدین کے بارے میں صوفی غلگین کو سخت اشکال

بیٹا - اباجی  
 باپ - جی بیٹا  
 بیٹا - اباجی صوفی غلگین حفظہ اللہ آج کل پریشان خاطر نظر آ رہے ہیں، جامعہ سلفیہ میں  
 ان کی آمد و رفت بھی کم ہو گئی ہے، بات کر دو تو اکھڑے نظر آتے ہیں۔

باپ - بیٹا محسوس تو مجھے بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہے، آج صبح آئے تھے تو چہرہ کی شگفتگی غائب تھی، میرے پاس تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ ادھر سے چارکش لگایا اور پھر چلے گئے حقیقت کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی، حالانکہ یہ ان کا تو بہت دلچسپ موضوع ہے۔

بیٹا - اباجی، حقیقت کے خلاف گفتگو کرنا ان کا دلچسپ موضوع ہے نہیں، بلکہ تھا باپ - کیا کہہ رہے ہو بیٹا، کوئی نیا انقلاب؟  
بیٹا - اباجی صوفی غمگین میں زبردست انقلاب پیدا ہو گیا ہے، اب انکا مزاج مائل بحقیقت ہو گیا ہے۔

باپ - بیٹا بات کو معرمت بناؤ صاف صاف کہو صوفی غمگین کو کیا ہو گیا ہے؟  
بیٹا - اباجی صوفی غمگین ہفتہ سے نمازیں چار جگہ رفع یدین کی تحقیق کر رہے تھے انھوں نے ساری کتابیں الٹ پلٹ ڈالیں، ان کو یہ چلا کہ چار جگہ رفع یدین کرنا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے، ان کو یہ کھٹک پیدا ہو گئی ہے کہ ہم اہل حدیث لوگ جن احادیث سے چار جگہ رفع یدین کو ثابت کرتے ہیں وہ احادیث یقیناً ائمہ اربعہ کے علم میں بھی ہوں گی تو آخر ان میں سے ایک بھی چار جگہ رفع یدین کا قائل کیوں نہیں ہے؟ امام ابو حنیفہ اگر حدیث پر عمل کرنے والے نہیں ہیں تو کیا امام مالک، امام شافعی اور امام احمد جیسے جلیل القدر محدثین بھی تارک سنت ہیں، یا ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ان کو بخاری شریف کی چار جگہ رفع یدین والی حدیث کا علم نہیں تھا، جس کا علم اب ہمیں ہوا ہے، یہی کھٹک ہے جس سے وہ پریشان ہیں۔

باپ - بیٹا، یہ بات تو ہے قابل غور، ہم لوگوں کا ذہن کبھی ادھر گیا ہی نہیں، ان ائمہ کرام کو تارک سنت کہنا بڑی دیدہ دلیری اور جرأت کی بات ہوگی۔  
بیٹا - تو اباجی ہم ہی لوگوں کا عمل سنت پر نہیں ہے کیا؟

باپ - ہم لوگوں کا عمل حدیث پر ہے، بخاری شریف کی حدیث پر۔  
 بیٹا - اباجی ہم لوگوں کا عمل سنت پر کیوں نہیں ہوتا، حدیث پر کیوں ہوتا ہے؟  
 باپ - بیٹا میرا سر گھوم رہا ہے، مسئلہ الجھ گیا ہے۔  
 بیٹا - اباجی سنت کا نام آتے ہی ہم اہل حدیثوں کا سر کیوں گھومنے لگتا ہے؟  
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## شیخ جن حفظہ اللہ کے اشکال کا حل

بیٹا - اباجی  
 باپ - جی بیٹا  
 بیٹا - اباجی ہماری کل والی گفتگو کو چھوٹے میاں نے ٹیپ کر لیا تھا۔  
 باپ - کونسی گفتگو بیٹا، ہماری گفتگو تو دن بھر ہوتی رہتی ہے۔  
 بیٹا - اباجی ہماری وہی گفتگو جس میں آپ نے کہا تھا کہ ہم اہل حدیث لوگ نمازیں چار جگہ رفع یدین بخاری کی حدیث کی روشنی میں کرتے ہیں۔  
 باپ - ہاں بیٹا یاد آ گیا صوفی غلین کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ وہ رفع یدین کی تحقیق میں پریشان ہو گئے ہیں، اور ان کو یہ اشکال پیدا ہو گیا ہے کہ بخاری شریف کی چار جگہ رفع یدین والی حدیث پر ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک نے بھی عمل نہیں کیا ہے۔

بیٹا - جی اباجی اسی گفتگو کو چھوٹے میاں نے ٹیپ کر لیا تھا، اور رات میں چوپال میں بیٹھے لوگوں نے اس کو سنا، اب وہاں چرمی گویاں ہونے لگیں کہ بخاری شریف کی حدیث پر ائمہ اربعہ میں سے کسی نے کیوں عمل نہیں کیا، شیخ جگنو کہنے لگے کہ بخاری کی حدیث صحیح نہیں ہوگی، شیخ کھولنے کہا کہ ائمہ اربعہ کو بخاری والی حدیث کا علم نہیں ہوگا، شیخ بد بد لے کہا کہ ائمہ اربعہ فقہار تھے ان میں

کہ کوئی محدث نہیں تھا، شیخ مینا نے کہا کہ چودہ سو سال تک جب لوگوں نے چار جگہ رفع یدین پر عمل نہیں کیا تو یقیناً یہ چار جگہ والا رفع یدین کا عمل بدعت ہوگا، شیخ طوطا بگڑ گئے کہ بخاری شریف کی حدیث غلط نہیں ہو سکتی اور نہ اس پر عمل کرنا بدعت ہوگا۔ شیخ مینا اور شیخ طوطا میں اس پر بڑی لڑکچہ ہوئی، رات کو بارہ بج گیا، اور جب اس بحث نے ہم سب کا بارہ بجادیا تو ہم اٹھ کر چلے گئے مگر شیخ جن کے ذہن پر یہ اشکال ایسا چھایا رہا کہ انکا ہاتھ بگڑ گیا، رات میں کئی دفعہ ان کو قفائے حاجت کے لئے جانا پڑا۔

باپ۔۔ بیٹا اس اشکال کا حل پھر کیا ہے، ہمارے علماء تو کچھ کہتے نہیں۔  
بیٹا۔ اباجی اس کا حل کسی دیوبندی حنفی کے پاس ضرور ہوگا، ہم لوگ صرف بخاری کی احادیث کو دیکھتے ہیں، اشکالات کا حل ہمارے پاس نہیں ہوتا ہے۔  
باپ۔ تو کسی دیوبندی سے اس کا حل معلوم کرنا کہ ذہن کنی انجمن ختم ہو، میں خود بھی بہت پریشان ہوں۔

بیٹا۔ اباجی میں نے دیوبندی ائمہ شیرازی سے اس کا حل معلوم کیا تو انہوں نے کہا ہے کہ بخاری شریف کی حدیث اپنی جگہ بالکل صحیح ہے، اور ائمہ اربعہ کا عمل بھی اپنی جگہ پر بالکل درست ہے، بس یہ جانو کہ ہر حدیث پر عمل کرنا سنت نہیں ہوتا ہے سنت آنحضرتؐ کا آخری فعل قرار پاتا ہے، اسی طرح وہ عمل جس کو آنحضرتؐ نے اور آپ کے صحابہ نے اور پھر عام امت نے اپنی زندگی میں معمولاً داخل کیا ہو، یعنی عام طور پر امت نے اس کو کیا ہو اور برتا ہو، ہر صحیح حدیث سنت نہیں ہو سکتی،  
باپ۔ بیٹا ذرا اس کی وضاحت کر دو، ائمہ شیرازی کی بات سے دماغ چکر رہا ہے۔

بیٹا۔ اباجی ان کا کہنا یہ ہے کہ حدیث بخاری میں صحیح ہوگی مگر ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو، جیسے بخاری کی حدیث میں ہے کہ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی، لیکن یہ عمل منسوخ ہے آنحضرتؐ کا آخری عمل بیت اللہ کی طرف

’منع کر کے نماز پڑھنے کا تھا، اسی طرح حدیث میں ہے کہ آنحضورؐ نے کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا ہے یہ حدیث صحیح ہے مگر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت نہیں ہے اس لئے کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نہیں تھا۔

باپ۔ مگر بیٹا کسی عمل کو منسوخ کہنا اتنا آسان نہیں ہے، اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

بیٹا۔ اباجی چار جگہ رفع یدین کے منسوخ ہونے کی سب سے بڑی دلیل خود ائمہ اربعہ کا عمل ہے، اگر چار جگہ رفع کرنا منسوخ نہ ہوتا تو ان ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا بھی تو اس پر عمل ہوتا، وہ تو ہم لوگوں سے زیادہ احادیث کے جاننے والے سنت کے شیدائی اور آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا و قربان ہونے والے لوگ تھے، ان کا زمانہ بھی عہد نبوت سے قریب تھا۔

باپ۔ بیٹا، بات تو تمہاری معقول ہے۔ عقل سلیم اس کو قبول کرتی ہے، یہ بہت خود شک کا مقام ہے۔

بیٹا۔ اباجی ہمارے علماء نے اس مسئلہ پر اس پہلو سے کبھی کیوں نہیں نظر ڈالی

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

## زمزم کیلئے

پاکستان میں رابطہ قائم کرنے کا پتہ

مولانا ابو محمد ایاز ملک انویض

جامعہ سراج العلوم

عید گاہ لودھراں

مکمل احسن مفتاح

قطبہ

محمد ابوبکر خازی پوری

## برطانیہ کا سفر

۲۳ جولائی آج کا دن تقریباً پورا خالی تھا، عصر بعد (NUNITON) جانا تھا، یہ شہر لندن سے تقریباً سو سو اسو میل کے فاصلہ پر ہے، ظہر بعد ہی ہمیں لینے کے لئے دو صاحب گاڑی لے کر آگئے تھے، ان میں ایک میرے شاگرد ملا ناسید تھے، جنہوں نے ڈائیکسل میں مجھ سے پڑھا تھا، دوسرے صاحب قاری محمد زبیر تھے، جو نینٹن کی مسجد میں امام ہیں، یہ سورت شہر کے رہنے والے نوجوان فاضل ہیں، بڑے متحرک اور فعال ہیں، ان کی تعلیم جلال آباد ضلع مظفرنگو کی ہے، خوش مزاج اور خوش خلق دیے کہ ان کی صحبت میں آدمی کو اکٹاہٹ اور گھبراہٹ نہ ہو، مطالعے کے شوقین ہیں، گاڑی بڑی شان سے چلاتے ہیں، ہم لوگ (میں، حاجی نصر اللہ خاں صاحب اور مولوی اسماعیل) تیار تھے، گاڑی میں بیٹھے اور پانچ بجے کے قریب لندن سے روانہ ہوئے، شرک صاف ستھری ایسی جیسے کہ دہلی دھلائی ہو، خوب کشادہ، اونچ نیچ اور ٹوٹ پھوٹ کا کہیں نام و نشان نہیں، راستہ میں ایک جگہ رک کر چائے پی گئی اور فردریات سے فارغ ہوئے پھر پہلے تو مغرب سے قبل ہی نینٹن پہنچ گئے، راستہ میں ہر طرف ہریالی اور گندم کے کیتوں نے راستہ کے منظر کو بہت خوبصورت بنا دیا تھا، معلوم ہوا کہ برطانیہ میں گندم کی کاشت

کثرت سے ہوتا ہے۔

نینی ٹن چھوٹا سا صاف ستھرا شہر ہے۔ پورے شہر میں ایک ہی مسجد ہے جس کے امام مولوی زبیر صاحب ہیں، جن کا اوپر تذکرہ ہوا، لندن کے مقابلہ میں یہاں کے مکانات بہت چھوٹے نظر آئے، شکل سے ایک مختصر سی فیملی ایک مکان میں رہ سکے۔ یہاں کی مسجد میں مہمان خانہ بھی ہے، جہاں ضروریات کی ساری چیزیں ہیں، یعنی باونچی کا پورا نظام ہے، اند کھانے پینے کا سامان بھی کچھ نہ کچھ رہتا ہے، کہ آدمی جب چلے جائے کے ساتھ ہلکا سا ناشتہ کر سکے، یہاں کے گھروں میں جو مہمان اترتے ہیں اگر گھر والوں بہت خصوصی تعلق نہ ہو تو اسی مہمان خانہ میں ان کا قیام رہتا ہے، اور جن کے وہ مہمان ہوتے ہیں وہ ان کی ضیافت کا اہتمام اپنے گھر کر لے ہیں، میرا قیام بھی اسی مسجد میں ہوا، میرے ساتھ مولوی اسماعیل صاحب بھی تھے وہ بھی اسی جگہ میرے ساتھ رہے، حاجی نصر اللہ خاں صاحب اسی شہر کے رہنے والے ہیں، ان کا مکان مسجد سے بہت ہی قریب ہے، وہ اپنے گھر چلے گئے اس جگہ دو روز ہمارا قیام تھا اور عزیزم مولوی زبیر علی نے پوری طرح ہمارا خیال رکھا اور ہر طرح کا آرام پہنچایا، کھانے پینے کی ضیافت کا زیادہ تر انتظام حاجی نصر اللہ خاں صاحب کے چھوٹے بھائی نے کیا، جو بڑے خوش خوراک اور بڑے مہمان نواز ہیں، رات کا کھانا انھیں کے گھر ہوا، اور پھر ہم نے آرام کیا۔

۲۵ جولائی۔ آج جمعہ تھا، جمعہ کے خطبہ سے قبل میرا مختصر سا اصلاحی بیان اس مسجد میں ہوا۔ جمعہ کی نماز کے بعد میرے قیام کی جگہ پر لوگ ملاقات کے لئے آتے رہے، عجیب بات یہ تھی کہ یہاں میرے کئی شاگرد نکلتے جن سے ۲۰، ۲۵ سال بعد پہلی بار ملاقات ہو رہی تھی، دو پہر کا کھانا مولوی یونس کے گھر کھایا گیا جو میرے شاگرد اور مولوی اسماعیل کے رشتہ دار ہیں۔

عصر بعد مولوی عثمان (یہ بھی میرے شاگرد ہیں) نے اپنے یہاں چائے پربلایا تھا، اس سے فراغت کے بعد ہمیں مولانا اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم سے ملنے جانا تھا



اور عصر کی نماز اسی مسجد میں پڑھنی تھی جہاں مولانا کا بیان تھا، ارادہ تھا کہ ہم مولانا سے مل کر اور عصر کی نماز پڑھ کر واپس آجائیں گے، مگر مولانا نے با اصرار روک لیا اور کہا کہ میری تقریر سے پہلے تمہارا بیان ہوگا، چنانچہ مولانا کے حکم پر میں نے آدھ پون گھنٹہ غیر مقلدیت کے موضوع پر بیان کیا جس کو لوگوں نے پسند کیا، پھر مولانا مدنی نے تقریر شروع کی اور فرمایا میرا تو تقریر کا موضوع دوسرا ہے مگر چونکہ مولانا غازی پوری نے ایک بڑے فتنہ کی نشاندہی کی ہے اس لئے مجھے بھی کچھ اس سلسلہ میں عرض کرنا ہے، اور تقریر آدھا گھنٹہ انھوں نے بھی اسی موضوع پر گفتگو کر کے پھر اپنی اصل تقریر شروع کی، ابھی مولانا کی تقریر جاری تھی ہم لوگ نین ٹن واپس آگئے جہاں ہمیں حسب پروگرام مغرب کی نماز پڑھنی تھی۔ مغرب بعد اور عشاء بعد اجاب ملنے آتے رہے، جن کے سامنے غیر مقلدیت کے سلسلہ میں گفتگو ہوتی رہی، اتفاق سے حاجی نصر اللہ خاں صاحب کو ایک پھوٹرا نکلا ہوا تھا، اس کے باوجود خاں صاحب ہم لوگوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے، مگر جب اپنے گھر پہنچے تو تکلیف کی شدت بہت بڑھ گئی جس کی وجہ سے وہ ہماری مجلسوں میں شریک نہ رہے، پھر اس کا آپریشن کرانا پڑا جس کے بعد وہ بالکل صاحبِ فراش ہو گئے۔ اور جب تک ہمارا قیام لندن میں رہا یہ پیارے خاں صاحب چلنے پھرنے سے معذور رہے، پھر دوسری جگہ کے سفروں میں ہم ان کی رفاقت سے محروم رہے۔

۲۵ جولائی، رات اکھنڈ شربٹے آرام سے گزری، موسم بڑا خوشگوار تھا، ہلکی ہری تھی جو بڑا لطف دے رہی تھی، دن تو گرم رہتا تھا مگر رات میں خشکی پیدا ہو جاتی تھی اور ایک کنبل کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، صبح ناشتہ سے فارغ ہوئے، آج ہمیں باٹلی جانا تھا، ہم تیار تھے تھوڑی دیر کے بعد مولوی اسماعیل کے خالہ زاد بھائی، بھائی اسماعیل ہمیں لینے آگئے، ہم لوگ ان کی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ سفر ہوئے تھے، نین ٹن سے باٹلی تک سارا سہہ تقریباً دو گھنٹہ کا ہے، پورا راستہ سبز و شاداب تھا، گاڑی ہوا میں اڑتی جا رہی تھی، برطانیہ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ گاڑی راستہ میں ہر جگہ نہیں روکی جاسکتی

مذاہب میں اتر کر پیشاب کا اگر تعافنا ہو تو پیشاب کیا جاسکتا ہے، گھڑی روکنے کے لئے  
تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر اس کی جگہ ہے جہاں اتر کر ضرورت سے بھی فارغ ہوا جاسکتا ہے  
اور چائے وغیرہ بھی پی جاسکتی ہے، دو گھنٹہ کے بعد ہم باٹلی پہنچ گئے، قیام مولوی  
ذکر یا کے گھر ہوا۔

مولوی ذکر یا میرے شاگرد نہیں ہیں، ان سے ہماری ملاقات سادہ افریقہ میں  
ہوئی تھی، یہ وہاں کے آزاد دہلی کے دارالعلوم میں دورہ کے طالب علم تھے اور اسی سال فارغ  
ہوئے تھے، سادہ افریقہ میں جہاں میرا قیام تھا۔ (عزیم مفتی سعید متا را سلمہ کے گھر)  
یہ برابر میرے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور میرے ساتھ ان کو اچھا خاصا تعلق ہو گیا،  
بڑے نیک نوجوان ہیں، صلاح و تقویٰ شکل و صورت سے ظاہر ہوتا ہے، باٹلی میں ان کا گھر  
دوسرے، ایک میں ان کے گھر والوں کی رہائش رہتی ہے اور دوسرا خالی رہتا ہے، اسی  
خالی والے گھر میں آسائش کا ہر طرح کا سامان ہے، انھوں نے مجھے اپنا مہمان بنایا۔

مولوی ذکر یا نے پہلے ہی سے باٹلی میں میرا تین پر دو گرام رکھا تھا، یہاں پہنچ کر  
ہم نے پہلے کھانا کھایا، پھر آرام کیا گیا، عصر بعد ملائے کرام کا اجتماع تھا جس میں مجھے تقریر  
کرنی تھی، میں نے ملائے کرام کے اس اجتماع میں رد غیر مقلدیت پر تقریر کی اور انکو سلفیت  
کے فتنے سے آگاہ کیا، پڑھے لکھوں کا مجمع ہو تو طبیعت بھی خوب کھلتی ہے، الحمد للہ یہ سارے  
اہل علم تھے اور باذوق، بیشتر تو اس میں میرے شاگرد ہی نکلے، جن سے ملت مدینہ کے بعد  
ملاقات ہو رہی تھی، اور سب کے چہرے خوشی سے کھلے تھے ہر ایک محبت کا اظہار کر رہا  
تھا اور پرانی یادوں کو تازہ کر رہا تھا، عصر بعد یہاں کی مسجد میں بیان ہوا، بعد مغرب  
بنگالیوں کی مسجد میں بیان ہوا، مسلسل بیان سے میرا گلا خراب ہو رہا تھا، رات کو  
جوشاندہ پی کر صبح تو صبح آرام تھا۔

۲۷۔ آج صبح کا ناشتہ میرے شاگرد مولوی غلام محمد اٹالوی کے یہاں تھا،  
ناشتہ میں بڑا اہتمام کیا تھا، دوپہر کا کھانا بھی انھیں کے یہاں تھا، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا

کہ مولوی زکریا نے بائبل میں تین پروگرام رکھا تھا۔ پانچ بجے علماء کی مجلس تھی۔ اور عصر بعد مسجد نور الاسلام میں میرا خطاب تھا۔ بعد مغرب مسجد توکیہ میں تقریر تھی۔ یہ بنگالی حضرات کی مسجد ہے، اور ماٹار اثر خوب ہے۔ الحمد للہ تینوں پروگرام خوب رہے، اور لوگوں کے تاثرات بہت اچھے، تقریروں کے بعد سوال و جوابات بھی ہوتے رہے جس سے لوگوں کو بہت اطمینان ہوا، غیر مقلدوں نے سلفیت کے نام پر بڑی ادھم مچا رکھی ہے، برطانیہ کے مسلمان بھی ان کے خاص نشانہ پر ہیں، ہمارے علماء کرام کو اس کی طرف توجہ نہیں، اور اس بے توجہی کا بڑا نقصان یہ ہے کہ کم پڑھے اور دین سے ناواقف خصوصاً آزاد فکر اور کاجوں میں زندگی گزارنے والا طبقہ ان سلفیوں کے جال میں پھنس جاتا ہے، اور پھر سلفیت میں جو شتر بے ہماری ہے اس کا وہ پورا فائدہ اٹھاتا ہے، اور اس کا نماز روزہ لبس رسم بن کر اور نام کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

برطانیہ میں اس کا احساس شدت سے ہوا، کاش ہمارے فضلاء مدارس اس فتنہ کو اچھی طرح محسوس کر لیں۔

آج رات کا کھانا مولوی زکریا ہی کے گھر تھا، کھانے سے فراغت کے بعد میرے بہت سے شاگرد جمع ہو گئے، ایک صاحب مولوی احمد کے نام تھے جو میرے شاگرد تو نہیں ہیں مگر خدمت میں وہ کسی شاگرد سے پیچھے نہیں تھے، اپنی کار میرے لئے وقف کر رکھی تھی ہر مگر لیجائے اور لے آتے، ان عزیزوں کے ساتھ رات کا اچھا خاصا وقت گزارا پھر ہم نے آرام کے لئے

اپنا بستر سنبھالا۔ (جاری)

رشید الوحیدی

ذاکر نگر - نئی دہلی

## دوماہی زمرم غازی پور

ایک زمرم حرم میں دیکھا تھا  
دونوں میں مشترک ہے ایک صفت  
اس کا ایک گھونٹ اس کی ایک سطر  
یہ خزانہ ہے رِہلم و حکمت کا  
وہ ہے گر ہاترہ کے لال کی دین  
ایک نے کر دیا گناہ سے پاک  
ایک کا ہر صفحہ ہے دانش گاہ  
عدم تقلید کا ہے یہ دشمن  
ہے جو "زمرم" علوم کا مخزن  
دوسرے کا وطن ہے غازی پور  
یعنی دونوں ہیں جان و دل کا سرور  
قلب کو مل رہا ہے نور ہی نور  
اور وہ آخرت کا شعلہ طور  
یہ ابوبکر کے قلم کا ظہور،  
دوسرے سے ہوئی جہالت دور  
دوسرے سے ملا یقین کا نور  
اس سے روشن ہے شاہراہ حضور  
آب زمرم ہے اک شرابِ ظہور

ہے وحیدی یہ فیض زمرم کا  
حق و باطل کا ہو گیا ہے شعور

محمد اجمل مفتاحی مونا تھ  
بھجن یوپی انڈیا

سالانہ چندہ

پاکستان کیلئے پاکستان ۱۲۰۷ روپے سالانہ